

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۳۵۱

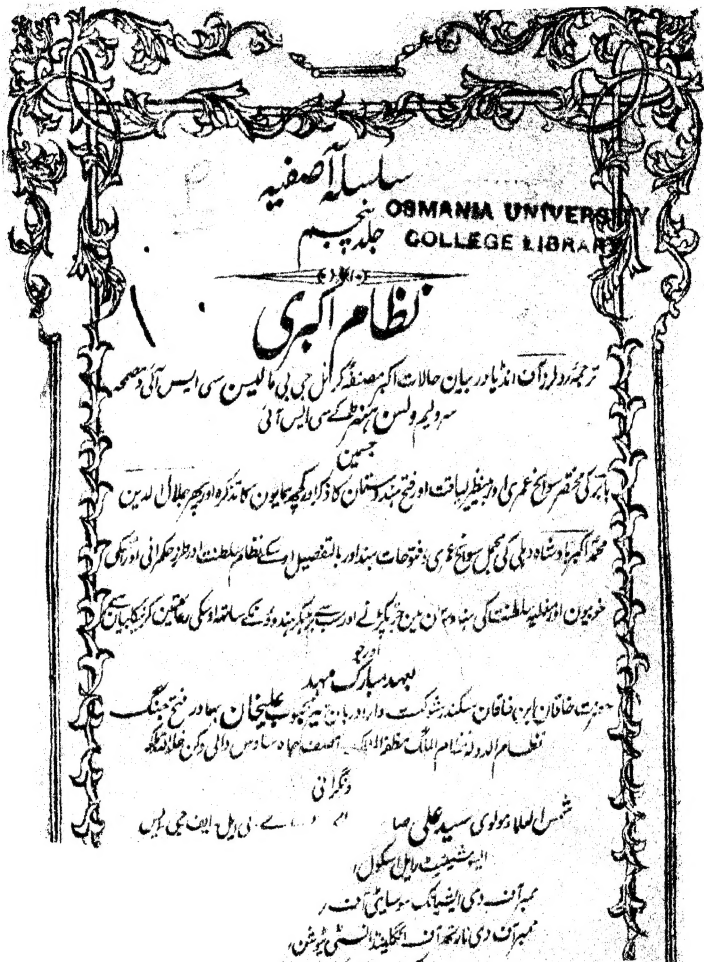
Accession No. ۵۶۵۲

Author م. ابر

Title

نظم ابری جلد ۵

This book should be returned on or before the date last marked below.

[illegible]

فہرست مضامین نظام اکبری

۷	کاخیاں دل میں جمانا۔	۷	باب اول	۱	توجیہ مقصد
۸	خلاصہ مضامین بالا۔	۸	۲	۲	بیان مقصد
۹	اس کتاب کے مضامین کا تین حصوں میں تقسیم کرنا۔	۹	۳	۳	ہندوستان میں شاہنشاہی قائم کرنا
۱۰	اکبر کے بیان کے دو حصے اور کتاب کی اصل غرض	۱۰	۴	۴	ہندوستان میں مکرر آنا۔
۱۱	باب دوم	۱۱	۵	۵	ہمایون کی لیاقت اور ہمایون کا
	باب کا ابتدائی بیان اور اس کا خاندان		۶	۶	ہمایون کا طرز حکمرانی پچھلے افغانوں
	تیمور اور اس کا خاندان اور اس کی		۷	۷	سماہون اور اس طرز حکمرانی کا نقصان
	ایسی بڑی سلطنت جس سے		۸	۸	اکبر کا بادشاہ ہونا اور یہ کہ خان
	دنیا میں کسی کی سلطنت بڑی نہیں		۹	۹	معزول کر کے نئے طرز کی حکمرانی
	ہوئی۔				
	تیمور کی سلطنت کے بکھرے اور				

باب کے باب عمر شیخ مرزا کے مرتبہ	۱۸	باب کا دالی ہرات کی مدد کو جانا	
باب کا ملک فرغانہ کا مالک رہنا۔	۱۲	اور دالی ہرات کا مرنا۔	۱۹
باب کا حملہ بحر قند پر اور سمرقند اور فرغانہ	۱۲	شیبانی خان کا بلخ کو لینا اور	۱۹
کا اور قلعہ سے نکل جانا۔	۱۳	باب کا ہرات کی سیر کر کے واپس ہونا	۲۰
باب کا فرغانہ لیکر کھو دینا اور پھر	۱۳	واپسی میں باب کو برص سے شکیف	۲۰
سمرقند لینا۔	۱۴	ہونا اور کابل کی بغاوت کا فرو کرتا	۲۰
باب کی قسمت کی گردشیں اور اوپر	۱۴	شیبانی خان کا قبضہ ہرات پر	۲۱
انواع واقعات کے حوادث	۱۵	اور قندھار کی اطاعت	۲۲
باب سوم		باب کا قبضہ قندھار پر اور مال غنیمت	۲۲
باب کا کابل کو فتح کرتا		کا ہاتھ لانا۔	۲۲
کابل کی سلطنت اور اس کی	۱۵	شیبانی خان کا قندھار کو لینا	۲۳
گرد و نواح کی حکومتیں	۱۶	اور باب کا جلال آباد کو لوٹ جانا	۲۳
باب کا قبضہ کابل پر	۱۶	باب کی چڑھائیاں شمالی ملکوں پر	۲۴
باب کا ہندوستان کی حکومت میں	۱۶	باب کے معاملات کو ہستانی فضائل	۲۵
داخل ہو کر لوٹ جانا۔	۱۸	سے اور قندھار کا لینا۔	۲۵

۳۶	شاہ حسن کا بابر کے نام سے سندہ	۲۵	کی جرہند و ستانہین کے
	پر قبضہ کرنا۔		دل میں نہ جہنا اور فاتح اور مفتوح
	باب چہارم		۳۱ کے مقاصد ایک نہ ہونا۔
	بابر کے حملہ ہندوستان پر	۳۲	بابر کے تین ابتدائی حملہ ہندوستان پر
۳۷	ہند کے زمانہ قدیم کے حالات	۳۳	بابر کا چونغا حملہ اور لاہور کو لیکر
	پرتارکینی۔	۲۷	واپس جانا۔
۲۸	غزنوی غوری خلجی تغلق لودی خاندانوں	۳۴	بابر کا علاء الدین کو مدد دینا مگر
	والوں کی ہند میں حکومتیں		اوس میں ناکامیاب رہنا۔
۲۹	ہندوستان میں طوائف الملوک	۳۵	بابر کا پانچواں حملہ اور پانی پت
۳۰	ابراہیم لودی کا عروج اور اوسکی		میں پھینپنا
	نالافتی سے بغاوتیں پیدا ہونا	۳۶	بابر کی فتح ابراہیم لودی پر اور دہلی
	اور علاء الدین اور دولت خان		اگرہ پر قبضہ۔
	لودی کا بابر کو ہندوستان کے		باپنجہم
	قبضہ کے واسطے بلانا۔	۲۹	بابر کی حالت ہندوستان میں
۳۱	ابن بادشاہان مذکورہ کی حکومت	۳۷	باقی ہندوستان کی حالت پر

۳۶	بابر کی نظر	۳۷	اور ابراہیم کی فوج کا بابر کی اطاعت
۳۸	بابر کا بڑا خدمتہ ہندوؤں کی	۳۸	کرتا۔
	طرز سے جو کبھی مسلمانوں کے	۳۹	رانا سا نگا کی عظیم الشان قوت
	دل سے نتائج نہیں ہوئے تھے ۳۸	۴۰	بابر کا دشمنوں کے دفعیہ کی تیار
۳۹	رعایا کا بابر کے آنے پر پھیل	۴۱	کرتا۔
	مسلمانوں کے ہر کانے سے	۴۲	بابر اور سا نگا کا طرفین کے مقابلہ
	خوف زدہ ہو کر پہاگنا۔	۴۳	کو جانا۔
۴۰	بابر کی فوج کا ارادہ اپنے وطنوں	۴۴	بابر کا شرابی سے توبہ کرتا۔
	کو جانے کے لئے اور بابر سے	۴۵	بابر کا سا نگا کو شکست دیکر سیوات
	برہم ہوتا۔	۴۶	اور دو آبہ کے ملک کو اور چندیری
۴۱	بابر کا ہندوستان کے چھوڑنے	۴۷	کو لئے لینا اور لودھی سر وارو کو
	کو پسند نہ کرتا۔	۴۸	لکھنؤ کی طرف شکست دیتا۔
۴۲	بابر کا اپنے لشکر کو ہند میں رہنے	۴۹	جنپور اور بہار میں لودھیوں کی
	کیلئے راضی کرتا۔	۵۰	مخالفت بابر سے۔
۴۳	رعایا کا اپنے گھروں کو واپس آنا		بابر اور عسکری کا دشمنوں کی

۴۶	۴۰	تنبیہ کے لئے روانہ ہونا	بابر کا مختلف ملکوں کو متحدہ المقصد
۵۱	۴۱	دشمنوں کی قوت۔	تکرنا۔
۵۲	۴۲	بابر کا محمود لودھی اور شیر شاہ کو بھگانا۔	بایں کا حال اور اکبر کا ابتدائی زمانہ
۵۳	۴۳	نصرت شاہ بادشاہ بنگالہ کا قبضہ	۵۲
۵۴	۴۴	گہا گرا اور گنگا کے ملائیک	۵۳
۵۴	۴۵	بابر کا نصرت شاہ کو شکست دیکر	چھین لینا۔
۵۵	۴۶	مغربی ہمار پر قبضہ کرنا۔	۵۵
۵۵	۴۷	بابر کی علالت کا حال سنکر ہمایوں کا	۵۶
۵۶	۴۸	آگرہ کو آنا اور ہمایوں کا بیمار ہونا۔	۵۷
۵۶	۴۹	بابر کا ہمایوں کے پچھا ہونے	۵۸
۵۷	۵۰	لئے خود اس کے گرد قربان ہونا۔	۵۹
۵۷	۵۱	بابر کی وفات	۶۰
۵۸	۵۲	بابر کی لیاقت	۶۱
۵۹	۵۳	بابر کے بیٹے اور اسکی وصایا	۶۲

	<p>بامیں بستم</p> <p>ہمایون کا حملہ ہندوستان پر</p> <p>اور اسکی موت</p> <p>شیر شاہ کی لیاقت اور</p> <p>اوسکی موت۔</p> <p>سلیم شاہ اور اوسکا قدیمی طرز حکومت</p> <p>کے خرابے کو جاننا۔</p> <p>محمد شاہ عادل اور ہیرو بقال</p> <p>ہندوستان کی طوائف الملکی</p> <p>ہمایون کا پنجاب میں آنا</p> <p>ہمایون کا سکندر شاہ کو گوہستان</p> <p>میں بہکا کر دہلی پر قبضہ کرنا۔</p> <p>ہمایون کو جیمو اور سکندر کا کہنا</p> <p>اور اکبر کو سکندر کے وضعیہ</p> <p>کے لئے پہنچنا</p>	<p>۵۸</p> <p>۶۰</p> <p>۷۵</p> <p>۶۵</p> <p>۷۶</p> <p>۷۷</p> <p>۷۸</p> <p>۷۹</p> <p>۸۰</p> <p>۸۱</p> <p>۶۳</p>	<p>سے لے لینا۔</p> <p>کامران کا قبضہ کابل اور اسی کے</p> <p>ساتھ اکبر پر</p> <p>ہمایون اور محاصرہ کابل پر اور کابل</p> <p>اور اکبر کا پھر اوس کے ہاتھ آنا</p> <p>ہمایون کا تالی خان جاکر کامران</p> <p>کو مطیع کرنا</p> <p>کامران کا ہمایون سے باغی ہوجا</p> <p>کابل کو اور نیز اکبر کو پھر لے لینا</p> <p>کابل اور نیز اکبر کا ہمایون کے</p> <p>پھر ہاتھ آجانا۔</p> <p>ہمایون کی قطعی فتح کامران پر اور</p> <p>بندال کا قتل اور عسکر کی لکھ جانا</p> <p>ہمایون کا ہندوستان پر حملہ کی</p> <p>تدابیر کرنا۔</p>	<p>۶۸</p> <p>۶۹</p> <p>۷۰</p> <p>۷۱</p> <p>۷۲</p> <p>۷۳</p> <p>۷۴</p> <p>۷۵</p> <p>۷۶</p> <p>۷۷</p> <p>۷۸</p> <p>۷۹</p> <p>۸۰</p> <p>۸۱</p> <p>۶۳</p>
--	--	---	--	---

۸۲	ہمایون کا انتقال اور اکبر کا بادشاہ ہونا۔	۸۲	سنی مذہب کی عداوت کے باعث قتل کرنا اور اکبر کی ناراضی
۸۳	اکبر کو انڈیشہ ہیرو کی طرح سے اور صوبہ دار کاہل کی بناوت۔	۸۳	بیرام خان سے
۸۴	تاریخی بیگ کا انتظام دہلی میں اور اکبر کی سلطنت کی منادی۔	۸۴	۸۹ علی قلی خان زمان کا بیٹا کو لینا اور اکبر کا پانی پت پہنچنا
۸۵	اکبر کی اطاعتی باپ کے تخت کیلئے	۸۵	۹۰ اکبر کی فتح اور بیرام خان کا ہیرو کو قتل کرنا۔
۸۶	اکبر اور بیرام خان کا سکندر شاہ کو ماکوٹ تک پہنکا کر جالندھر کو لوٹنا۔	۸۶	۹۱ اکبر کا قبضہ دہلی پر
۸۷	ہیرو کا قبضہ دہلی اگرہ پر۔	۸۷	۹۲ حکومت دہلی کی وسعت۔
۸۸	اکبر کا بیرام خان کی رائے کے مطابق دہلی پر جانا۔	۸۸	۹۳ گجرات کی سلطنت کی قوت
		۸۹	۹۴ جو دہپور جے پور بیکانیر جیسلمیر وغیرہ ہندو بادستین

۹۵	پچھلی مسلمان سلطنتوں کے	۱۰۰	شاہی فوج کا بادشاہ کے
	صوبوں میں اتحاد کا ہونا۔	۸۰	ذاتی خدام سے مرکب ہونا۔
۹۶	اسلام کی حکومت میں ہندوؤں کی	۱۰۱	بابر اور ہمایوں وغیرہ کی حکومت
	خوشحالی اور مذہبی آزادی	۸۱	شخصی ہونا اور ایک بادشاہ کو
۹۷	صوبوں میں شاہی صوبہ دار کی		دوسرے بادشاہ کے حکم
	فوج کا رہنا۔	"	منسج کر نیکا اختیار ہونا۔
۹۸	اسلامی حکومت کے زمانہ میں	۱۰۲	ہمایوں کا طرز حکمرانی اور ملک
	ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین		کا صوبوں میں منقسم کر کے وہاں
	اور مضرتیں یکساں ہونا اور عدل		فوج رکھنا اور اس سے اصلاح
	والصاف کا بخوبی انتظام اور	۸۲	کا ہونا۔
	رعایا کا مرفہ الحال ہونا۔	۱۰۳	بابر ہمایوں وغیرہ کی طرز حکمرانی
۹۹	صوبہ داروں کا صوبوں کے		کی خرابی کی وجہ سے ان کی سلطنت
	اندرونی انتظام کا مالک ہونا		کا تخم مفتوحہ ملکوں میں نہ جینا۔
	مگر ان میں عدل و انصاف	۱۰۴	اکبر کی نئی عمر میں سلطنت کا ہاتھ
	بخوبی ہونا۔	۸۳	آنا اور اس میں انتظامی لیاقت

۸۷	۱۱۲	ہمایون کی بہن سے میرام خان	کی قابلیت۔
۹۲		کی شادی	باب دہم
	۱۱۳	اکبر کا بیچ میرام خان کے	میرام خان کی اتالیقی۔
۱۰۵	۸۹	اختیاراے	اکبر کا حلیہ
۱۰۶	۹۰	میرام خان کے برخلاف کو گھبرا	اکبر کا اخلاق
۱۰۷		اکبر سے چلیان کھانا اور اکبر	اکبر میں انتظامی اور سیکرٹری
	۹۱	کا ادسے قابو سے نکلنے کا	کی بیات۔
۱۰۸		ارادہ۔	اکبر کی بے نقشبندی مذہب میں
۱۰۹	۱۱۵	اکبر کا دہلی جا کر خود مختار ہونا۔	اکبر کا سرداری اور شاہنشاہی
	۹۲	اکبر کا خود مختاری کا اشتہار	کے لائق ہونا۔
۱۱۰		اور میرام خان کو مکہ جانے کا	ہیمو کی فوج کا تعاقب کرنا اور اکبر
		حکم دینا۔	کا اگرہ کو لینا۔
۱۱۱	۱۱۷	میرام خان کا علامات امارات	اکبر کا حملہ سکندر شاہ پر اور اسے
۹۸		واپس پھینکا۔	مانکوٹ سے لینا اور سکندر کا
	۱۱۸	میرام خان کی بغاوت اور شکست	بجائال کو چلا جانا۔

اور حج جانے میں مارا جانا	۹۸	۱۲۵	بیجا گڈہ اور برہانپور کا ہاتھ اکبر
۱۱۹ اکبر کا ملکی انتظامات کی طرف			نکلنا اور پھر مالوہ کا ہاتھ ۱۰۵
خود متوجہ ہونا۔	۱۰۰	۱۲۶	اکبر کا دشمنوں کو اپنا ملازم کر کے
باب یازدہم			دوست بنالینا۔ ۱۰۹
اکبر کی سلطنت کے حالات		۱۲۷	اکبر کی دایہ کے بیٹے کا وزیر
۱۲۰ اکبر کی عداوت کی وسعت	۱۰۱		اعظم کو قتل کرنا اور اکبر کا اوس
۱۲۱ اکبر کے خیالات کی تصویر چھلی			سے قصاص لینا۔ اور دایہ کا
حکومتوں کے انعام کی نسبت	۱۰۱		بیٹے کے غم سے انتقال۔
۱۲۲ اکبر کے ایسے قوانین بنانے کا		۱۲۸	گگھر قوم کی بغاوت اور اوس کا
خیال کہ سب لوگ اوس سے			فرو ہونا۔ ۱۰۷
متحد المقصد ہو جائیں۔	۱۰۲	۱۲۹	کابل کے ہنگامہ کا اور
۱۲۳ اکبر کا ہندوستان کو فتح کرنے کا			اہل بلعانی کی بغاوت کا فرو ہونا
ارادہ۔			اور اوس کا قتل۔ ۱۰۸
۱۲۴ اکبر کا مالوہ پر قبضہ اور جوینور سے		۱۳۰	اکبر کا قبضہ چنار ہوشنگ آباد
حکم کو چٹانا اور میرٹھ کو لے لینا۔ ۱۰۴			پرا اور ماندو کے صوبہ دار کی

۱۰۸	۱۲۹	کابل اور لاہور کے فساد اور	۱۱۳
۱۰۹	۱۲۰	اودھا فرو ہونا۔	۱۱۴
۱۱۰	۱۲۱	جوہنپور کی بغاوت تمانیسہ مہینے	۱۱۵
۱۱۱	۱۲۲	جوگی اور سنا سپہن کی لڑائی	۱۱۶
۱۱۲	۱۲۳	اور دہلی کے صوبہ دار کی بغاوت	۱۱۷
۱۱۳	۱۲۴	مشرقی بغاوت کو اکبر کا فرو کرنا	۱۱۸
۱۱۴	۱۲۵	چتور کا قلعہ	۱۱۹
۱۱۵	۱۲۶	اکبر کا چتور کو فتح کرنا۔	۱۲۰
۱۱۶	۱۲۷	اکبر کا رنتھمبہ کو فتح کرنا	۱۲۱
۱۱۷	۱۲۸	فتح پور سیکری کا آباد ہونا اور	۱۲۲
۱۱۸	۱۲۹	شیخ سلیم چشتی سے اکبر کا اولاد	۱۲۳
۱۱۹	۱۳۰	کی درخواست کرنا۔	۱۲۴
۱۲۰	۱۳۱	شاہزادہ سلیم کا پیدا ہونا اکبر کا	۱۲۵
۱۲۱	۱۳۲	فتح پور سیکری کو اپنا مسکن بنانا	۱۲۶
۱۲۲	۱۳۳	اور شیخ سعید الدین چشتی کی	۱۲۷
۱۲۳	۱۳۴	بغاوت کا فرو ہونا۔	۱۲۸
۱۲۴	۱۳۵	اکبر کا والی خاندیس کی بیٹی سے	۱۲۹
۱۲۵	۱۳۶	نکاح۔	۱۳۰
۱۲۶	۱۳۷	اکبر کا اگرہ کے قلعہ کو ہونا۔	۱۳۱
۱۲۷	۱۳۸	افکون کی بغاوت۔	۱۳۲
۱۲۸	۱۳۹	اکبر کا بغاوت کے فرو کرنے کی	۱۳۳
۱۲۹	۱۴۰	طرف متوجہ ہونا اور باغیوں	۱۳۴
۱۳۰	۱۴۱	کے سرغنہ کا حاکم بنگالہ سید ملکن	۱۳۵
۱۳۱	۱۴۲	شاہی فوج کی شکست	۱۳۶
۱۳۲	۱۴۳	اکبر کا صلح کو منظور کرنا اور باغیوں	۱۳۷
۱۳۳	۱۴۴	کو اپنا دوست بنالینا۔	۱۳۸
۱۳۴	۱۴۵	اکبر کا قبضہ بہتاس پر اور اوڈیسہ	۱۳۹
۱۳۵	۱۴۶	سے پیش کش آنا۔	۱۴۰
۱۳۶	۱۴۷	اکبر کا شوق چوگان بازی سے	۱۴۱
۱۳۷	۱۴۸	اور ادس مکمل کا یورپ میں جانا	۱۴۲

۱۱۹	۱۵۲	اکبر کی دشمنی پر فتح اور راجہ	زیارت کرنا۔
۱۴۷		بہگوانداس اور مان سنگھ	اکبر کا ناگور جانا اور جوہپور بیکانیر
	۱۳۳	کی لڑائی میں شرکت۔	کے راجاؤں کا اسکے
	۱۵۳	بھوج اور سورت کا اکبر کے	پاس رکھنا اور اکبر کا پنجاب
		قبضہ میں آنا اور بادشاہ	جا کر لوٹ آنا۔
۱۴۸	۱۲۰	کا اگرہ کو جانا۔	گجرات میں بدعلی اور اکبر کا ارادہ
	۱۵۴	سارنگ کے باغی سردار کا پنجاب	اوسکی فتح کا۔
۱۴۹	۱۲۱	سنگ جا کر زخمی ہو کر مرنا اور قلعہ	اکبر کا حملہ گجرات پر
۱۵۰	۱۲۲	کا نگرہ کا اکبر کے ہاتھ نہ آنا۔	اکبر کا گجرات کے مالک ہونیکا
	۱۵۵	اکبر کا گجرات کو بلوہ کی خبر سنکر	اعلان اور احمد آباد کو دارالحکومت
		کر جانا۔	قرار دینا۔
۱۵۱	۱۲۶	اکبر کا گجرات نودن میں پہنچنا	اکبر کا بھوج اور سورت پر فوج
	۱۵۷	بہا ملنے طور پر اکبر کا باغیوں کو	بھیجنا اور سورت میں اپنے
	۲۸	غلبت دینا۔	طرفہ مندوں کے قتل کی خبر سن کر
	۱۵۸	اکبر کا گجرات کا بندوبست	سارنگہ کو جانا۔
۱۲۳			

۱۳۴	کابندوبست کرنا۔	۱۲۷	کے اور راستہ میں اجمیر	۱۵۸	ملکر واپس آنا۔
۱۳۵	بگالہ کی فتح۔	۱۲۸	کی زیارت اور ٹوڈرل سے	۱۵۹	اکبر کے مقبوضات اور بگالہ
۱۳۵	اکبر کا سیر و شکار راہ اجمیر۔	۱۲۹	کی فتح کا ارادہ۔	۱۶۰	اکبر کا فوج کشی کے وقت رعایا
۱۳۵	کوہانا۔	۱۳۰	کے نقصان کا معاوضہ دینا	۱۶۱	بگالہ کی حالت
۱۳۵	دیکر مرزوعہ بنوانا۔	۱۳۱	بادشاہ بگالہ اور صوبہ دار چوہدری	۱۶۲	سے چیرہ چار۔
۱۳۶	اکبر کے ملک کی وسعت اور	۱۳۲	اکبر کا پٹنہ میں اپنی محاصرہ فوج	۱۶۳	کے پاس پہنچنا۔
۱۳۶	مغربی ہند میں فتح و دبا۔	۱۳۳	اکبر کا پٹنہ کو لیکر اودھ خان کا	۱۶۴	تغائب کرنا۔
۱۳۶	اور ٹیپہ کی فتح اور دودھان	۱۳۴	اکبر کا اپنے جدید مفتوحہ ملک	۱۶۵	
۱۳۶	کا قتل	۱۳۵			
۱۳۷	عبادت خانہ کی تعمیر اور اسکین	۱۳۶			
۱۳۸	علماء و زہاد وغیرہ اہل کمال کا	۱۳۷			
۱۳۸	مجلس کرنا۔	۱۳۸			
۱۳۹	رانا نے میواڑ کا اکبر کو بی بی دینہ	۱۳۹			
۱۳۹	سے انکار اور راجا کی مجبوری	۱۴۰			

۱۴۳	رانا پر تاج سنگھ سے لڑائی	۱۸۰	ہندوہیت کر کے واپس آنا۔	۱۴۳
	اور اکبر کا میواڑ اور مالوہ وغیرہ	۱۸۱	ہنگامہ کی بغاوت اور اوسکا	
	کو جانا۔	۱۳۹	فروہونا۔	۱۴۴
۱۴۴	ایک لکھ حاجی مکہ اور پے کچھ	۱۸۱	سلیم کی شادی راجہ بہگوانداس	
	نقیس چیرین لانا اور اکبر کا پنجاب	۱۴۴	کے خاندان میں۔	۱۴۴
	اور اجمیر کو جا کر آنا۔	۱۴۱	ہندوؤں کا اکبر کی اطاعت	
۱۴۵	اکبر کی سلطنت کا عروج اور امن	۱۸۲	دل سے کرنا اور انہیں قتل	
	چین۔	۱۴۵	کا حاصل ہونا۔	۱۴۵
۱۴۶	اکبر کا محصول رابھاری اور جرنیہ	۱۸۳	ہندوؤں کو اکبر کے ساتھ	
	کو موقوف کرنا	۱۴۲	ازدواج وغیرہ سے فائدہ	
۱۴۷	اکبر کا حکیم مرزا کے حملہ کو روکنا		ہونا اور ادھکا اد سے اوتار	
	کیلئے پنجاب جانا۔	۱۴۶	سمجھنا۔	۱۴۶
۱۴۸	مراد کا کابل کو بھیجا جانا	۱۴۴	ہندوؤں کا مسلمانوں کے	
۱۴۹	مراد کا حکیم مرزا کو شکست دینا		ساتھ ازدواج کی برائی کو	
	اور اکبر کا کابل اور پنجاب کا		دل سے بھلانا	۱۴۷

۱۸۵	اکبر کا کابل کی حفاظت کے لئے	۱۹۱	دولت آباد اسیر اور احمد نگر
	کچھ کرنا اور سورت کی لڑائی میں	۱۵۳	کی فتح
	بیربل کا مارا جانا اور دادی خیمہ	۱۹۲	دکن میں اکبر کے سرداروں کی
	میں آخر کار اوسکی فتح۔	۱۴۷	ناموافقیت اور مراد کا خ تانا اور
۱۸۶	کشمیر کے حملہ کا بیان	۱۴۸	ابوالفضل کا قتل۔
۱۸۷	کشمیر کی فتح اور کابل میں مانگم	۱۹۳	جہانگیر کی عداوت ابوالفضل
	کا صوبہ دار ہو کر بنگالہ میں بھیجا	۱۵۴	سے۔
	جانا۔	۱۴۹	شاہزادہ سلیم کی بغاوت اکبر
۱۸۸	سندھ کی فتح اور اکبر کا کشمیر	۱۵۵	سے۔
	کابل جانا اور واپس ہونا۔	۱۹۵	سلیم کی مزاج سے بغاوت
۱۸۹	کا ٹھکانا اور کچھ کی فتح اور سندھ		کی ہو کا کابل فرد نہ ہونا اور
	کی کامل فتح	۱۵۱	اچھے کے راجہ کا ابوالفضل
۱۹۰	بہمہر کی بغاوت فرو نہ ہونا اور اکبر		کو قتل کرنا اور اکبر کا اوس پر
	کا سری نگر جانا اور تانا اور اولیہ	۱۵۶	فوج بھیجنا۔
	کی کامل فتح۔	۱۵۲	رانا پرتاب سنگھ کی مصیبت اور

۱۶۱	طر فدار ہونا	۱۵۷	پھر اوسکا میواڑ پر قبضہ اور ادوی لہر
۱۶۲	اکبر کی وصیت اور سلیم کو بادشاہ بنالکرنا۔	۱۵۸	آباد کرنا۔
۱۶۳	اکبر کے عہد کی آزادی مذہب اور ہر طبقہ کے حقوق کے مساوات۔	۱۵۹	۱۹۸ اکبر کا بیچ اولاد کی طر سے اور
	باب دوازدہ ہم	۱۶۰	اون کی شراب نوشی
	اکبر کے اصول اور اوس کا اندرونی انتظام	۲۰۰	۱۹۹ اکبر کی جانشینی کے لئے مانگ
	اکبر کا بنی نوع بشر کی روحانی خواہشوں کو جانچنا اور اوسکے ذہن کی انہیزیر قوت۔	۲۰۱	۲۰۰ وغیرہ کا خسرو کو تجویز کرنا
۱۶۵	مصنف کے نزدیک مسلمانوں کا دوسری قوموں کو ذلیل سمجھنا۔	۲۰۱	۲۰۱ اکبر کی تعظیم امر کے دل میں اور شاہزادہ خسرو کے خسرو اور راجہ مان سنگھ کے شاہزادہ سلیم کا
۱۶۶			

۲۰۶	اکبر کے خیال میں دوسرے	۲۱۳	اکبر کا ابو الفضل سے خوش ہونا۔
۲۰۷	مذاہب کی خوبیوں کا جتنا۔	۲۱۵	اکبر سے پہلے حکومتوں کے نقص اور میند کے باشندوں کی طعنت۔
۲۰۸	فیضی اور ابو الفضل کے خیالات کا اثر اکبر پر	۲۱۶	اکبر کا پچھلے حکمرانوں کی نقص حکمرانی کو دیکھ کر ہندوؤں کی طبیعت کے موافق طرز حکومت قائم کرنے کی تجویز۔
۲۰۹	فیضی کا اکبر کی خدمت میں پہنچنا اور اس کی قدر	۲۱۷	ابو الفضل کے سوالات پر
۲۱۰	فیضی کے شعر و سخن اور علمی لیاقت	۲۱۸	علماء کی بیہودہ گفتگوئیں اور اکبر کا اون سے ناراض ہونا
۲۱۱	ابو الفضل کی علمی لیاقت اور خیالات	۲۱۹	اور ابو الفضل کا بادشاہ کے روحانی اور جسمانی ہادی ہونے کا سوالیہ پیش کرنا۔
۲۱۲	ابو الفضل کا فاضل اصطفائی کی کتاب کو بغیر دیکھے درست کر لینا۔	۲۲۰	اکبر کا جدید طرز حکمرانی کی تحقیق کے واسطے علماء کی
۲۱۳	ابو الفضل کا دربار اکبری میں جانا اور اس کا مذاق	۲۲۱	

۱۸۴	اور ہندوون اور پارسیوں کی مشابہت اوس میں ہونا۔	۱۷۸	مختلین مقرر کرنا
۱۸۵	اکبر کی مجلس میں گوا کے پادری کا داخل ہونا۔	۱۷۹	ابوالفضل کے سوال کا بڑا اہم ہونا۔
۱۸۶	کتنے ہی مذہبوں کے علماء کی بحث اور ایک پادری کا مسلمان علماء کو بند کر دینا۔	۱۸۰	علماء کا ویکٹر اکبر کو مجتہد ماننا
۱۸۷	۲۲۸	۱۸۱	۲۲۱
۱۸۸	۲۲۹	۱۸۲	۲۲۲
۱۸۹	۲۳۰	۱۸۳	۲۲۳
۱۹۰	۲۳۱	۱۸۴	۲۲۴
۱۹۱	۲۳۲	۱۸۵	۲۲۵
۱۹۲	۲۳۳	۱۸۶	۲۲۶
۱۹۳	۲۳۴	۱۸۷	۲۲۷
۱۹۴	۲۳۵	۱۸۸	۲۲۸
۱۹۵	۲۳۶	۱۸۹	۲۲۹
۱۹۶	۲۳۷	۱۹۰	۲۳۰
۱۹۷	۲۳۸	۱۹۱	۲۳۱
۱۹۸	۲۳۹	۱۹۲	۲۳۲
۱۹۹	۲۴۰	۱۹۳	۲۳۳
۲۰۰	۲۴۱	۱۹۴	۲۳۴
۲۰۱	۲۴۲	۱۹۵	۲۳۵
۲۰۲	۲۴۳	۱۹۶	۲۳۶
۲۰۳	۲۴۴	۱۹۷	۲۳۷
۲۰۴	۲۴۵	۱۹۸	۲۳۸
۲۰۵	۲۴۶	۱۹۹	۲۳۹
۲۰۶	۲۴۷	۲۰۰	۲۴۰
۲۰۷	۲۴۸	۲۰۱	۲۴۱
۲۰۸	۲۴۹	۲۰۲	۲۴۲
۲۰۹	۲۵۰	۲۰۳	۲۴۳
۲۱۰	۲۵۱	۲۰۴	۲۴۴
۲۱۱	۲۵۲	۲۰۵	۲۴۵
۲۱۲	۲۵۳	۲۰۶	۲۴۶
۲۱۳	۲۵۴	۲۰۷	۲۴۷
۲۱۴	۲۵۵	۲۰۸	۲۴۸
۲۱۵	۲۵۶	۲۰۹	۲۴۹
۲۱۶	۲۵۷	۲۱۰	۲۵۰
۲۱۷	۲۵۸	۲۱۱	۲۵۱
۲۱۸	۲۵۹	۲۱۲	۲۵۲
۲۱۹	۲۶۰	۲۱۳	۲۵۳
۲۲۰	۲۶۱	۲۱۴	۲۵۴
۲۲۱	۲۶۲	۲۱۵	۲۵۵
۲۲۲	۲۶۳	۲۱۶	۲۵۶
۲۲۳	۲۶۴	۲۱۷	۲۵۷
۲۲۴	۲۶۵	۲۱۸	۲۵۸
۲۲۵	۲۶۶	۲۱۹	۲۵۹
۲۲۶	۲۶۷	۲۲۰	۲۶۰
۲۲۷	۲۶۸	۲۲۱	۲۶۱
۲۲۸	۲۶۹	۲۲۲	۲۶۲
۲۲۹	۲۷۰	۲۲۳	۲۶۳
۲۳۰	۲۷۱	۲۲۴	۲۶۴
۲۳۱	۲۷۲	۲۲۵	۲۶۵
۲۳۲	۲۷۳	۲۲۶	۲۶۶
۲۳۳	۲۷۴	۲۲۷	۲۶۷
۲۳۴	۲۷۵	۲۲۸	۲۶۸
۲۳۵	۲۷۶	۲۲۹	۲۶۹
۲۳۶	۲۷۷	۲۳۰	۲۷۰
۲۳۷	۲۷۸	۲۳۱	۲۷۱
۲۳۸	۲۷۹	۲۳۲	۲۷۲
۲۳۹	۲۸۰	۲۳۳	۲۷۳
۲۴۰	۲۸۱	۲۳۴	۲۷۴
۲۴۱	۲۸۲	۲۳۵	۲۷۵
۲۴۲	۲۸۳	۲۳۶	۲۷۶
۲۴۳	۲۸۴	۲۳۷	۲۷۷
۲۴۴	۲۸۵	۲۳۸	۲۷۸
۲۴۵	۲۸۶	۲۳۹	۲۷۹
۲۴۶	۲۸۷	۲۴۰	۲۸۰
۲۴۷	۲۸۸	۲۴۱	۲۸۱
۲۴۸	۲۸۹	۲۴۲	۲۸۲
۲۴۹	۲۹۰	۲۴۳	۲۸۳
۲۵۰	۲۹۱	۲۴۴	۲۸۴
۲۵۱	۲۹۲	۲۴۵	۲۸۵
۲۵۲	۲۹۳	۲۴۶	۲۸۶
۲۵۳	۲۹۴	۲۴۷	۲۸۷
۲۵۴	۲۹۵	۲۴۸	۲۸۸
۲۵۵	۲۹۶	۲۴۹	۲۸۹
۲۵۶	۲۹۷	۲۵۰	۲۹۰
۲۵۷	۲۹۸	۲۵۱	۲۹۱
۲۵۸	۲۹۹	۲۵۲	۲۹۲
۲۵۹	۳۰۰	۲۵۳	۲۹۳
۲۶۰	۳۰۱	۲۵۴	۲۹۴
۲۶۱	۳۰۲	۲۵۵	۲۹۵
۲۶۲	۳۰۳	۲۵۶	۲۹۶
۲۶۳	۳۰۴	۲۵۷	۲۹۷
۲۶۴	۳۰۵	۲۵۸	۲۹۸
۲۶۵	۳۰۶	۲۵۹	۲۹۹
۲۶۶	۳۰۷	۲۶۰	۳۰۰
۲۶۷	۳۰۸	۲۶۱	۳۰۱
۲۶۸	۳۰۹	۲۶۲	۳۰۲
۲۶۹	۳۱۰	۲۶۳	۳۰۳
۲۷۰	۳۱۱	۲۶۴	۳۰۴
۲۷۱	۳۱۲	۲۶۵	۳۰۵
۲۷۲	۳۱۳	۲۶۶	۳۰۶
۲۷۳	۳۱۴	۲۶۷	۳۰۷
۲۷۴	۳۱۵	۲۶۸	۳۰۸
۲۷۵	۳۱۶	۲۶۹	۳۰۹
۲۷۶	۳۱۷	۲۷۰	۳۱۰
۲۷۷	۳۱۸	۲۷۱	۳۱۱
۲۷۸	۳۱۹	۲۷۲	۳۱۲
۲۷۹	۳۲۰	۲۷۳	۳۱۳
۲۸۰	۳۲۱	۲۷۴	۳۱۴
۲۸۱	۳۲۲	۲۷۵	۳۱۵
۲۸۲	۳۲۳	۲۷۶	۳۱۶
۲۸۳	۳۲۴	۲۷۷	۳۱۷
۲۸۴	۳۲۵	۲۷۸	۳۱۸
۲۸۵	۳۲۶	۲۷۹	۳۱۹
۲۸۶	۳۲۷	۲۸۰	۳۲۰
۲۸۷	۳۲۸	۲۸۱	۳۲۱
۲۸۸	۳۲۹	۲۸۲	۳۲۲
۲۸۹	۳۳۰	۲۸۳	۳۲۳
۲۹۰	۳۳۱	۲۸۴	۳۲۴
۲۹۱	۳۳۲	۲۸۵	۳۲۵
۲۹۲	۳۳۳	۲۸۶	۳۲۶
۲۹۳	۳۳۴	۲۸۷	۳۲۷
۲۹۴	۳۳۵	۲۸۸	۳۲۸
۲۹۵	۳۳۶	۲۸۹	۳۲۹
۲۹۶	۳۳۷	۲۹۰	۳۳۰
۲۹۷	۳۳۸	۲۹۱	۳۳۱
۲۹۸	۳۳۹	۲۹۲	۳۳۲
۲۹۹	۳۴۰	۲۹۳	۳۳۳
۳۰۰	۳۴۱	۲۹۴	۳۳۴
۳۰۱	۳۴۲	۲۹۵	۳۳۵
۳۰۲	۳۴۳	۲۹۶	۳۳۶
۳۰۳	۳۴۴	۲۹۷	۳۳۷
۳۰۴	۳۴۵	۲۹۸	۳۳۸
۳۰۵	۳۴۶	۲۹۹	۳۳۹
۳۰۶	۳۴۷	۳۰۰	۳۴۰
۳۰۷	۳۴۸	۳۰۱	۳۴۱
۳۰۸	۳۴۹	۳۰۲	۳۴۲
۳۰۹	۳۵۰	۳۰۳	۳۴۳
۳۱۰	۳۵۱	۳۰۴	۳۴۴
۳۱۱	۳۵۲	۳۰۵	۳۴۵
۳۱۲	۳۵۳	۳۰۶	۳۴۶
۳۱۳	۳۵۴	۳۰۷	۳۴۷
۳۱۴	۳۵۵	۳۰۸	۳۴۸
۳۱۵	۳۵۶	۳۰۹	۳۴۹
۳۱۶	۳۵۷	۳۱۰	۳۵۰
۳۱۷	۳۵۸	۳۱۱	۳۵۱
۳۱۸	۳۵۹	۳۱۲	۳۵۲
۳۱۹	۳۶۰	۳۱۳	۳۵۳
۳۲۰	۳۶۱	۳۱۴	۳۵۴
۳۲۱	۳۶۲	۳۱۵	۳۵۵
۳۲۲	۳۶۳	۳۱۶	۳۵۶
۳۲۳	۳۶۴	۳۱۷	۳۵۷
۳۲۴	۳۶۵	۳۱۸	۳۵۸
۳۲۵	۳۶۶	۳۱۹	۳۵۹
۳۲۶	۳۶۷	۳۲۰	۳۶۰
۳۲۷	۳۶۸	۳۲۱	۳۶۱
۳۲۸	۳۶۹	۳۲۲	۳۶۲
۳۲۹	۳۷۰	۳۲۳	۳۶۳
۳۳۰	۳۷۱	۳۲۴	۳۶۴
۳۳۱	۳۷۲	۳۲۵	۳۶۵
۳۳۲	۳۷۳	۳۲۶	۳۶۶
۳۳۳	۳۷۴	۳۲۷	۳۶۷
۳۳۴	۳۷۵	۳۲۸	۳۶۸
۳۳۵	۳۷۶	۳۲۹	۳۶۹
۳۳۶	۳۷۷	۳۳۰	۳۷۰
۳۳۷	۳۷۸	۳۳۱	۳۷۱
۳۳۸	۳۷۹	۳۳۲	۳۷۲
۳۳۹	۳۸۰	۳۳۳	۳۷۳
۳۴۰	۳۸۱	۳۳۴	۳۷۴
۳۴۱	۳۸۲	۳۳۵	۳۷۵
۳۴۲	۳۸۳	۳۳۶	۳۷۶
۳۴۳	۳۸۴	۳۳۷	۳۷۷
۳۴۴	۳۸۵	۳۳۸	۳۷۸
۳۴۵	۳۸۶	۳۳۹	۳۷۹
۳۴۶	۳۸۷	۳۴۰	۳۸۰
۳۴۷	۳۸۸	۳۴۱	۳۸۱
۳۴۸	۳۸۹	۳۴۲	۳۸۲
۳۴۹	۳۹۰	۳۴۳	۳۸۳
۳۵۰	۳۹۱	۳۴۴	۳۸۴
۳۵۱	۳۹۲	۳۴۵	۳۸۵
۳۵۲	۳۹۳	۳۴۶	۳۸۶
۳۵۳	۳۹۴	۳۴۷	۳۸۷
۳۵۴	۳۹۵	۳۴۸	۳۸۸
۳۵۵	۳۹۶	۳۴۹	۳۸۹
۳۵۶	۳۹۷	۳۵۰	۳۹۰
۳۵۷	۳۹۸	۳۵۱	۳۹۱
۳۵۸	۳۹۹	۳۵۲	۳۹۲
۳۵۹	۴۰۰	۳۵۳	۳۹۳
۳۶۰	۴۰۱	۳۵۴	۳۹۴
۳۶۱	۴۰۲	۳۵۵	۳۹۵
۳۶۲	۴۰۳	۳۵۶	۳۹۶
۳۶۳	۴۰۴	۳۵۷	۳۹۷
۳۶۴	۴۰۵	۳۵۸	۳۹۸
۳۶۵	۴۰۶	۳۵۹	۳۹۹
۳۶۶	۴۰۷	۳۶۰	۴۰۰
۳۶۷	۴۰۸	۳۶۱	۴۰۱
۳۶۸	۴۰۹	۳۶۲	۴۰۲
۳۶۹	۴۱۰	۳۶۳	۴۰۳
۳۷۰	۴۱۱	۳۶۴	۴۰۴
۳۷۱	۴۱۲	۳۶۵	۴۰۵
۳۷۲	۴۱۳	۳۶۶	۴۰۶
۳۷۳	۴۱۴	۳۶۷	۴۰۷
۳۷۴	۴۱۵	۳۶۸	۴۰۸
۳۷۵	۴۱۶	۳۶۹	۴۰۹
۳۷۶	۴۱۷	۳۷۰	۴۱۰
۳۷۷	۴۱۸	۳۷۱	۴۱۱
۳۷۸	۴۱۹	۳۷۲	۴۱۲
۳۷۹	۴۲۰	۳۷۳	۴۱۳
۳۸۰	۴۲۱	۳۷۴	۴۱۴
۳۸۱	۴۲۲	۳۷۵	۴۱۵
۳۸۲	۴۲۳	۳۷۶	۴۱۶
۳۸۳	۴۲۴	۳۷۷	۴۱۷
۳۸۴	۴۲۵	۳۷۸	۴۱۸
۳۸۵	۴۲۶	۳۷۹	۴۱۹
۳۸۶	۴۲۷	۳۸۰	۴۲۰
۳۸۷	۴۲۸	۳۸۱	۴۲۱
۳۸۸	۴۲۹	۳۸۲	۴۲۲
۳۸۹	۴۳۰	۳۸۳	۴۲۳
۳۹۰	۴۳۱	۳۸۴	۴۲۴
۳۹۱	۴۳۲	۳۸۵	۴۲۵
۳۹۲	۴۳۳	۳۸۶	۴۲۶
۳۹۳	۴۳۴	۳۸۷	۴۲۷
۳۹۴	۴۳۵	۳۸۸	۴۲۸
۳۹۵	۴۳۶	۳۸۹	۴۲۹
۳۹۶	۴۳۷	۳۹۰	۴۳۰
۳۹۷	۴۳۸	۳۹۱	۴۳۱
۳۹۸	۴۳۹	۳۹۲	۴۳۲
۳۹۹	۴۴۰	۳۹۳	۴۳۳
۴۰۰	۴۴۱	۳۹۴	۴۳۴
۴۰۱	۴۴۲	۳۹۵	۴۳۵
۴۰۲	۴۴۳	۳۹۶	۴۳۶
۴۰۳	۴۴۴	۳۹۷	۴۳۷
۴۰۴	۴۴۵	۳۹۸	۴۳۸
۴۰۵	۴۴۶	۳۹۹	۴۳۹
۴۰۶	۴۴۷	۴۰۰	۴۴۰
۴۰۷	۴۴۸	۴۰۱	۴۴۱
۴۰۸	۴۴۹	۴۰۲	۴۴۲
۴۰۹	۴۵۰	۴۰۳	۴۴۳
۴۱۰	۴۵۱	۴۰۴	۴۴۴
۴۱۱	۴۵۲	۴۰۵	۴۴۵
۴۱۲	۴۵۳	۴۰۶	۴۴۶
۴۱۳	۴۵۴	۴۰۷	۴۴۷
۴۱۴	۴۵۵	۴۰۸	۴۴۸
۴۱۵	۴۵۶	۴۰۹	۴۴۹
۴۱۶	۴۵۷	۴۱۰	۴۵۰
۴۱۷	۴۵۸	۴۱۱	۴۵۱
۴۱۸	۴۵۹	۴۱۲	۴۵۲
۴۱۹	۴۶۰	۴۱۳	۴۵۳
۴۲۰	۴۶۱	۴۱۴	۴۵۴
۴۲۱	۴۶۲	۴۱۵	۴۵۵
۴۲۲	۴۶۳	۴۱۶	۴۵۶
۴۲۳	۴۶۴	۴۱۷	۴۵۷
۴۲۴	۴۶۵	۴۱۸	۴۵۸
۴۲۵	۴۶۶	۴۱۹	۴۵۹
۴۲۶	۴۶۷	۴۲۰	۴۶۰
۴۲۷	۴۶۸	۴۲۱	۴۶۱
۴۲۸	۴۶۹	۴۲۲	۴۶۲

۱۹۷	جمع کرنا۔	کی طرف اور اس کے مذہب	۲۳۱
	ابوالفضل و فیضی کے مہمل	کا اس کے عمر نے پرمجنا	
	کارفہ عامہ پر مبنی ہونا۔	اور اس کے قوانین ہی رفتہ	
	پچھلے مسلمان سرداروں کی	رفتہ خراب ہو جانا۔	۱۸۹
۲۰۰	اولاد کا اکبر سے راہنی نہونا۔	ہندوؤں میں سستی کی رسم	۲۳۲
	اکبر کا سیکو بونڈی غلام	اکبر کا سستی کی رسم کو قوت کرنا	۲۳۳
	نہ بنانا۔	اکبر کا جلیل کی راہنی کو سستی	۲۳۵
	اکبر کا ہندو جاتریوں پر سے	ہونے سے بچانا۔	۲۳۴
۲۰۲	محمول ہو قوت کرنا۔	اکبر کا شیخی کرنے والے علما	۲۳۶
	جزیرہ کے سب سے اہلکاروں	سے نفرت کرنا۔	۱۹۳
۲۰۴	کے مظالم۔	خان اعظم نواز غزنیہ کا دین آہی	۲۳۷
	اکبر کا جزیرہ لینے کو قوت	میں داخل ہونا۔	۱۹۴
۲۰۵	کرنا۔	اکبر کے دربار کے علما	۲۳۸
	اکبر کا ازدواج ثانی کو جاری	عبدالغادر بلایہ فی	۲۳۹
	کرنا اور مابلغ بچوں کی شادی	اکبر کا علمی شوق اور کتابوں کا	۲۴۰

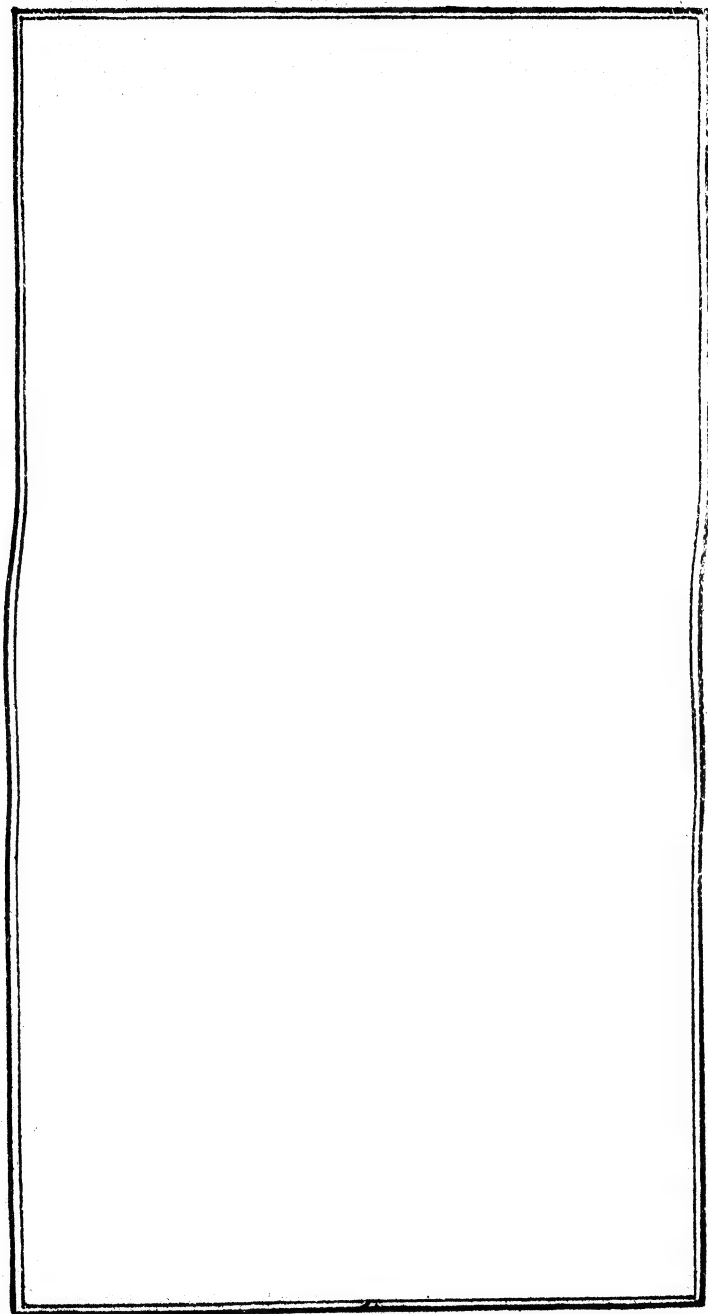
۲۰۹	صبر و تحمل	۲۰۶	کو اور قربانی کے جانورون کو ملنے وغیرہ سے نفرت کرنا۔
۲۱۰	اکبر کی قیافہ شناسی اور توہمات کا معتقد ہونا اور این	۲۰۸	اکبر کا نماز روزہ میں کمی کرنا
۲۱۱	جہان داری کو غور سے بنانا۔	۲۰۹	خشنہ کی مزاحمت گائے کے ذبح کرنے کی ممانعت خشنہ کے گوشت کے فروخت کرنے کی اجازت اور کشون کو پاک جاننا اور شراب خواری کا رواج دینا۔
۲۱۲	کی قدرت	۲۱۰	اکبر کا ڈاڑھی منڈوانا۔
۲۱۳	اکبر کی گوشت سے نفرت اور میوہ دن کا شوق۔	۲۱۱	اکبر کا اپنے رشتہ دارون سے محبت کرنا۔
۲۱۴	اکبر کی تقسیم کے اوقات اور ایک وقت کھانا کھانا۔	۲۱۲	اکبر کی تجویز ہندوون سے پختہ میل جول کے اور کاپون کا ہندوون کو دوست بنانا۔
۲۱۵	اکبر کی تہذیب ہندوون سے	۲۱۳	اکبر کے بیٹون کی موت اور
۲۱۶	پختہ میل جول کے اور کاپون	۲۱۴	جہانگیر کی بغاوت پر اکبر کا
۲۱۷	کا ہندوون کو دوست بنانا۔	۲۱۵	

۲۵۷	اکبر کا ہندوؤں سے بیگانہ	۲۱۴	اکبر کا شیر شاہی اصول نگار
۲۵۸	لیکراؤن سے رشتہ کرنا	۲۱۵	اکبر کو جاری کرنا۔
۲۵۹	رجپوتوں کا اکبر کو دوست	۲۱۶	۲۲۰
	سمجھنا اور سلیم کا بیاہ بھگوانداس	۲۱۷	۲۲۱
	کی بیٹی سے۔	۲۱۸	۲۲۲
۲۶۰	اکبر کا اصول اتفاق پیدا کرنا	۲۱۹	۲۲۳
	اور ٹاٹ صاحب مورخ پر اعتراض	۲۲۰	۲۲۴
۲۶۱	شاہ جہان کا ہندو رانی	۲۲۱	۲۲۵
	کے پیڑھے پیدا ہونا اور	۲۲۲	۲۲۶
	اوس سے اوسکی سلطنت	۲۲۳	۲۲۷
	کی خوبی۔	۲۲۴	۲۲۸
۲۶۲	اکبر کی: ان	۲۲۵	۲۲۹
۲۶۳	شیر شاہ کے اصول گزاری	۲۲۶	۲۳۰
		۲۲۷	۲۳۱
		۲۲۸	۲۳۲
		۲۲۹	۲۳۳
		۲۳۰	۲۳۴
		۲۳۱	۲۳۵
		۲۳۲	۲۳۶
		۲۳۳	۲۳۷
		۲۳۴	۲۳۸
		۲۳۵	۲۳۹
		۲۳۶	۲۴۰
		۲۳۷	۲۴۱
		۲۳۸	۲۴۲
		۲۳۹	۲۴۳
		۲۴۰	۲۴۴
		۲۴۱	۲۴۵
		۲۴۲	۲۴۶
		۲۴۳	۲۴۷
		۲۴۴	۲۴۸
		۲۴۵	۲۴۹
		۲۴۶	۲۵۰
		۲۴۷	۲۵۱
		۲۴۸	۲۵۲
		۲۴۹	۲۵۳
		۲۵۰	۲۵۴
		۲۵۱	۲۵۵
		۲۵۲	۲۵۶
		۲۵۳	۲۵۷
		۲۵۴	۲۵۸
		۲۵۵	۲۵۹
		۲۵۶	۲۶۰
		۲۵۷	۲۶۱
		۲۵۸	۲۶۲
		۲۵۹	۲۶۳
		۲۶۰	۲۶۴
		۲۶۱	۲۶۵
		۲۶۲	۲۶۶
		۲۶۳	۲۶۷
		۲۶۴	۲۶۸
		۲۶۵	۲۶۹
		۲۶۶	۲۷۰
		۲۶۷	۲۷۱
		۲۶۸	۲۷۲
		۲۶۹	۲۷۳
		۲۷۰	۲۷۴
		۲۷۱	۲۷۵
		۲۷۲	۲۷۶
		۲۷۳	۲۷۷
		۲۷۴	۲۷۸
		۲۷۵	۲۷۹
		۲۷۶	۲۸۰
		۲۷۷	۲۸۱
		۲۷۸	۲۸۲
		۲۷۹	۲۸۳
		۲۸۰	۲۸۴
		۲۸۱	۲۸۵
		۲۸۲	۲۸۶
		۲۸۳	۲۸۷
		۲۸۴	۲۸۸
		۲۸۵	۲۸۹
		۲۸۶	۲۹۰
		۲۸۷	۲۹۱
		۲۸۸	۲۹۲
		۲۸۹	۲۹۳
		۲۹۰	۲۹۴
		۲۹۱	۲۹۵
		۲۹۲	۲۹۶
		۲۹۳	۲۹۷
		۲۹۴	۲۹۸
		۲۹۵	۲۹۹
		۲۹۶	۳۰۰
		۲۹۷	۳۰۱
		۲۹۸	۳۰۲
		۲۹۹	۳۰۳
		۳۰۰	۳۰۴
		۳۰۱	۳۰۵
		۳۰۲	۳۰۶
		۳۰۳	۳۰۷
		۳۰۴	۳۰۸
		۳۰۵	۳۰۹
		۳۰۶	۳۱۰
		۳۰۷	۳۱۱
		۳۰۸	۳۱۲
		۳۰۹	۳۱۳
		۳۱۰	۳۱۴
		۳۱۱	۳۱۵
		۳۱۲	۳۱۶
		۳۱۳	۳۱۷
		۳۱۴	۳۱۸
		۳۱۵	۳۱۹
		۳۱۶	۳۲۰
		۳۱۷	۳۲۱
		۳۱۸	۳۲۲
		۳۱۹	۳۲۳
		۳۲۰	۳۲۴
		۳۲۱	۳۲۵
		۳۲۲	۳۲۶
		۳۲۳	۳۲۷
		۳۲۴	۳۲۸
		۳۲۵	۳۲۹
		۳۲۶	۳۳۰
		۳۲۷	۳۳۱
		۳۲۸	۳۳۲
		۳۲۹	۳۳۳
		۳۳۰	۳۳۴
		۳۳۱	۳۳۵
		۳۳۲	۳۳۶
		۳۳۳	۳۳۷
		۳۳۴	۳۳۸
		۳۳۵	۳۳۹
		۳۳۶	۳۴۰
		۳۳۷	۳۴۱
		۳۳۸	۳۴۲
		۳۳۹	۳۴۳
		۳۴۰	۳۴۴
		۳۴۱	۳۴۵
		۳۴۲	۳۴۶
		۳۴۳	۳۴۷
		۳۴۴	۳۴۸
		۳۴۵	۳۴۹
		۳۴۶	۳۵۰
		۳۴۷	۳۵۱
		۳۴۸	۳۵۲
		۳۴۹	۳۵۳
		۳۵۰	۳۵۴
		۳۵۱	۳۵۵
		۳۵۲	۳۵۶
		۳۵۳	۳۵۷
		۳۵۴	۳۵۸
		۳۵۵	۳۵۹
		۳۵۶	۳۶۰
		۳۵۷	۳۶۱
		۳۵۸	۳۶۲
		۳۵۹	۳۶۳
		۳۶۰	۳۶۴
		۳۶۱	۳۶۵
		۳۶۲	۳۶۶
		۳۶۳	۳۶۷
		۳۶۴	۳۶۸
		۳۶۵	۳۶۹
		۳۶۶	۳۷۰
		۳۶۷	۳۷۱
		۳۶۸	۳۷۲
		۳۶۹	۳۷۳
		۳۷۰	۳۷۴
		۳۷۱	۳۷۵
		۳۷۲	۳۷۶
		۳۷۳	۳۷۷
		۳۷۴	۳۷۸
		۳۷۵	۳۷۹
		۳۷۶	۳۸۰
		۳۷۷	۳۸۱
		۳۷۸	۳۸۲
		۳۷۹	۳۸۳
		۳۸۰	۳۸۴
		۳۸۱	۳۸۵
		۳۸۲	۳۸۶
		۳۸۳	۳۸۷
		۳۸۴	۳۸۸
		۳۸۵	۳۸۹
		۳۸۶	۳۹۰
		۳۸۷	۳۹۱
		۳۸۸	۳۹۲
		۳۸۹	۳۹۳
		۳۹۰	۳۹۴
		۳۹۱	۳۹۵
		۳۹۲	۳۹۶
		۳۹۳	۳۹۷
		۳۹۴	۳۹۸
		۳۹۵	۳۹۹
		۳۹۶	۴۰۰
		۳۹۷	۴۰۱
		۳۹۸	۴۰۲
		۳۹۹	۴۰۳
		۴۰۰	۴۰۴
		۴۰۱	۴۰۵
		۴۰۲	۴۰۶
		۴۰۳	۴۰۷
		۴۰۴	۴۰۸
		۴۰۵	۴۰۹
		۴۰۶	۴۱۰
		۴۰۷	۴۱۱
		۴۰۸	۴۱۲
		۴۰۹	۴۱۳
		۴۱۰	۴۱۴
		۴۱۱	۴۱۵
		۴۱۲	۴۱۶
		۴۱۳	۴۱۷
		۴۱۴	۴۱۸
		۴۱۵	۴۱۹
		۴۱۶	۴۲۰
		۴۱۷	۴۲۱
		۴۱۸	۴۲۲
		۴۱۹	۴۲۳
		۴۲۰	۴۲۴
		۴۲۱	۴۲۵
		۴۲۲	۴۲۶
		۴۲۳	۴۲۷
		۴۲۴	۴۲۸
		۴۲۵	۴۲۹
		۴۲۶	۴۳۰
		۴۲۷	۴۳۱
		۴۲۸	۴۳۲
		۴۲۹	۴۳۳
		۴۳۰	۴۳۴
		۴۳۱	۴۳۵
		۴۳۲	۴۳۶
		۴۳۳	۴۳۷
		۴۳۴	۴۳۸
		۴۳۵	۴۳۹
		۴۳۶	۴۴۰
		۴۳۷	۴۴۱
		۴۳۸	۴۴۲
		۴۳۹	۴۴۳
		۴۴۰	۴۴۴
		۴۴۱	۴۴۵
		۴۴۲	۴۴۶
		۴۴۳	۴۴۷
		۴۴۴	۴۴۸
		۴۴۵	۴۴۹
		۴۴۶	۴۵۰
		۴۴۷	۴۵۱
		۴۴۸	۴۵۲
		۴۴۹	۴۵۳
		۴۵۰	۴۵۴
		۴۵۱	۴۵۵
		۴۵۲	۴۵۶
		۴۵۳	۴۵۷
		۴۵۴	۴۵۸
		۴۵۵	۴۵۹
		۴۵۶	۴۶۰
		۴۵۷	۴۶۱
		۴۵۸	۴۶۲
		۴۵۹	۴۶۳
		۴۶۰	۴۶۴
		۴۶۱	۴۶۵
		۴۶۲	۴۶۶
		۴۶۳	۴۶۷
		۴۶۴	۴۶۸
		۴۶۵	۴۶۹
		۴۶۶	۴۷۰
		۴۶۷	۴۷۱
		۴۶۸	۴۷۲
		۴۶۹	۴۷۳
		۴۷۰	۴۷۴
		۴۷۱	۴۷۵
		۴۷۲	۴۷۶
		۴۷۳	۴۷۷
		۴۷۴	۴۷۸
		۴۷۵	۴۷۹
		۴۷۶	۴۸۰
		۴۷۷	۴۸۱
		۴۷۸	۴۸۲
		۴۷۹	۴۸۳
		۴۸۰	۴۸۴
		۴۸۱	۴۸۵
		۴۸۲	۴۸۶
		۴۸۳	۴۸۷
		۴۸۴	۴۸۸
		۴۸۵	۴۸۹
		۴۸۶	۴۹۰
		۴۸۷	۴۹۱
		۴۸۸	۴۹۲
		۴۸۹	۴۹۳
		۴۹۰	۴۹۴
		۴۹۱	۴۹۵
		۴۹۲	۴۹۶
		۴۹۳	۴۹۷
		۴۹۴	۴۹۸
		۴۹۵	۴۹۹
		۴۹۶	۵۰۰
		۴۹۷	۵۰۱
		۴۹۸	۵۰۲
		۴۹۹	۵۰۳
		۵۰۰	۵۰۴
		۵۰۱	۵۰۵
		۵۰۲	۵۰۶
		۵۰۳	۵۰۷
		۵۰۴	۵۰۸
		۵۰۵	۵۰۹
		۵۰۶	۵۱۰
		۵۰۷	۵۱۱
		۵۰۸	۵۱۲
		۵۰۹	۵۱۳
		۵۱۰	۵۱۴
		۵۱۱	۵۱۵
		۵۱۲	۵۱۶
		۵۱۳	۵۱۷
		۵۱۴	۵۱۸
		۵۱۵	۵۱۹
		۵۱۶	۵۲۰
		۵۱۷	۵۲۱
		۵۱۸	۵۲۲
		۵۱۹	۵۲۳
		۵۲۰	۵۲۴
		۵۲۱	۵۲۵
		۵۲۲	۵۲۶
		۵۲۳	۵۲۷
		۵۲۴	۵۲۸
		۵۲۵	۵۲۹
		۵۲۶	۵۳۰
		۵۲۷	۵۳۱
		۵۲۸	۵۳۲
		۵۲۹	۵۳۳
		۵۳۰	۵۳۴
		۵۳۱	۵۳۵
		۵۳۲	۵۳۶
		۵۳۳	۵۳۷
		۵۳۴	۵۳۸
		۵۳۵	۵۳۹
		۵۳۶	۵۴۰
		۵۳۷	۵۴۱
		۵۳۸	۵۴۲
		۵۳۹	۵۴۳
		۵۴۰	۵۴۴
		۵۴۱	۵۴۵
		۵۴۲	۵۴۶
		۵۴۳	۵۴۷
		۵۴۴	۵۴۸
		۵۴۵	۵۴۹
		۵۴۶	۵۵۰
		۵۴۷	۵۵۱
		۵۴۸	۵۵۲
		۵۴۹	۵۵۳
		۵۵۰	۵۵۴

۲۳۱	سالگرہ	۲۲۵	چیمین کر اکبر کا ملک بد کرنا۔
	تہواروں کے دن کے	۲۴۳	اکبر کے اصول مالگزاری
	لباس اور آرائشیں اور		پرافتخار صاحب کا اعتراف
۲۳۲	نمائشیں	۲۲۶	اور اسکی ترویج :-
	اکبر کی نیت میں اتحاد مملکت	۲۲۷	راجہ ٹوڈرل اور اوسکی پوجا
	پیدا کرنا اور پہلے مسلمان	۲۴۵	اکبر کی فوج اور ہاتیوں کا شکار
	بادشاہوں کا قرآنی آیتوں	۲۲۸	علامت ہونا۔
	کے معافی بگاڑ کر بند ہونے	۲۲۹	صوبہ دار اور فوجدار
۲۳۳	پر ظلم کو جائز ٹھہرانا	۲۴۷	اکبر کے قوانین کا ماخذ قرآن
	اکبر کا کلمہ شہادت کو تبدیل	۲۴۸	شریف تھا۔
	کرنا اور مصنف کے نزدیک	۲۴۸	مشرقی ملکوں میں بادشاہ کو
	اوسکی دلیل اور قرآن کی تعلیم		اپنا جاہ و جلال دکھانا ضرور
۲۳۴	کا بزور شمشیر سکھایا جانا۔	۲۳۰	ہے۔
	قرآن کی حبیبہ علیہ السلام مخلوق	۲۴۹	اکبر کا تہواروں کے دن
	میں اتحاد نہ پہنچنے		جاہ و جلال اور اوس کی

۲۳۸	کے مزاج کی نرمی	۲۳۵	کی سبب اکبر کا پیغمبر بنا۔
	اکبر کے اصول پر چلنے سے	۲۸۴	اکبر کا اسلام کو شمشیر کا مذہب
۲۳۹	انگریزوں کی سلطنت کا قیام		بننے سے روکنا اور ہندوؤں
	اکبر کا مقابلہ اوس کے معاصر	۲۳۶	کی حمایت کرنا۔
	یورپ کے بادشاہوں سے	۲۸۵	اکبر کی کشور کشائی کی وجہ اور
	اور جہانگیر کی حکومت کا		مذہبی عداوت کا دور کرنا
	اکبر کے بنائے ہوئے	۲۸۶	اکبر کا کہنا کہ مین قرآن کے
	اصول کے سبب سے قیام	۲۳۷	سچے اصول کو پہیلانا ہوں۔
	— ❦ —	۲۸۷	مذہب ہندو زرتشتی نصرانی
			وغیرہ مذہبوں کی ترقی اور اکبر

بِالْحَمْدِ لِلَّهِ



سلسلہ تصانیف

جلد ہفتم

نظام اکبری

ترجمہ رولز آف انڈیا در بیان حالات اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بی مالین ہی ایس آئی ویکو
سر دیلم ولسن مٹیر کے سی ایس آئی
جمین

بابر کی مختصر سوانح نوی اور بے نظیر بیانات اور فتح ہندوستان کا ذکر اور کچھ جاپون کا تذکرہ اور کچھ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ
دہلی کی محل سوانح نوی و فتوحات ہند اور بالتفصیل اس کے نظام سلطنت اور طرز حکمرانی اور اس کی خوبیوں اور غلیہ
سلطنت کی ہندوستان میں چرچہ کرنے اور سب سے بڑے کچھ ہندو کے ساتھ اس کی عادتیں کرنے کا بیان بہت

اور

بہت مبارک مہد

حضرت خاقان ابن خاقان سکندر شوکت داراد بان میر محبوب علی خان بہادر فتح جنگ
نظام الدولہ نظام الملک سلاطین الملک آصف شاہ ساس والی دکن حیدر اللہ ملک
دہر ہایت دنگرائی

شمس العلماء مولوی سید علی صاحب ہلالی بی ایس بی ریل ایف جی ایس

ایسوسی ایٹ ریل اسکول آف مینس لندن

ممبر آف دکن ایسوسی ایشن آف گرٹ برٹین انڈیا ریمیت

ممبر آف وی تارنہ آف انجینئرنگ انسٹی ٹیوشن آف مائیک انجینیرس

ممبر ایسوسی ایشن آف انجینئرنگ و مینس

بی ایل گوڈ میڈلسٹ کلکتہ یونیورسٹی

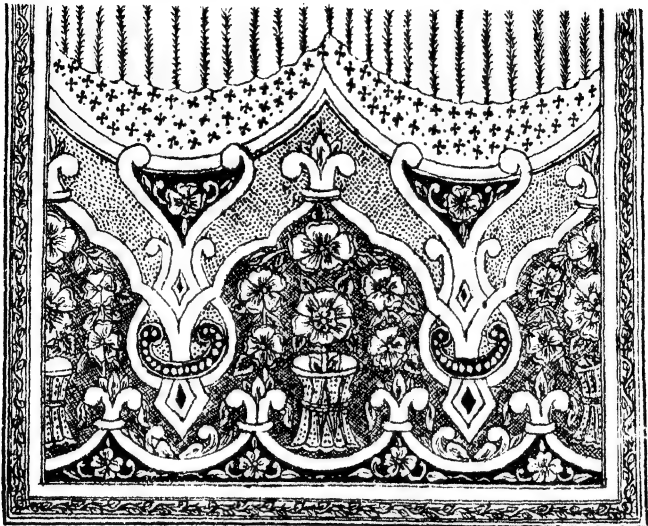
متمن سنسکرت مدراس یونیورسٹی وغیرہ وغیرہ

مستخرج میڈل بورس پرنسپل انگریزی و تمدن عرب اور اسلامی وغیرہ

مستخرج تیسری درجہ و مدنیات و صفاتی وغیرہ مائیک مدراس کا نظام

سہرشتہ علوم و فنون میں ترجمہ نوی

اور مطبع شمسید راہ آباد دکن میں طبع ہئی



باب اول . توجیہ مقصد

جس عظیم الشان بادشاہ نے ہندوستان میں مغلیہ حکومت کو جا دیا اور باسقلال نیا
 اسے قائم کر دیا اس کی مختصر سوانح عمری میں میں نے جس غرض سے یہ رسالہ لکھا ہے
 اس مقصد کو میں یہاں باجبار و اختصار بیان کرتا ہوں امید ہے کہ ناظرین مجھے اس سبب خوشی
 سے معاف فرمائیں گے۔

یہ خیال کہ ایک ایسی سلطنت قائم کی جاے سب سے پہلے اکبر کے ہی دل میں نہیں آیا
 تھا۔ بلکہ اس کے جد امجد بابر بادشاہ نے ہندوستان کا ایک بہت بڑا حصہ فتح کر لیا تھا لیکن

ایک ایسے قلیل پانچ برس کے عرصہ میں جو فتح ہندوستان سے اوس کی موت تک گذرا
 اوسکو بہت ہی کم ایسے مواقع ملے کہ جس میں وہ مدبر سلطنت کے عباسی گرامی کو زیرِ نیت
 بخشتا اور اوس میں وہ اپنے انتظامی لیاقت کا اظہار کرتا۔ اوسکے مخالفین جنہیں اوس نے
 گرایا اور معزول کیا تھا اور نیز یہاں کے باشندے دو نو اوس سے صرف ایک فاتح ہی سمجھتے
 تھے اور اسکے سوا اوسے اور کچھ نہیں جانتے تھے چونکہ وہ ایک بے نظیر لیاقت کا آدمی تھا
 اور اوسکی تمام عمر لڑائی جھگڑوں میں گذری تھی اسلئے وہ درحقیقت ایک ایڈوینچر (الوالعزم)
 اور جانباز تھا۔ گو وہ ایسا ویسا ایڈوینچر نہیں بلکہ اس صفت خاص میں اوس کا درجہ نہایت
 ہی بڑھ چڑھ کر تھا۔ جو دت طبع اور دانشمندی کے لحاظ سے اپنے معاصرین اور ہم عہد لوگوں
 سے نام آوری میں بازی لے گیا تھا اوس نے زمانہ کے مصائب کی شکست کے مدرسہ میں
 سبق پڑھا تھا اور کابل کے مقام سے ہندوستان کی پریشان حالت کو دیکھ کر اوس کے
 میدانوں پر ایسی فوج کے ساتھ تاخت کی تھی کہ جب کاروکنے والا اور سردار کوئی نہ ہو سکتا
 تھا۔ یہ سب بابر کے اوصاف ہیں جو ایک ایسا شخص تھا کہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے ترقی
 میں بہت آگے بڑھا ہوا اور دل کا فیاض مزاج کا محبت والا خیالات میں بلند نظر تھا۔ تاہم
 ہندوستان سے جو اسے تعلق تھا اوسکے لحاظ سے وہ ایک فاتح کی بہ نسبت کچھ ہی زیادہ
 تھا۔ اوسے اس کی فرصت ہی نہیں ملی کہ وہ اوسکے سوا کوئی اور انتظام جاری کرنے کی تجویز
 سوچتا جو اوس نے اپنی تمام عمر بھر دیکھا تھا اور جو اوس سے پہلے ہندوستان میں پٹانوں نے
 جاری کیا تھا۔ وہ انتظام یہ تھا کہ بڑے بڑے لشکر کاہ ہوتے تھے جن سے ملک پر حکومت

کیجاتی تھی اور اون لشکروں پر ایک ایسا شخص حاکم ہوتا کہ جو بادشاہ کا خاص دوست اور ہواہ خواہ ہوتا تھا اور صوبہ کے وسط میں کہیں پر رہتا تھا۔ یہ سوال تو حل طلب ہے جس کا کہ ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا ہے کہ باہر کا اصلی خیال ان دونوں باتوں میں سے کونسا تھا کہ آیا وہ وسط ایشیا میں سلطنت قائم کرنا چاہتا تھا۔ یا اوس کا ارادہ تھا کہ ہندوستان میں اوسکی بنیاد جائے۔ اور حکومت یہاں قائم کرے۔

اس طرز کی حکومت میں اس ملک کے باشندوں کی بہبودی اور رفاه سے کچھ بحث نہ تھی اگر باہر زندہ رہتا جس نے کہ ایک عرصہ تک زندہ رہکر اپنی بڑی بڑی لیاقتوں کا ثبوت دیا ہے تو ممکن ہے کہ اپنے پرپوتے کی طرح اس بات کو معلوم کر لیتا کہ اس قسم کا طرز حکمرانی کیسے طرح عملاً کافی و وافی نہیں ہے کیونکہ اوس میں وہ بڑا اصول اتحاد و اتفاق کا نہ تھا کہ جس سے فاتح اور مفتوح کے مقاصد ملکر ایک ہو جاتے اور نہ اوس میں محبت بڑھانے اور رفع تعصب کے ذرائع تھے۔ اوسکی جڑ زمین میں نہیں گڑی تھی اگر قسمت کی گردشوں کی ہوائیں چلیں تو اوس کا قائم رہنا دشوار تھا۔ ہم نے باہر کے ترک کو دیکھا ہے کہ جس میں اوسنے اپنے دل کے بہید کھولے ہیں اور اپنی تمام غلطیوں کا اقرار کیا ہے اور اپنے تمام ارادوں کی تفصیل لکھی ہے اسوجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر باہر کو موقع ملتا تو تعجب نہیں

(۱) ہماری رائے میں اوسکے مفصل حالات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس کا ارادہ بلا استقلال ہندوستان میں رہنا تھا

نہ تھا کہ اوسے ضرورتاً مرتے دم تک یہیں رہنا پڑا۔ اوسکے ہر ایک اشارہ کنیہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جب ہندوستان

کی فتح کامل ہو جاتی تو قابل یا سر قندلی طرف چلا جاتا۔

کہ وہ اس اصول کو قائم کر جاتا۔ مگر اس سے موقع ہی نہ ملا۔ پانی پت کی لڑائی کے کہ جس سے
 اس سے ممالک مغربی شمالی پر قبضہ حاصل ہوا اور اسکی موت کے درمیان اثنا تھوڑا فاصلہ
 ہے کہ وہ اپنے فتوحات کے سرانجام اور ملکوں کو فتح کرنے کے سوا اور کسی بات کا خیال
 ہی نہ کر سکتا تھا۔ وہ ہندوستان میں فاتح کے طور پر آیا اور پانچ برس تک جو آگرہ میں اوسنے
 حکومت کی تو بھی فاتح کے ہی طور پر رہا اوسکی حیثیت اسکے سوا اور کچھ نہ بدلی۔ اور کشور کشا
 سے شہر بار نہ ہو سکا۔ اوسکے بیٹے ہمایوں کو مشیت ایزدی نے وہ اوصاف ہی عطا
 نہیں کئے تھے کہ جن سے وہ اوس کام کو سرانجام دیتا جو بابر سے مجبوری رہ گیا تھا۔ اوسکی
 مزاج وہی اور متلون تھا اور نیز اوس کی لیاقتوں میں قوت مختصر مدتی کوتاہی تھی اس سبب
 سے وہ اس فرض کی انجام دہی کے لائق ہی نہ تھا اوس نے آٹھ برس ہندوستان میں
 حکومت کی مگر اوس حکومت کے استحکام کے لئے جو مدتوں رہنے والی تھی اوسکی بنیاد میں
 ایک اونٹن پتہ بھی زیادہ نہ کیا۔ جب اس عرصہ کے بعد اوسکی حکومت کی عمارت پہلے
 افغانی حکومتوں کی طرح اسی وجہ سے کہ اون کی جڑ اس ملک میں جمی ہوئی نہ تھی گر پڑی
 تو میدان جنگ میں ایک ہی شکست کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو کچھ بابر نے دریائے سندھ کے اسیا
 حاصل کیا تھا وہ سب یک نعت ایک ہی جھٹکے میں جاتا رہا اور ہندوستان بظاہر ہمیشہ کیلئے
 مغلوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔

بابر کا بیٹا ایک بڑے لائق سپہ سالار سے دب گیا اور اوس لائق سپہ سالار نے
 اچھی طرح پر فورا اوس کی جگہ میل مگر مغلوں کی قسمت اچھی تھی اور ہندوستان کے باشندوں

کی قسمت اون سے بھی زیادہ زور پر تھی کیونکہ گودہ لایق سپہ سالار بڑا ہی لایق فائق شخص تھا۔ مگر اس سردار کے خیالات میں بھی جو اس سے ورثا ملی تھی اون پہلے افغان سرداروں کے خیالات سے کسی خاندان کی حکومت جانے اور سلطنت کے پائدار کرنے میں ایک ذرہ بھی تفاوت اور فرق نہ تھا اس کی طرز حکومت اور طریق حکمرانی میں ہندوستان کے کروڑوں آدمیوں کی استمالت اور استحصا کا خیال بھی نہ تھا اس نے بھی اسی بات پر قناعت کی تھی کہ مفتوحہ ملکوں کے اصناف میں لشکر گاہ قائم کر کے حکمرانی کی جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ مر گیا تو سلطنت کے اور مدعی کھڑے ہو گئے اور چند روز میں ایسا سخت ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا کہ سب لوہین ٹھیک سو قسے چودہ برس بعد جبکہ ہمایوں قنوج کے میدان سے بہاگا تھا وہ دریا سے سندھ سے پار پھر اتر آیا۔ اور شمالی ہند کو لے لیا۔ وہ اب بھی جوان تھا مگر مستحکم سلطنت قائم کرنے کے لئے اسی طرح اس وقت بھی ناقابل تھا کہ جیسے وہ اس وقت تھا جبکہ اسے باپ سے سلطنت میراث میں ملی تھی۔

اس کی تحریات سے جو اسکے مرنے کے بعد باقی رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو انہیں پورائے قواعد پر حکمرانی کرتا جن کا نظم و نسق کتنے ہی پچھلے حاکموں کے اور نیز خود اسکے ہی ہاتھوں میں چکنا چور ہو چکا تھا۔ اور بنانا یا کھیل ایک لمحہ میں برباد ہو گیا تھا اس نے اپنے مرنے کے کچھ ہی پہلے ہندوستان کے انتظام کا ایک طرز تجویز کیا تھا۔ یہ وہی پورا طرز تھا کہ جدا جدا لشکر گاہ معینہ مقامات پر مقرر کر کے بھائیں۔ اور باہم اون کو ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہ ہو۔ بلکہ سب پر بادشاہ کی نگرانی رہے۔ واقعی

یہ تو مفتوحہ ممالک کی حفاظت کے لئے سمجھت ہی اچھا طرز تھا لیکن یہ طرز کسی طرح پر اس
عرض کے لئے کافی نہیں ہو سکتا تھا کہ متفرق صوبوں کو اوس سے ملا کر باہم پیوست
کر دیا جائے اور اون کے تمام باشندے اپنے مقاصد میں ہم آہنگ اور متحد رہا
ہو جائیں۔

وہ حادثہ جس سے ہمایوں پانی پت کی اوس دوسری لڑائی سے پہلے مر گیا
تہا جس سے کہ چودہ برس کی نئی سی عمر میں بابر کی بادشاہی اکبر کے ہاتھ آگئی تھی ہر طرح پر
اوس وقت ہندوستان کے لئے نہایت خوش قسمتی کا باعث ہوا۔ کیونکہ اگرچہ ہمایوں
ایک عرصہ دراز تک یہاں نہیں رہا اور اس عرصہ میں کتنے ہی سال تک قسمت کی گردنوں
کو جھیلنا پھرا۔ مگر اس زمانہ میں نہ تو اوس نے کچھ بے سیکھا سیکھا اور نہ کچھ سیکھا ہوا ہوا دیا
اور اوس لڑکے کی لیاقتیں جو اسکے بعد تخت و تاج کا مالک ہوا اور جس پر بادجو درو سال
کے اس قدر خطرات پڑ چکے تھے اور زمانہ کے نشیب و فراز سے اس قدر کثرت سے
اٹھنا پڑے تھے کہ جو کسی مہولی آدمی کی تمام زندگی میں ہوا کرتے ہیں ابھی تک محک
امتحان پر پرکھی نہ گئی تھیں۔ البتہ اوسکے پاس ایک ایسا شخص تھا کہ جسے اوس زمانہ
میں اول درجہ کی سپہ سالاری کی لیاقت حاصل تھی مگر اوسنے بھی حکمرانی کے طرز کا سبق
اپنے شاگرد کے باپ کے دینی ہمایوں کے ہی (ناشایستہ مدرسہ میں پڑھا تھا۔ مگر اس
لڑکے کے دماغ میں اور بڑے بڑے اوصاف کے ساتھ قوت اختراعی و ابداعی کا وصف
بھی موجود تھا۔ جس زمانہ میں اوس نے اپنے نام سے اپنے نامی گرامی سپہ سالار کو پانچ برس

ملک حکومت کرنے کی مہلت دی اوس لڑکے نے بنظر تہمتی اون اسباب پر غور کیا کہ جس سے تمام پچھلے شاہی خاندان برباد ہو گئے تھے اور جس سے اون کی جڑاں ملک میں پائدار نہ ہو سکی تھی۔ جب اوس نے ان تجویزوں کو سوچ کر دل میں پختہ کر لیا تو اسے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیلی۔ اور ایسا خاندان قائم کیا کہ جب تک وہ خاندان اس کے اصول پر قائم رہا تب تک اوس کی سرسبزی میں فرق نہ آیا۔ اور جب اوس کو زوال شروع ہوا تو صرف اوسے ایک بڑے اصول اپنی مذہبی آزادی کے قیام اور استقامت استمرار دھایا کہ اصول کو چھوڑنے اور فراموش کرنے سے ہوا۔

مجھے یقین ہے کہ میں نے اس اوپر کے خلاصہ سے ناظرین پر یہ بات ظاہر وثابت کر دی ہے کہ اگرچہ بعض اعتبارات سے ہندوستان میں بابر مغلیہ خاندان کی حکومت کا بانی مہمانی تھا مگر اوس نے صرف ایک ہی خیال کشور کشائی کا اپنے جانشین کے دہن منتقل کیا تھا۔ واقعی ہمایون کو در زمین میں صرف بھی ایک خیال ملا تھا اور چونکہ اسکے ساتھ اور کوئی خیال نہ تھا اسلئے جو کچھ اسکے باپ نے پیدا کیا تھا اوس نے سب کھو دیا۔ یہ سچ ہے کہ آخر کار اوس نے اوس ملک کا ایک حصہ واپس لے لیا مگر جو لیا وہ صرف ایک فاتح کے ہی طور پر لیا۔ البتہ اسکے پوتے نے ایسی زمین میں اپنے خاندان کی جڑ قائم کی کہ اوس زمین کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور اوس سے درخت کی شاخیں بھوٹیں اور مفتوحہ قوموں کے عیش و آرام اور مسرت اور خوشحالی کے پھول چھل اوس میں اچھے خوشنما اور بکثرت لگے۔

یہی بحث ہے کہ جسکے اظہار کے واسطے میں نے یہ چند آئندہ کے درجے تحریر کئے ہیں۔ یہ کتاب خود بخود میرے نزدیک تین حصّوں میں تقسیم ہونے کے قابل معلوم ہوتی ہے۔ ایک حصّہ میں تو میں نے بابر کا حال بیان کیا ہے کہ جس نے ہندوستان کے حملہ آور اوس کے فتح کا خیال اپنے دل میں پیدا کیا تھا وہ بڑا نامی گرامی شخص تھا اور اگر وہ کسی اور زمانہ میں بھی ہوتا تو بھی نامی گرامی ہی ہوتا۔ وہ گو اپنے صرف اڑتالیس ہی برس کی عمر میں مر گیا۔ مگر اوس نے اپنے پیچھے ایسے نوشتہ چھوڑے ہیں کہ جنہیں دلچسپی اور نیز استفادہ کی غرض سے اس وقت اونیوسین صدی عیسوی کے اخیر پر بھی پڑا جاتا ہے۔ یہ مجھے زیادہ تر ضروری معلوم ہوا ہے کہ ناظرین کی خاطر کے لئے میں اوس کے بیان میں کچھ زیادہ صفحات تحریر کروں کہ ”مضمون الاول کدّ مسرّ لا یمید“ یعنی پوتے کے کاموں میں دوا کی ہمت اور جفاکشی اور دلی شرافت و نکوئی اوں کو معلوم ہونے میں کچھ دقت نہ پڑے رہا یوں کہ بیان جسکے حالات ٹھیک طور پر پہلے حصّہ کے متعلق میں نے صرف اسی قدر ذکر کرنا ضروری سمجھے ہیں کہ جس سے اوس کی سلطنت کے جاتے رہنے کے اسباب معلوم ہو جائیں اور اوس نامور کی ابتدائی حالات جس کے باب میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اور جو سندھ میں ہندوستان سے باپ کے ہماگنے کے وقت پیدا ہوا تھا تحریر میں آجائیں۔

باقی دو ثلث کتاب کا حصّہ اکبر کے بیان میں ہے لیکن اس میں بھی مضامین کو میں نے تقسیم کر دیا ہے اس دو ثلث کے پہلے حصّہ میں میں نے اوس کی سلطنت کے

ملکی معاملات کا حال اوسکے ہم عصر مسلمان مورخوں کی کتابوں سے ادھنین کی تحریر کے بموجب لیکر بیان کیا ہے اور دوسرے باب میں جو کتاب کا آخری باب ہے میں نے اوس کی تصویر پر رنگ آمیزی کرنے اور خط و خال کے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ آئین کبریٰ وغیرہ کتب کی تحریرات کی بنا پر میں نے یہ بات دکھائی ہے کہ وہ کیسا قنظم اور ملکی امورات کو کیسا ترتیب دہندہ تھا اور اوس طریق کا کیسا پہیلانے والا تھا کہ جسے ہم انگریزوں نے اوس سے بہت کچھ میراث میں پایا ہے اور سیکھا ہے۔ اور وہ اخلاقات جو پانچ سو برس سے چلے آتے تھے اور وہ تعصب جو ہر زمانہ میں برابر موجود رہا تھا اوس کا کیا دور کرنے والا تھا۔ میں نے اوسے کہین شوہر کہین باپ اور کہمین آدمی بتایا ہے جس نے باوجود اوس مذہبی تعلیم کے جس میں ہر اس شخص سے دشمنی کرنے کے لئے جا بجا ہدایت و تائید ہی جو اوس سے عقیدہ میں خلاف ہو اپنی عقل سے باز آوے تمام کام کیا۔ اور اپنی چال چلن کو اپنی عقل کی ہدایت و رہنمائی کی بنیاد پر قائم کیا۔ یہ باب میرے نزدیک میں خود ہی کہتا ہوں کہ تمام کتاب میں نہایت ہی دلچسپ ہے۔ اور ناظرین مجھے معاف فرمائیں میں نے یہ تمام بیانات جو اس سے پیشتر اس کتاب میں درج کئے ہیں اور ان کی سمع خراشی کی ہے وہ سب اسی غرض کے بیان کے لئے کئے ہیں۔



باب دوم

بابر کا ابتدائی زمانہ اور اسکا خاندان

بہرہ باس قوم کے سردار کے گھرمین جو مغلوں کے ایک خالص قوم ہے اور شہر بہرہ
مین سمرقند سے تیس میل شمال کو ایک لڑکا ۹ اپریل ۱۳۳۵ء کو پیدا ہوا جو اس خاندان
مین سب سے بڑا نامی گرامی شخص گذرا ہے۔ اس لڑکے کی ذات مین جس کا نام تیمور تھا اور
جو مان کی طرف سے چنگیز خان کی نسل سے پیدا ہوا تھا خدا نے وہ جوہر و دیعت
کئے تھے کہ جس سے کسی کو اپنے ساتھیوں پر حکمرانی کرنے اور اوہنین قابو مین لانے
کی لیاقت بخوبی حاصل ہوتی ہے پھر اس لیاقت کو کام مین لانے کے لئے خوش قسمتی سے
نہایت ہی عمدہ مواقع اسے مل گئے تھے چنگیز خان کی اولاد زمین مین جو لوگ ہوئے
وہ رفتہ رفتہ سست اور مردہ دل ہو گئے تھے اور سلسلہ مین یہ خاندان سلسلہ و کور
کی طرف سے بالکل نیست و نابود ہو گیا تھا۔ اس وقت تیمور چوبیس برس کا تھا۔ جب
اوس نے جگہ خالی دیکھی تو اوس پر اپنا پیر جمایا اور قسمت کے چند تغیر و تبدیلیوں کے
بعد کامل سربلندی حاصل کی۔ اور سمرقند مین اپنا مستقر قرار دیا اور دریاے جیحون اور نیون

(۱) جیحون

(۲) صیحون

کے درمیان کے تمام ملک کا بالاستقلال حاکم بن بیٹھا۔ اسکے بعد اوس نے فتوحات کے اوس سلسلہ کو چھیڑا کہ جو اوس کی زندگی کے اختتام ہی پر ختم کو پہونچا۔ اوس نے مغلستان پر یعنی اوس خطہ زمین پر جس کے جنوب میں کوہستان تبت دریاے سندھ و مکران اور شمال میں سامبیر یا کالک ہو اپنی حکومت کو چھایا۔ اور نیز قبچاق پر بھی جو دریا صیحوں کے پاس حصہ سے لیکر بحیرہ ہائے ارال (یا خوارزم) و خضر کے شمال شمال میں چلا گیا ہے اور جس میں دریاے دان و الگا کے زرخیز قطعات اور یو کسائین کی کچھ زمینیں بھی داخل ہیں عمل دخل کر لیا۔ پھر ہندوستان کو فتح کیا اور جو لوگ کڈاڑ غلیں اور دہلی کے درمیان کے رہنے والے تھے انکو محکوم بنایا۔ جب وہ ۱۸ فروری ۱۷۵۷ء کو مراہے تو اوس نے ایسی بڑی وسیع سلطنت چھوڑی جس سے بڑی سلطنت دنیا میں کبھی نہیں ہوئی۔

اوس کے مرنے کے بعد اوس کی سلطنت بہت جلد ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اگرچہ اوس کے پر پوتے ابو سعید نے کچھ کچھ پھر اوس کو سنبھالا لیکن ۱۷۶۹ء میں اس کی موت سے جو اربیل کے قریب کوہستان کی گھاٹیوں میں اوسپر نازل ہوئی اور اوس کے لشکر کی شکست سے اوس کے ملک کے اوس کے بیٹوں میں از سر نو حصے بخرے ہو گئے۔ عمر شیخ مرزا اوس کے تیسرے بیٹے کو صوبہ فرغانہ ملا جسے خوگند (یا قوند) دارالسلطنت کے سبب سے صوبہ خوگند (قوند) بھی کہتے تھے۔ عمر شیخ مرزا بابر کا باپ تھا اور بڑا صاحب حوصلہ اور اپنی سلطنت کی توسیع کے درپے رہا کرتا تھا۔ لیکن اوس کے خاندان کے اور آدمیوں کے

دلون میں بھی یہی اہمیت و جوش پھیلا ہوا تھا۔ وہ بھی بھی چاہتے تھے چنانچہ جب یہ ^(۱۶) ۱۹۴۷ء میں ایک اتفاقیہ صدمہ سے مر رہے تو وہ درحقیقت کسی کے مقام پر جو ایک قلعہ ہے اور جسے اوسنے اپنا دار الحکومت بنایا تھا محصور تھا۔ اس وقت اوس کا بڑا بیٹا بابر جو صرف بارہ برس کی عمر کا تھا کسی سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر پانڈ جان میں پڑا ہوا تھا۔ اور دشمن اند جان پر بڑھتا چلا آ رہا تھا بابر نے اپنے باپ کے مرنے کے دوسرے ہی روز ۹ جون کو قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اور غنیمت سے پیغام و سلام شروع کئے ان پیغام سلام سے تو کچھ فائدہ کی توقع نہ تھی۔ مگر دشمن کے لشکر میں باہم رشک و حسد کی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ اور باہم جدا جدا فریق فریق ہو رہے تھے اس سے اوسے یہ فائدہ ہوا کہ تمام بقیہ ملک فرغانہ کا اوسکے قبضہ میں بیچ رہا۔ مگر جو چند مرغیانان اور یورائیوپی بڑے عمدہ عمدہ شہر اوسکے تصرف سے نکل گئے۔

جب یہ حملہ آور چلا گیا تو دو برس تک یہ لڑکا امن چین سے رہا اور اپنے تمام سربراہان کو فراہم کر کے موقع کا منتظر ہوا ہی میں سمرقند میں جو وسط ایشیا میں نہایت ہی عمدہ مقام تھا کچھ جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا اور وہ سنتے ہی اوس پر چھپٹ پڑا اور نومبر ۱۹۴۹ء میں اوسے چین کر قابض ہو گیا۔ لیکن چونکہ اوس نے اپنی فوج کو لوٹ کی اجازت نہ دی اسلئے اون میں سے ہزاروں اوسے چھوڑ کر چلے گئے۔ مگر پھر بھی اوس نے اوسے چھوڑا

(۲۴) خوجند

(۱۶) پانڈ جان

(۱۱) کسی باغی

(۱۵) پرا تو

(۲۴) غنیان

جب یہ خبر آئی کہ فرغانہ پر غنیم نے حملہ کیا ہے تو وہ آخر کار اس سے چھوڑ کر چلا آیا جس وقت کہ وہ چلا ہے تو اس وقت وہ نہایت بیمار تھا اور جب وہ فرغانہ میں پہونچا تو اس سے معلوم ہوا کہ دار الحکومت پر دشمن کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اب اس وقت وہ درحقیقت بادشاہ بے ملک تھا۔ وہ خود کہتا ہے کہ ”میں نے اندجان کے بچانے کے واسطے سمرقند کو چھوڑا تھا مگر اس وقت مجھے معلوم ہوا ہے کہ میں نے بغیر اس کے کہ دو سکر قبضہ کر دن پہلے کو بھی ہاتھ سے کھو دیا ہے۔“

مگر پھر یہی وہ کوشش کئے گیا۔ اور فرغانہ لے لیا۔ لیکن اب فرغانہ اس قدر تھا کہ جس قدر وہ پہلے تھا پھر اس نے ایک مرتبہ اور سمرقند پر حملہ کیا۔ لیکن ازبکون نے اس کے محاصرہ کو اٹھا دیا اور چونکہ اس عرصہ میں خود اس کے ملک میں دشمن نکر قابض ہو گیا تھا اس لئے وہ اپنی پیدائش کی جگہ کیش کی طرف کو لوٹ گیا۔ غرض بہتے فراز و نشیب اور قسمت کی گردشوں کے بعد اس نے اون چند بقیہ رفیقوں کی تائید سے جو اس کے پاس ابھی تک باقی تھے واپس ہوئے اور سمرقند پر تاخت کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر یہ بڑا خطرناک کام تھا کیونکہ اس کے کل ہمراہیوں کی تعداد صرف دو سو چالیس تھی۔ اول حملہ میں تو اس سے شکست ہوئی مگر پھر اس نے حملہ کیا۔ اس وقت اس سے کامیابی ہوئی اور بڑے موقع پر کامیابی ہوئی۔ کیونکہ اہل قلعہ کے سب سے آخری آدمیوں نے جہی کی اطاعت قبول کی ہے۔ کہ اسی میں ازبکون کے سردار کا مقدمۃ الجیش

اپنی فوج لئے ہوئے اوس مقام کے بچانے کے لئے نمودار ہوا لیکن اوسے بے نیل
مقام لوٹنا پڑا۔

اس پر بھی بابر اپنے مفتوحہ ملک کو قابو میں نہ رکھ سکا۔ دوسرے سال ازبک
فوج لیکر اسے اونکے دفتیہ کے لئے بابر نے شہر کے باہر بنجی راکی سڑک پر ایک مضبوط
مقام پر مورچہ جمائے۔ جہاں اوس کے دہنی بازو کی حفاظت دریائے کوہک سے
ہوتی تھی۔ اگر وہ اسی مقام پر پڑ رہتا اور دشمن کا انتظار کرتا تو غالباً وہ دشمن کو ہٹا دیتا
کیونکہ اس موقع پر دشمن کا پہونچنا محال تھا۔ مگر غمیون نے اوس کی رائے کے
برخلاف اوسے یہ ترغیب دلائی کہ ازبکوں کی فوج پر دھان سے نکل کر وہ حملہ کرے۔
جب نکلنے کے بعد لڑائی ہوئی تو اوسے قریب قریب فتح حاصل ہو چکی تھی۔ مگر آخر کار
اوسے شکست ہو گئی۔ اور شہر کے شہر پناہ کے اندر اوسے پناہ لینا پڑی۔ یہاں
وہ پانچ مہینے رکا رہا۔ اس عرصہ میں اوسکے پاس کھانے پینے کی تنگی ہو گئی۔ اس پر
دشمن سے اوسنے اجازت لی۔ اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ شہر چھوڑ کر نکل گیا۔
اور یورائیوپی کو سیدھا روانہ ہوا۔ بعد کو دھکاٹ ایک گائون میں جا پڑا جسے
یورائیوپی کے حاکم وقت نے اوسے جاگیر میں دیا تھا۔ اس کے بعد تین برس تک
اوس پر زمانہ کے بڑے بڑے حوادث پڑتے رہے کبھی تو وہ آوارہ سرگردان وشت
و بیابان کی خاک چھانتا۔ کبھی وہ جا کر کسی کا تخت لے لیتا۔ مگر ہمیشہ خوش رہتا۔ اور
ہمیشہ اوسے یہ امید رہتی کہ میں آخر کار کامیاب ہو گا۔ اور جو کام کرتا اوسے ہمیشہ

جائے نشانی اور بہت سے کرتا۔ اوس نے فرغانہ لینے کی پھر کوشش کی اور پھر
 اوسے چھوڑنا پڑا۔ اس پر وہ چند آدمیوں سے جنگی تعداد دو تین سو تھی خراسان پر
 چل کھڑا ہوا۔ یہ ایک جنون سا معلوم ہوتا ہے مگر یہ جنون بھی حکمت سے خالی نہ تھا۔
 جس طرح وہ خراسان کو گیا۔ اور جواد کے جانے کا نتیجہ ہوا اوس کا بیان ہم آئندہ
 باب میں کریں گے۔



باب سوم

بابر کا کابل کو فتح کرنا

اس زمانہ میں کابل کی سلطنت میں صرف صوبجات کابل و غزنین کا حلاقہ تھا جسے ہم مشرقی افغانستان کے نام سے پکار سکتے ہیں۔ ہرات میں جدا ہی ایک خود مختار حکومت تھی جو اس عہد میں ایشیا بھر میں سب سے بڑی مانی جاتی تھی۔ اور قندہار باجوڑ سوات و پشاور میں اپنے اپنے حاکم تھے جنہیں کابل سے کچھ تعلق نہ تھا۔ میدان کے اور سرحدی گماٹیوں کی قوموں نے خود اپنے ملک کا جدا ہی بادشاہ بنا رکھا تھا۔ کوہستانی فرقہ بھی خود مختار تھے۔ اور ایسی سرکشی کرتے تھے کہ جیسے اون کی اولاد حال کے زمانہ تک کرتی رہے تھے۔ کابل میں اس وقت قریب قریب بدعلی کی سی حالت ہو رہی تھی عبدالرزاق ابوسعید کا پوتا جس کا پچھلے باب میں ذکر آچکا ہے کچھ دن پہلے یہاں حاکم تھا اس پر محمد رفیق والی قندہار کے بیٹے نے آکر چھاپا مارا اور شہر سے نکال دیا۔ مگر اس بادشاہ نے کل کی خبر نہ رکھی۔ اور ایسے حکومت کرنے لگا کہ تمام دنیا میں گویا بالکل امن چین ہے۔ اور ادھر کوئی کسی طرح کا صدمہ نہ آئیگا۔

پہلے میں کھرچکا ہوں کہ بابر اور ادھر پھر تے پھرتے تک گیا تھا اور خراسان پر جانے کا ارادہ کیا تھا اس لئے وہ دریائے آکس کے پار اوترا۔ اور سلطان خسرو

حاکم وقت کے بیٹے باقی سے مل گیا اور اخیر میں آکر کچھ روز تک ٹھہرا رہا۔ پھر جب اوسنے
 سنا کہ سلطان خسرو کے ملازم منلوں نے بغاوت کی ہے تو وہ تالیخنان کیطرت
 چلا گیا کہ اس موقع سے کچھ فائدہ اٹھائے۔ ان دونوں مقامات کے درمیان یہ منحل اوس
 آئے۔ اور اون سے حال معلوم ہوا کہ سلطان خسرو اپنی بقیہ فوج کو لئے ہوئے
 کابل کو جا رہا ہے۔ یہ دونوں لشکر اس قدر قریب تھے کہ دونوں سرداروں کا باہم آنا سامنا
 ہو گیا۔ اور چونکہ خسرو کی فوج جوق جوق بابر کے پاس چلتے آئے اس لئے اوسے بالکل
 بابر کا مطیع ہونا پڑا۔ جب اس طرح اوسے قوت حاصل ہو گئی تو بابر نے کابل پر دھاوا
 کیا اور میاں صہ کر کے اکتوبر سنہ ۹۷۷ء میں اوسے لے لیا۔ یہ جو یکایک اوسکے اقبال نے
 پلٹا دکھایا اوس سے وہ کابل اور غزنین کا بادشاہ ہو گیا اور فرغانہ کی حکومت سے جو
 اوسے ورثہ میں ملا تھا اور کھو گیا تھا بدرجہا بڑھ کر زبردست حکومت مل گئی۔

بابر جیسی کہ یہاں بادشاہ ہوا۔ اور اوس نے اپنے کو نئی حکومت کا حاکم سمجھا ہے
 کہ اوسے ایک ضلع بہیرا نام پر جو دریائے جہلم کے جنوب میں تھا اور اس لئے ہندوستان
 کے حدود کے اندر تھا حملہ کرنے کا بولا دیا۔ ایسے بولا دے کی تو وہ خدا سے
 آرزو نہیں ہی کر رہا تھا بہلا اوس سے وہ کیونکر انکار کرتا تیار ہو کر فوراً جلال آباد کو چل دیا۔
 جنوری سنہ ۹۷۸ء کا مہینا تھا۔ جب سلطان بابر نے ایشیا کے اس خطہ دلپذیر کو اول
 اول دیکھا تو اوسے اوس کی نسبت ایک خیال پیدا ہوا جسے اوسنے اپنے ترک باری
 میں لکھا ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہی خیال حملہ کرتے وقت اوسکے جانشینوں کے

دل میں بھی آیا ہوگا۔ اور یہ ہی اوس کے فتح کے ارادہ پر جے ربنے کا بڑا بھاری سبب خیال میں آتا ہے وہ لکھتا ہے کہ ”میں نے نہ کبھی پیشتر کسی گرم ملک کو دیکھا اور نہ ہندوستان کو کبھی میں آیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو یکایک ایک نئی دنیا میری نظر کے سامنے آئی وہاں کی گھاس درخت و شجر حیوانات سب اور ہی قسم کے تھے میں دیکھ کر ایک حیرت میں رہ گیا اور میری حیرت بجا بھی تھی۔“ وہ بعد ازاں وادی خیبر سے پیشاد کو چلا مگر دریائے سندھ کو عبور نہ کیا۔ کوہاٹ۔ بنگش۔ بنودشت دامن میں ہوتا ہوا ملتان کو روانہ ہوا۔ یہاں سے وہ دریائے سندھ کے کنارہ کنارہ کچھ روز چلتا رہا۔ پھر مغرب کو لوٹ کھڑا ہوا اور براہ چوتیالی وغزنین کابل پہنچ گیا۔ اس تاخت کو ہندوستان پر بار بار کاپہلا حملہ کرتے ہیں مگر چونکہ وہ اس ملک کے صرف حدود پر پہنچے آیا تھا۔ اسلئے اس تاخت کو حملہ نہیں کہہ سکتے بلکہ اوس سے صرف ملک کی دیکھ بھال منظور تھی۔ اس سے اس سے نہایت اشتیاق ہوا کہ جیسی اس سے موقع ملے تو فوراً وہ اور آگے کو بڑھ کر اوسے دیکھے۔

لیکن اور فاتحوں کی طرح جنھوں نے ہندوستان کی تسخیر کی طرف توجہ کی ہے اوس نے یہ بڑا ضروری سمجھا کہ پھلے قدم ہار کو لے لینا چاہیئے اندرون جھکڑوں نے اس میں اس سے دیر تو لگائی مگر جب ہی کہ اون سے اسے اطمینان حاصل ہوا تو اس نے بیرونی معاملات پر توجہ کی۔ اوسکا قدیمی دشمن شیبانی خان اس وقت پھر مرقنہ حکومت کر رہا تھا اور کچھ کچھ چھوٹے موٹے فتوحات کے بعد اس نے بلخ کے محاصرہ کا

ارادہ کیا تھا۔ سلطان حسین مرزا والی ہرات اوس کی اس ترقی سے گھبرایا اور اوس پر حملہ کرنے کے لئے بابر سے لداو کا ملٹیج ہوا یا بابر نے فوراً منظور کر لیا۔ اور جون ۱۵۰۶ء میں کابل سے چل کھڑا ہوا اور کھرم دین بھونچکر رسد جمع کرنے کے لئے وہاں قیام کیا۔ وہ ابھی رسد کا ہی انتظام کر رہا تھا کہ اوسے مخبروں نے آکر خبر دی کہ سلطان حسین مرزا مر گیا۔ یہ سنتے ہی اوسنے فوراً کوچ کر دیا۔ اور آٹھ سو میل چل کر سلطان متونی کے بیٹوں کی فوج سے دریائے مرغاب پر جا شامل ہوا۔

سلطان مذکور کے بجائے اوسکے دو بیٹے متفق ہو کر حاکم ہوئے تھے بابر نے دیکھا کہ وہ خوبصورت خوش سلیقہ اور ذی تمیز تو ہیں مگر بزدل اور عیش و عشرت کے بند سے ہیں۔ اور شیبانی سے جفاکش دشمن کے مقابلہ میں وہ بالکل ٹھہر نہیں سکتے۔ غرض کہ یہ دونوں اپنے لشکر میں عیش و نشاط میں ہی مشغول رہے اور شیبانی خان نے بلخ کو بھی لے لیا۔ بعد ازاں ان دونوں بہت بحث اور مباحثہ ہوا۔ اور یہ قرار پایا کہ اب تو توٹ چکے ہیں اور موسم بہار میں پھر حملہ کریں۔ موسم سرما سر پر آ گیا تھا۔ اور اگرچہ بابر کے نزدیک مناسب نہ تھا مگر اُن دونوں کے کہنے سے ہرات میں اُن کا مہمان ہوا۔ جب اوس نے اس دارالحکومت کو دیکھا ہے تو اوسکے بیان میں اوس نے اپنے ترک کے صفحہ کے صفحہ رنگ ڈال دیں ہیں بیش روز تک وہ نئے نئے مقامات کو بھیاں دیکھتا رہا۔ اور ۲۴ دسمبر برابر سیر کر کے اسکے بعد اپنے مکان کو کوچ کیا۔

ہمارے ملک والے (انگریز) جو ۱۸۴۵ء کی لڑائی میں افغانستان میں کام کرتے

رہے ہیں وہ جان سکتے ہیں کہ اس دقت بابر کا آنا کیسی مصیبت آزمائی کا مقام تھا۔
 اور کس قدر سخت بلکہ غیر ممکن معلوم ہوتا ہو۔ ایام گرامین یہ فاصلہ بیٹل روز میں طے ہوا کرتا
 ہے یہ کوہستانی سرک اگرچہ گرمیوں میں بہت دشوار گزار نہیں ہے مگر خاص چلنے کے
 جازوں میں اس پر چلنا بڑی جفاکشی کا کام ہے۔ سوائے اسکے جب بابر اور دہرے
 آیا ہے تو برف بھی پڑ رہا تھا۔ اسنے اپنے لشکر کی رہبری کا کام خود کیا۔ اور امید ہو ہم پر
 محنت کرنے کے لئے کم باندھی۔ اپنے لشکر کے آگے آگے ہولیا اور بے انتہا در ماندگی
 اور افسردہ دلی کی حالت میں اسے وادی زیریں کے دامن تک نکال لایا۔ مگر اسجگہ
 مایوسی کا سا عالم چھا گیا۔ برف کا طوفان زور پر تھا نیچے برف کے انبار لگ چکے تھے اور
 گھاٹی ایسی تنگ تھی کہ بجز ایک آدمی کے دوسرا اس میں ایک وقت واحد میں گیس بھی
 نہ سکتا تھا۔ تب بھی بابر آگے بڑھے ہی گیا۔ اور شام کے ہونے پر ایک غار اسے ایسا
 مل گیا کہ جہاں چند آدمی اندر ٹھہر سکتے تھے۔ مگر اس وقت اسکی نیک مزاجی کو دیکھتے کہ
 اس نے اپنے آدمیوں کو تو اس کے اندر داخل کر دیا اور ایک بیلچے سے برف کو اپنے
 ہاتھ سے کھود کر اپنے واسطے اس غار کے منہ کے پاس ایک گڑھا بنایا۔ اسی عرصہ میں
 جب لوگ اندر گھسے تو معلوم ہوا کہ وہ غار اس قدر بڑا ہے کہ اس میں پچاس ساٹھ آدمی
 سما سکتے ہیں۔ اس پر بابر بھی اس کے ساتھ اندر گھسا اور جو کچھ تھوڑی سی خوراک تھی
 سب کے ساتھ اس میں شریک ہو گیا۔ دوسرے روز صبح کو برف باران کا طوفان
 موقوف ہوا اور لشکر آگے کو چل دیا۔ آخر کار فروری کے اخیر پر وہ کابل جا داخل ہوا مگر وہاں

اور ہی تماشہ نظر آیا۔ کہ شہر میں بغاوت ہو رہی تھی اور اگرچہ قلعہ والے اس کے ہوا خواہ تھے لیکن وقت بڑا نازک آگیا تھا مگر بابر بھی ایسے مواقع پر بہت دلیری میں کچھ کم نہ تھا۔ اوس نے اپنے طرفداروں سے خبروں کا سلسلہ جاری کیا۔ اور نہایت عمدہ طور سے یکایک دشمنوں پر جا پڑا اور اوس پر قبضہ کر لیا۔ پھر باغیوں کے ساتھ جواد سے سلوک کیا وہ نہایت ہی ترحم آمیز تھا۔

شہداء کے موسم بھار میں شیبانی خان اذبک نے جس نے پہلے بابر کو قندھار سے نکال دیا تھا بلخ پر حملہ کر کے اوسے لے لیا تھا۔ اور اسکے بعد خراسان پر چڑھا کر کے ہرات پر بھی قبضہ کر لیا تھا قندھار جو کچھ ہرات کے حاکم کا ماتحت تھا۔ میرز زلغن بیگ کے بیٹوں کے قبضہ میں آگیا تھا۔ جو سلطان حسین مرزا کی طرف سے یہاں کا گورنر رہا تھا اور اس وقت اوسکے بیٹوں نے شیبانی خان کے مقابلہ میں بابر سے مدد مانگی تھی۔ اسلئے بابر قندھار کی طرف کوچلا۔ راستہ میں دالیان سابق یعنی سلطان حسین کے خاندان والوں کے ہوا خواہ اس سے آئے جواد ہر او د ہر پھر رہے تھے۔ لیکن قبل اس سے کہ بابر قندھار پہنچے شیبانی خان نے زلغن بیگ کے بیٹوں کو دبا دھمکا کر اپنا مطیع کر لیا۔ مگر اونہوں نے بابر کو اس امر کی ایسے طور سے اطلاع دی کہ جس سے وہ غلطی میں نہ پڑ جائے اسلئے بابر نے اپنے حقوق کے حصول کے واسطے فوج کو سنبھالا۔

اوس کی فوج تو کچھ بہت نہ تھی مگر اوسے اوس پر اور نیز اپنی دانشمندی پر بڑا

بھروسہ تھا۔ قندھار کی حالت میں انقلاب کے ہونے کی خبر اوسے قلات غلزی میں ملی تھی اوسی جگہ سے وہ دریا سے تریک کے پار ہو گیا۔ پھر وہاں سے اوسے اپنے خیالات کو سمجھنے کیا اور لڑائی کا انتظام کر کے دریا کے کنارہ کنارہ بابا ولی کی طرف چلا جو قندھار سے پانچ چھ میل شمال کو ہے اور کالی شاد کی پہاڑی پر قبضہ کر لیا اوس کا ارادہ ہوا کہ یہاں آرام کرے اور گھاس چارہ کے فراہم کرنے کے لئے کچھ آدمیوں کو روانہ کیا لیکن جب ہی کہ یہ لوگ لشکر سے روانہ ہوئے ہیں کہ اوس نے سنا کہ شہر سے پانچ ہزار دشمن کے آدمیوں نے اوسکی طرف کوچ کیا ہے۔ اوس کے پاس اسوقت صرف ایک ہزار آدمی مسلح تھے۔ باقی دانہ چارہ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اوس نے دیکھا کہ یہ وقت ہچکچانے کا نہیں ہے۔ اپنے آدمیوں کو سنبھالا اور حفاظت کے لئے اڈوں کو ترتیب دیا۔ اور دشمن کے حملہ کا منتظر ہو بیٹھا۔ دشمن کی فوج کے سردار اس وقت خود زلمن کے بیٹے تھے اور بڑے دلیرانہ چلے آ رہے تھے۔ لیکن باہر نے نہ صرف اوسکے حملہ ہی کو ہٹایا۔ اور دشمنوں کو ہگایا۔ بلکہ تعاقب کر کے انہیں شہر میں جانے سے بھی روک دیا اور تمام مال و خزانہ سمیت شہر پر قبضہ کر لیا۔ یہاں اوسکو لوٹ میں بڑی دولت اور مال و متاع ہاتھ آیا۔ مگر بابر قندھار میں ٹھہرا نہیں۔ اپنے بہائی نصیر مرزا کو اوس کی خط کے لئے چھوڑ کر کابل کو چلا آیا۔ اور جولائی ۱۵۷۵ء کے اخیر میں اپنے تجربہ کے بموجب وہاں بڑی لوٹ اور نہایت نیک نامی کے ساتھ پہنچ گیا۔

جب ہی کہ وہ یہاں پہنچا ہے اوسے خبر آئی کہ شیبانی خان قندھار کے سفر

آگیا ہے اور اوس کے بہائی پر محاصرہ ڈالنے کو ہے چونکہ فنون جنگ کی مہارت
 اوس کے حیات میں بس گئی تھی اس لئے سوچا کہ اس وقت سب سے عمدہ تدبیر یہی ہے کہ
 خود حملہ آور بنکر دشمن کو اپنے افزائش طاقت کا ثبوت دیا جائے۔ صرف اوسے یہ تردد
 باقی رہ گیا کہ ایسا ثبوت دینے کے لئے بدخشان پر حملہ کیا جائے جہاں سے کہ سمرقند کو
 دھکی دیا جاسکتی ہے یا ہندوستان پر حملہ کیا جائے۔ آخر کار اوس نے ہندوستان
 کے حملہ کو ترجیح دی اور جب ہی کہ اوس نے جلدی سے اپنی رائے کے تردد کو دفع کیا
 اوس کے ساتھ اوس نے اپنی رائے کی تعمیل بھی شروع کر دی۔ اور دریائے سندھ کی طرف
 کوچ کر چلا ہوا۔ اور دریائے کابل کے پائین کی طرف کو روانہ ہو گیا۔ مگر جب وہ کچھ
 دنوں جلال آباد میں آکر قیام پذیر ہوا تو اوس نے سنا کہ قندھار کو شیبانی خان نے
 لے لیا۔ اس لئے جو تاخت کا مقصد تھا جب وہ جاتا رہا تو کابل کو الٹا لوٹ گیا۔
 اگرچہ اس کے بعد بھی سات برس تک بڑے بڑے واقعات ہوئے
 ہیں مگر میں اوہیں سرسری طور پر بیان کر دینگا۔ اس مدت میں ۸۵۰ھ سے
 ۸۷۰ھ تک بابر نے شمال کی طرف کو جا کر ازبکوں کو شکست دی اور سنا را اور سمرقند
 کو لے لیا۔ لیکن ازبکوں نے بھی لوٹ کر بابر کو گلگاہ پر ہزیمت دی اور اوس سے
 وہ دو نو مقام چھین لئے اور جب اوس نے انکے لینے کے لئے پھر کوشش کی تو گلجیون

(۱) بابر نے ہندوستان پر حملہ کر کے قندھار سے دشمن کو دفع کرنا چاہا۔ اور اسے مصنف کتاب ہراسے بڑی عمدہ تدبیر

بتایا۔ مگر ہارے نزدیک یہ تدبیر جنوں سے کم نہیں ہے۔

پر شکست ہوئی اور حصار کو لوٹنا پڑا۔ جب کچھ عرصہ بعد اس طرف اسے مایوسی ہو گئی تو وہ کا بل چلا آیا۔ یہ واقعہ ابتدائی ۱۲۵۰ء کا ہے۔

اس کے بعد بھی آٹھ سال کے ایک مدت رہے جسے میں سرسری ہی طور پر لکھتا ہوں۔ اس عرصہ میں بابر کو ہستانی افغانوں کے پیچھے پڑا رہا اور سوات کو لے لیا۔ اور آخر کو قندھار بھی ۱۲۵۲ء میں احمد نامہ کی رو سے اسے مل گیا۔ اس وقت اس نے قندھار اور اس کے توابعات کو ادون نیچی زمینوں سمیت جو خاصکر دریائے ہیلند کے پائین کی طرف کوہین اپنے مالک محروسہ میں داخل کر لیا۔

اسی اثنا میں زلزلن بڑے بیٹے شاہ بیگ نے جو پہلے قندھار کا حاکم رہ چکا تھا سندھ کے ملک پر حملہ کر کے اسے لے لیا تھا۔ اور بھکر کو دارالحکومت بنایا تھا۔ یہ شخص جون ۱۲۵۲ء میں مر گیا۔ جب ہی کہ یہ خبر نرسا پور کے صوبہ دار شاہ حسن کو پہنچی جو خاندان تیموریہ کے بڑے ہوا خواہوں میں سے تھا تو اس امیر نے بابر کے نام کی اس ملک میں منادی کرادی اور تمام ملک سندھ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ گو اس باب میں مزاحمت پیش آئی مگر شاہ حسن نے تمام ملک کو فتح کر لیا۔ اور بابر کو اپنا بادشاہ مانکر حکومت

۱۱) مشرقی ملک کے تابعین دوحصار اور بھی مشہور ہیں۔ ایک تو ہندوستان میں ہے جو دہلی سے شمال کو تقریباً سو میل کے فاصلہ پر ہے دوسرا ملک فارس کے صوبہ آذربائیجان میں تخت سلیمان سے ۳۲ میل پر واقع ہے مگر حصار جس کا کتاب میں ذکر ہے وہ غنہ ہے جو دریائے آکسس کے ایک معاون دریا کے کنارہ پر آباد ہے اور بلخ کے شمال مشرق میں اس سے ۱۳۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہوا ہے۔

کرنے لگا۔ آخر کار بابر کو ملتان والوں نے ۱۵۲۵ء میں بلایا اور جب وہ اوس قلعہ پر
 آیا تو ایک بڑے لمبے محاصرہ کے بعد اگست یا ستمبر ۱۵۲۶ء میں دھاوا کر کے اوسے لے لیا۔
 اوس زمانہ میں ہندوستان میں بڑے بڑے واقعات گزر چکے تھے اسی سال کے
 ۲۹ مارچ کو پانی پت کی لڑائی کے بعد ہندوستان بابر کے ماتہ آگیا۔ قبل اس سے
 کہ میں اس ملک پر اوسکے حملہ کا حال بیان کروں یہ ضرور ہے کہ نہایت مختصر طور پر اسکے
 قدیمی حاکموں کا حال بھی لکھ دوں۔



باب چہام

بابر کے حملہ ہندوستان پر

میں ہندوستانی تاریخ کے اس قدیم زمانہ کا حال جو شروع سے محمود غزنوی کے زمانہ یعنی آغاز گیارہویں صدی تک گزرا ہے کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ فی الواقع اس زمانہ کا تفصیلی حال مخلوق کو معلوم ہی نہیں ہے۔ اس قدر جانتے ہیں کہ دریائے سندھ کی راس مہی تک ہندوستان میں کتنی ہی قومیں بستی تھیں جنکے کتنے ہی جدا جدا زبانیں تھیں۔ بڑے بڑے مذہب اس عہد میں برہمنوں اور بدھوں اور جینوں کے تھے۔ اور جو لڑائیاں اپنے اپنے دوروں میں جگہ جگہ صوبجات میں اور اطراف و اکناس کے بادشاہوں کے درمیان واقع ہوئے ہیں وہ اکثر مذہبی لڑائیاں تھیں۔

سب سے پہلے جس نے اس انتظام میں خلل ڈالا وہ محمود غزنوی کا حملہ تھا۔ لیکن اگرچہ محمود اور اسکے غزنوی جانشین دہلی راجپوتانہ اور آخر کو گجرات کی انتہا تک پہنچے مگر عملاً انکی حکومت کا استقلال پنجاب سے آگے نہ ہوا۔ دریائے ستلج سے جنوب مشرق کے ملک اس وقت بھی ہندوؤں کی ہی حکومت رہے۔ لیکن ۱۱۹۱ء میں غور کے خاندان والوں نے جس کی بنیاد ایک غوری افغان نے ڈالی تھی۔ غزنوی خاندان کو برباد کر دیا۔ غور ایک مقام مغربی افغانستان میں ۲۰ میل جنوب مشرق کو

ہرات کے دریائے کابل کے کنارہ واقع ہے پھر اس غوری خاندان کی بھی باری آئی اور اسے بھی ۱۲۸۸ء میں خلجی خاندان والوں نے اجاڑ کر اون کی جگہ خود لیلی۔ اس خاندان کے بادشاہوں نے سینتیس برس بڑے جاہ و جلال کے ساتھ دہلی اور اس کے گرد و نواح کے علاقہ پر جسے اب مالک مغربی و شمالی کہتے ہیں حکومت کی اور زبدا پار دکن میں اپنے فتوحات کا سلسلہ پھیلا یا۔ پھر ۱۳۸۸ء میں تغلق خاندان والوں نے جو ترکی غلاموں کی نسل سے تھے ان سے سلطنت لیلی۔ تغلق خاندان والے مغلوں کے یکدل کرنیکے ڈھنگ کو نہیں جانتے تھے۔ اسوجہ سے انکے اکیانوں پر برس کی حکومت میں اس ملک کے صوبہ کہ جن پر انکے متقدمین حکومت کرتے تھے دہلی کی حکومت سے تبدیل ہو چکے تھے۔ پھر جب تیمور نے ۱۳۸۸ء-۸۹ء میں اس شکستہ باز و حکومت پر حملہ کیا تو کام ہی تمام کر دیا۔ البتہ اس خاندان کے ایک شخص سلطان محمود کے ہاتھ میں بارہ سال اور بھی حکومت چلی آئی۔ اس کے بعد وہ ایک اور خاندان میں چلے گئے جو شاہی خطاب کا مستحق ہی نہیں ہے۔ اس خاندان کا نام تاریخ میں سیدون کا خاندان ہے۔ یہ لوگ شمالی ہند پر سینتیس برس تک برائے نام حکمرانی کرتے رہے لیکن اس میں اندرونی نا اتفاقیوں کے باعث کچھ قوت نہ تھی اسلئے لودی خاندان کے ایک زبردست افغان نے موقع پایا اور عثمان حکومت اپنے ہاتھ میں لیلی۔

ہندوستان میں اس زمانہ میں مسلمانوں کی حکومت جدا جدا صوبوں میں جدا جدا سرداروں کے ہاتھ میں تھی۔ اور طوائف الملوکی ہو رہی تھی کوئی اونکا ایک بڑا سردار نہ تھا اور

اوسکا حال اس طرح تھا کہ ۱۵۰۰ء میں دہلی اور اوس کے کچھ تھوڑے سے گرد و نواح کے علاقہ پر سیدوں کے خاندان کا ایک شخص حاکم تھا۔ دہلی سے چودہ میل کے اندر ہی احمد خان میوات کا خود مختار حاکم اور مالک تھا۔ سنبھل کے صوبہ پر جسے اب ہریانہ کہتے ہیں اور جس کی سرحد دہلی کی دیواروں تک پہنچتی تھی دریا خان لودھی حکومت کر رہا تھا۔ جلسہ میں جواب ضلع ایٹھ کھلاتا ہے عید سی خان ترک تالپن تھا۔ وہ ضلع جواب فرخ آباد کے نام سے مشہور ہے پر تائب نگہ راجہ کے قبضہ میں تھا۔ بیہ میں دولت خان لودھی تھا اور لاہور و بیالپور و سرہند پانی پت کے جنوب تک بہلول لودھی کی حکمرانی تھی۔ پھر ملتان جو پور بنگال مالوہ گجرات میں الگ الگ اپنے اپنے بادشاہ تھے جب سید رفوچکر ہوئے تو ۱۵۸۵ء سے ۱۶۰۸ء تک بہلول لودھی نے جسے سلطان بہلول بھی کہتے ہیں ان میں سے اکثر اضلاع پر مشرق کی طرف مغربی بھار کے شمالی خطہ تک اپنا سکہ چلایا۔ پھر جب اوس کا بیٹا سلطان سکندر تخت نشین ہوا تو اوس نے بہار پر قبضہ کر لیا اور بنگالہ پر بھی حملہ کیا مگر آخر کو وہاں کے بادشاہ علاء الدین سے مغلوب ہوا۔ اور اقرار کیا کہ پھر اوس پر حملہ نہ کرے گا۔ اس پر یہی وسط ہند کے ایک بڑے حصہ پر تاخت و تاراج کی۔ جب وہ ۱۶۱۸ء میں مراہ سے تو وہ ملک جسے اب پنجاب کہتے ہیں اور مالک مغربی شمالی جو پور سمیت اور وسط ہند کا بڑا حصہ اور نیز مغربی بہار سب اوس کی حکومت میں داخل تھے لیکن درحقیقت ان ملکوں پر شاہی اقتدار برائے نام تھا لودھی سردار جنھیں سلاطین لودھی نے ضرورتاً مہوجات کی حکومت کا انتظام سپرد کیا

تھا بادشاہ کے درحقیقت ایسے جاگیر دار تھے کہ جنہیں فوج کی تیاری کے لئے ملک دیدئے گئے تھے وہ اپنی اپنی حکومت کے علاقوں میں بالکل اپنی مرضی کے خود مختار تھے اور اپنے ہی فرامین کی تعمیل کرانے پر اصرار کرتے تھے اس انتظام کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب سکندر لودی مراٹھوں کی بڑے بڑے امیروں نے جو نام کی اطاعت کو بھی پسند نہیں کرتے تھے بالاتفاق یہ ارادہ کیا کہ اوسکے بیٹے ابراہیم کو صرف دہلی کی سلطنت دیں۔ اور سلطان متونی کی مملکت کو جو پنپور کے سوا باہم تقسیم کر لیں۔ جو پنپور کی حکومت ابراہیم کے چھوٹے بھائی کو ایک جدا ہی سلطنت کے طور پر دینا قرار پایا تھا مگر یہ شرط تھی کہ وہ دہلی کے ماتحت رہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب پہلے پھل یہ تجویز ابراہیم کے رد پر پیش کی گئی تو غالباً مجبوری کے سبب سے اوسنے اسے منظور کر لیا تھا۔ مگر جب خانجہان لودی اوس کے ایک رشتہ دار نے سمرنش اور ملاست کی تو اوس نے اپنی مرضی کو پلٹ دیا اور اپنے بھائی کو جو جو پنپور کو روانہ ہو چکا تھا واپس طلب کیا۔ بھائی نے واپسی سے انکار کیا۔ اور خانہ جنگی شروع ہوئی جس میں ابراہیم فتح مند ہوا۔ جب اوس کا بھائی ۱۵۱۷ء میں مر گیا تو ابراہیم نے اپنے دل چلے امیروں کو قابو میں لانے کی کوشش کی۔ اس پر اوغھون نے بغاوت کی مگر ابراہیم نے اوسے فرو کیا۔ لیکن اوس نے اپنے فتح پر ایسے ظالمانہ حرکتیں کیں جو ناراضی کے رفق کرنے سے کو سون دور تھیں اون سے نئی بغاوتیں پیدا ہو گئیں۔ بہار آدھ جو پنپور کے امیروں نے ہتیار اٹھائے۔ پنجاب کا بھی یہی حال ہوا۔ اور خانہ جنگی بڑے جوش خروش سے شروع ہو گئی اور دونوں طرف اقبال

و او بار نے اپنا اثر دکھایا۔ جب علاء الدین سلطان ابراہیم کا چچا بابر کے لشکر میں اوس وقت ہماگ کر گیا ہے جب کہ وہ قندھار کے اضلاع میں امن چین قائم کر رہا تھا اور اسنے اوس سے جا کر مہنت و خوشامد کھا کہ چلئے آپ کے لئے دہلی کا تخت موجود ہے تو یہ ہنگامہ اور فساد ہندوستان میں اپنے کمال کو پہنچ چکے تھے۔ قریب قریب اسی زمانہ میں بادشاہ کابل کے پاس ایک اور بھی درخواست جو اس کے حسب الخواہ تھی دولت خان صوبہ دار لاہور کے پاس سے آئی تھی جسے ابراہیم کے ایک سپہ سالار نے سمجھ دیا تھا۔ اس دولت خان نے بابر سے مدد مانگی اور اس کے عوض میں اسے اپنا بادشاہ مان لیا تھا۔ بابر فوراً راضی ہو گیا اور اسی وقت لاہور کی طرف چل کھڑا ہوا۔

یہ جو محمود غزنوی کے حملہ سے پانچ سو برس بعد تک کے زمانہ کا ہندوستان کے اندرونی حالات کا ہم نے ایک خاکہ سا کھینچ دیا ہے ہماری رائے میں اوس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ جن خاندانوں نے بیان حکمرانی کی اون میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوا کہ اس ملک میں اوس کی جڑ عم گئی ہو۔ غزنی غوری تغلق سید لودی کسی خاندان کا کوئی شخص کیون نہ ہو جو بادشاہ ہوا وہ صرف اپنی ہی تقویت اور مقاصد کے واسطے لڑا۔ اور حاکم وقت کے جو امیر اور سردار تھے وہ بھی اپنے مالک اور بادشاہ کے اس باب میں پیروی کرتے رہے۔ اس طرح پر بادشاہوں کے ہوا خواہ جاگیر دار جن کی جاگیریں فوجی پرداخت کے لئے دی جاتی تھیں ہندوستان میں پھیلے ہوئے

تھے اور کہیں کہیں قابض تھے ان جاگیر داروں پر جاگیر دن کے عوض میں بادشاہ کی اطاعت اور وفاداری لازم ہوتی تھی۔ مگر جو لوگ بادشاہ کی قوت اور لیاقت کے بموجب جب چاہتے اس پر عمل کرتے اور جب نہ چاہتے تو نہ کرتے۔ فاتح اور مفتوح کے اعراض ملکہ ایسی ایک نہیں ہو گئی تھیں کہ جیسے فتح کے بعد انگلستان میں ہو گئی تھیں۔ مسلمان غیر قوم کے لوگوں پر جابرانہ حکومت کرتے تھے۔ اور یہ غیر قوم والے اس وجہ سے ان کی اطاعت کرتے تھے کہ ان سے خلاف کرنے کی ان میں قوت نہ تھی۔ کیونکہ خیال نہ تھا کہ ان لوگوں کا ہمدردی یا کسی اور مضبوط ارشتہ سے حکمران خاندان سے اتحاد پیدا کرے یہ فاتح جس طرح پرکھ اپنے آنے کے وقت غیر قوم بھی ایسے ہی اس وقت تک اجنبی بنے ہوئے تھے ملک پر ان کا قبضہ صرف ظاہری تھا یہ ان کے باشندوں کی دلی محبت کی زمین میں اس کی جڑ نہیں جمی تھی وہ صرف تلوار کے زور سے قائم نہ تھا۔ ان پہلی حکومتوں کی حکمرانی اور مغلیہ خاندان کی فرمان روائی میں جس طرح پر وہ اکبر کے زمانہ میں ان کے بعد قائم ہوئی تھی بھی بڑا فرق تھا۔ بابر کا ہندوستان پر پہلا حملہ جسے ایک سرسری تاخت کے سبب سے حملہ نہیں خیال کرنا چاہیئے اور جس کا ذکر اوپر آچکا ہے ۱۵۱۹ء میں ہوا تھا بعض مورخ بھی لکھتے ہیں کہ ایک اور حملہ بھی اسی سال ہوا تھا۔ لیکن فرشتہ کا بیان غالباً صحیح ہے وہ کہتا ہے کہ یہ حملہ صرف یوسف زئی فرقہ پر تھا جس کے سلسلہ میں بابر پیشاپوش تک بڑھ آیا تھا۔ لیکن دریائے سندھ کے پار نہیں آیا مگر اس میں شک نہیں کہ اس نے

ایک اور حملہ ۱۵۲۷ء میں کیا تھا جسے تیسرا حملہ کہتے ہیں۔ اس وقت وہ دریائے سندھ کے پار اوتر آیا۔ اور اوس خطہ میں آیا جسے اب راولپنڈی کے تسمت کے نام سے پکارتے ہیں۔ پھر جہلم پار اوتر اور سیالکوٹ پہنچا۔ اوسے چھوڑ کر پھر سید پور کو آیا اور اوسے لوٹا لیکن سیحان سے کابل کو لوٹنا پڑا۔ وہاں ایک حملہ کا اس وقت اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔

اس تیسرے حملہ کے خراب نتیجے نے اب پورا یقین دلا دیا کہ ہندوستان پر کامیابی کی یقینی امید پر اوس وقت تک حملہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ قندہار پر باطینان کامل قبضہ نہ ہو جائے۔ اسلئے اوسنے اسکے بعد دو تین سال اوس مضبوط مقام کے اور نیز اوس ملک کی تسخیر میں خرچ کئے جو غزنین اور خراسان کے درمیان ہے اسی زمانہ میں جب کہ وہ اون اضلاع کے کامل قبضہ اور انتظام سے فارغ ہو ہی چکا تھا کہ یکایک علاء الدین لودی اور دولت خان حاکم لاہور کی طرف سے پیغام پہنچے اور دولت خان کی درخواست پر بابر نے ہندوستان پر چوتھے حملہ کا ارادہ کر لیا۔ اب وہ پھر دریائے سندھ کے پار اوتر آیا اور جہلم اور چناب سے گزر کر لاہور سے دس میل پر جا پہنچا۔ یہاں لودی خان کے ہواخواہ فوج نے اوس کا مقابلہ کیا اور شکست پائی جس کے صلہ میں لاہور بابر کی فوج کے قبضہ میں آگیا۔ لیکن وہ یہاں صرف چار ہی روز ٹھہرا۔ اور دولت خان اور اوسکے بیٹے اسی جگہ اوس کے پاس آگئے۔ مگر بابر کی طرف سے کچھ اونکی خاطر جمعی نہیں ہوئی اس لئے اونہوں نے اپنے نئے حاکم کے برخلاف سازشیں کرنا شروع کیں جس وقت بابر سر ہند کے قریب دہلی جانے کے لئے پہنچا

تو اسے اون کے سازشوں کا حال معلوم ہوا اس واسطے اس نے اس وقت آگے
 بڑھنے کا ارادہ موقوف کر کے کابل کے لوٹنے کی تجویز کی۔ اور اپنے معتبر سرداروں کو
 پنجاب کا ملک تقسیم کر کے واپس چلا گیا۔

ابھی وہ دریائے سندھ کے پار اتر رہی تھا کہ پنجاب میں ازسرنو جھگڑے بکثرت
 اٹھ کھڑے ہوئے۔ علاء الدین جسے بابر نے دیپالپور کا ضلع عنایت کیا تھا۔
 وہ ان کی حکومت سے واپس ہو کر باین امید کابل کو بھاگ گیا۔ کہ بابر خود ہندوستان
 پر حملہ کرے۔ اس وقت بابر اس درخواست کو منظور نہیں کر سکا کیونکہ اذبک قوم والے
 بلغ پر محاصرہ کر رہے تھے۔ مگر پھر بھی اس نے علاء الدین کو کچھ فوج دی اور اپنے پنجاب
 کے سپہ سالاروں کو اس کی تائید کا حکم دیا۔ لیکن اس وقت بھی اس سردار کو اپنے حملہ
 میں کامیابی نہیں ہوئی اور بڑے اضطراب کے ساتھ وہ دہلی سے پنجاب کو بھاگ گیا۔
 جس وقت کہ یہ پنجاب میں بھاگ کر گیا ہے اس وقت بابر اپنے پانچویں اور آخری
 حملہ کی تیاری میں مصروف تھا۔

اس حملہ کا حال میں نہایت ہی تصریح سے بیان کرتا ہوں بابر نے اپنے بیٹے
 ہمایوں کو ساتھ لیا۔ اور خیمہ کی گھائی سے پیشاور کی طرف کو اترنا۔ دور درسیان ٹھہر کر
 ۱۶ نومبر کو دریائے سندھ کے پار ہو گیا۔ اور سیالکوٹ پر بڑی تیزی سے جا پہنچا

۱۶) دیپالپور ضلع منیگری میں لاہور سے جنوب مغرب کو ۴۰ میل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے جو بابر کے زمانہ میں

ایک بڑا عمدہ مقام تھا۔

جب یہاں ۲۹ دسمبر کو پہونچا تو اس سے علاء الدین کی شکست اور فرار کی خبر ملی۔ گو اس سے پریشان تو وہ ہوا۔ مگر دوسرے ہی روز صبح کو پرہیزگار کو کوچ کر دیا جو سیالکوٹ اور کلا نور کے مابین دریا سے راوی کے کنارہ پر واقع ہے۔ پھر کلا نور جا کر دریا سے راوی سے عبور کیا۔ پھر بیاس پر گیا اور پاراوترا اور سیحان سے بلوات کے مضبوط قلعہ کی طرف چلا۔ جہاں کہ اس کا پھلا ہوا خواہ دولت خان پناہ گیر تھا۔ بلوات پر اس کا فوراً قبضہ ہو گیا۔ بابر پھر جالندھر کے دوا بہین ہو کر ستلج کے پاس آگیا۔ یہاں سے اس نے اپنی تحریر کے بموجب توکل علی اللہ باگ ہاتھ مین لی۔ اور رکاب عزیمت مین قدم رکھ کر روپڑ کے نزدیک اس سے پاراوترا پھر انبالہ کے راستہ سے جہنا کے قریب سرسادیہ کے مقابل آکر منزل کی۔ سیحان سے وہ دریا کے نشیب کی طرف کو دو منزل آگے بڑھا۔ اور جب دو منزل اور بھی آگے چلا تو پانی پت مین آگیا جو دہلی سے شمال و مغرب کو ۵۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں اس نے قیام کیا اور اپنے لشکر کے مورچہ جادے یکھ ۱۲ اپریل ۱۵۲۵ء کا واقعہ ہے۔

اس سے نوردز کے بعد ابراہیم لودی نے بابر کے تختہ کے بموجب ایک لاکھ سپاہیوں کو لیکر اور اس کے لشکر پر مورچوں کے اندر آکر حملہ کیا۔ بابر لکھتا ہے کہ جس وقت لڑائی کی مار ڈھاڑ شروع ہوئی ہے تو آفتاب ایک نیزہ بلند ہو گیا تھا۔ یہ لڑائی دوپہر تک برابر قائم رہی۔ اس کے بعد دشمن بالکل منتشر ہو گئے۔ یہ فتح ہر طرح کامل

(۱) سرسادیہ جہنا کے جنوبی کنارہ پر سہانپور سے شمال مغرب کو دس میل پر واقع ہے۔

تھی۔ ابراہیم لودھی بڑی بہادری سے لڑ کر مارا گیا۔ اور ہندوستان کے نصیبوں نے
 فاتح کے قدموں کو آکر بوسہ دیا۔ پھر اسی روز باہر نے دہلی اور آگرہ کے قبضہ کے واسطے
 فوج کو روانہ کیا۔ چنانچہ ۲۴ اپریل کو دہلی اور ۳۰ مئی کو آگرہ پر قبضہ ہو گیا۔

(۱) باہر اپنے ترک بن پہلے تو وہ اپنا پہلا حال کہتا ہے کہ ایک ادنیٰ سردار کی حیثیت سے وہ ایسے بڑے عمدہ ملک
 ہندوستان کا فاتح ہو گیا۔ پھر کہتا ہے کہ یہ کامیابی مجھے اپنی قوت بازو سے نہیں ہوئی نہ میری اپنی ذالی کو مشغول
 سے میری خوش قسمتی نے پٹا کھایا بلکہ یہ سب کچھ جو وہاں ہے وہ خدا کے قادر مطلق کی عنایت کے سرچشمہ کا فیض ہے۔



بانچیم

بابر کی حالت ہندوستان میں

بابر اس وقت شمال و مغرب میں دو بڑے زبردست حکومتوں کا مالک تھا اوس نے ہندوستان کے دائمی حالت کا مدبران سلطنت کے طور پر اندازہ کیا اوس کے ذہن میں فوراً یہ بات آگئی کہ اس وقت وہ شمالی ہند کا مالک ہے اور یہی چاہیے ہے اور اسی قدر سب کچھ ہے۔ بڑے بڑے عمدہ صوبہ جات اور دھرجونپور اور مغربی بہار کے ابراہیم سے باغی ہو چکے تھے اور اگرچہ اوس نے اپنی فوج باغیوں کے مقابلہ کے واسطے بھیجی تھی۔ لیکن کچھ یقینی امر نظر آتا تھا۔ کہ یہ دونوں باغی اور شاہی فوج ملکر اپنے نئے حملہ آور کے برخلاف ہو کر لڑینگے۔ سوائے اوس کے اوس وقت بنگالہ میں نصرت شاہ گجرات میں سکندر شاہ اور مالوہ میں سلطان محمود حاکم تھے اور تینوں بڑے زبردست اور خود مختار حکومتیں تھیں اسکے سوا ایک مشہور و معروف ہندو راجہ رانا سا نگانی فی الحقیقت مالوہ کا وہ حصہ مسلمانوں سے واپس لے لیا تھا۔ جہاں رنتھبور کا قلعہ دریاے چنبیل اور بناس کے سنگم کے گوشہ میں بنا ہے اور سارنگ پور کا قلعہ دریاے کالی سندھ پر اور بہلیسہ کا قلعہ بیتوا پر اور چندیری اور چتور کے قلعہ بھی جو اوس زمانہ میں نہایت مشہور تھے اسی کے قبضہ میں تھے جنوبی ہند میں بھی بہمنیوں نے ایک سلطنت قائم کی تھی۔ اور بیجا نگر کا راجہ بھی خود مختار

حکومت کرتا تھا علاوہ برین اور بہت سے راجہ اور رئیس اس نے ایسے بھی پائے جو کبھی مسلمان بادشاہوں کے مطیع و منقاد نہ ہوئے تھے۔

مگر بابر بہت جلد اس بات کی تہ کو پہنچ گیا کہ ان حکام کی خود مختاری اس کے لئے کوئی بڑی زحمت کی بات نہیں ہے بلکہ بڑی وقت اور سکویہ ہے کہ ہندو باشندے جو مسلمانوں کی پہلی حکومتوں سے کبھی دل سے راضی نہیں ہوئے دشمن ہیں اور سکھ صاحب لکھتے ہیں کہ شمالی ہند کی حکومت میں اس وقت تک بھی بھت باتیں وہ موجود تھیں جو ہندوؤں کے زمانہ میں مروج تھیں۔ ان کے دیہاتی دستورات اور اضلاع کے انتظام اور حکومت کے قواعد اور ملک کی تقسیم چھوٹے چھوٹے علاقوں اور اپنے اپنے علاقہ کے ذرہ ذرہ سے حکومتوں میں اسی طرح تھے جیسے ہندوؤں کے عہد میں تھے ملکی انقلابات کے وقت رعایا خاص اپنے اپنے حاکم کے مقاصد کو زیادہ تر لحاظ کرتی تھی۔ اور بادشاہ وقت کے جو دارالسلطنت میں حکومت کرتا تھا۔ بہت ہی کم پردا ہوتی تھی۔ غرض اس وجہ سے کہ بھان کبھی کوئی اچھے سلیقہ اور ترتیب کے ساتھ ایسا انتظام عمل میں نہیں آیا تھا جو حکومت کے صدر یعنی بادشاہ کی تجویز سے ملک میں جاری ہوا ہو یہاں کے باشندے نئے فاتح کو غاصب تصور کرتے تھے۔ اور اسکی مزاحمت کو اپنا نفع خیال کرتے تھے۔

یہ خیال جو یہاں کے باشندوں کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا جب یہاں یہ نیا حملہ آور آیا جسکے چال چلن اور مزاج سے یہ لوگ بالکل ناواقف تھے تو مسلمانوں کے پچھلے شاہی

خاندانوں کے ہوا خواہوں نے اوس میں اور بھی اشتعالک دی۔ اونھوں نے
اون سے کھا کہ مغل حملہ آور کے یہاں کامیاب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ تم لوگ برباد
ہو جاؤ گے اونھوں نے ہندو باشندوں کے دلوں میں اس بات کے منقش کر دینے
میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ کہ ان وسط ایشیا کے وحشیوں کی لوٹ کھسوٹ اور شہوت
پرستی کے سامنے انھوں کے مندر پچین گے اور نہ اون کے جوہر بیٹی کی حرمت و
عزت باقی رہیگی۔ جب یہ خوف و دہشت دلا کر ہندوؤں کو پہلے ہی سے چونکا کر دیا
گیا تو اس رحم دل نیک مزاج حملہ کنندہ کے سامنے سے اوسکے اگرہ پہو پختے ہی وہ
لوگ بھاگ نکلے اور اس جبر و تعدی کے ظاہری یقین کے باعث اونھوں نے
جنگل کی تکلیفات کو زیادہ تر پسند اور گوارا کیا۔

ادھر بابر کے وقتوں میں ایک اور مصیبت آکر زیادہ ہو گئی اوسکے خود لشکر میں بھی
اس وقت ایک ناراضی پھیل گئی اوس کی فوج کا بڑا حصہ اون پہاڑی لوگوں سے مرکب تھا
جو مشرقی افغانستان کے بلند کوہستان میں بستے تھے۔ ان لوگوں کو اپنے بادشاہ کے
ساتھ رہنے میں اوس وقت تک خوشی تھی جب تک کہ لڑائی کے میدان میں بادشاہ
کے وہ ہمراہ تھے۔ لیکن پانی پت کی لڑائی نے انہیں شمالی ہند کا مالک کر دیا تھا۔
دہلی سے اگرہ تک جو انھوں نے مسافت طے کی تھی۔ وہ ایسے وقت کی تھی کہ جب
باشندے ملک کو دیران چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اور موسم وہ تھا کہ جس میں ہمیشہ گرمی رہتی
ہے بلکہ اس سال کے یعنی ۱۵۲۶ء کے گرمی اور سالوں کی معمولی گرمی سے بڑھ کر

تھی جس طرح ہمارے خود پرئس چارلی کے ہمراہی بلند مقامات کے باشندے
 شکستہ مین کرکٹ کرائے تھے ایسے ہی ان کو ہستانیوں نے بھی پکڑا لیا۔ ادھنیں بھی اپنے
 کو ہستانی وطنوں کے جانے کا شوق ہو رہا تھا۔ چاہتے تھے کہ کسی طرح اپنے گہروں کو
 چلے جائیں پھر یہ شکایت کچھ سپاہیوں تک ہی محدود نہیں رہی تھی۔ اون کے افسر بھی
 یہی شکایت کرنے لگے تھے اور ان کی شکایتوں کی وہ دہوم جی تھی کہ بابر کے قانون تک
 بھی اوس کی آواز پہنچ گئی تھی۔

بابر کو اپنی فتح کی بہت ہی خوشی ہو رہی تھی۔ اوس کا یہ خیال کہ اوس نے ایشیا کلمہ
 ہی اچھا اور نہایت سربز اور زرخیز خطہ فتح کر لیا ہے نہ تو گرمی کی سختی سے مٹ سکتا تھا اور نہ
 انہا باشندوں کی ناراضی اوسے اوسکے نظروں میں چھپا سکتی تھی۔ اوس نے جو اپنے حالات
 خود قلمبند کئے ہیں اور اوس میں اوس نے بیس بڑے بڑے مطبوعہ صفحوں میں اسکا
 بیان کیا ہے وہ اپنے بیان کو اس طرح شروع کرتا ہے کہ ”وہ نہایت ہی عمدہ ملک ہے۔ اور
 ہمارے ملکوں کے مقابلہ میں بالکل ایک نئی دنیا ہے“۔ اوس نے ایک نظر میں دیکھ لیا
 کہ اوسکے تمام معاملات کی صورت ایسی ہی گہنی ہے کہ جس سے فتح اوس معنی میں پوری ہو جاوے
 جو اوس نے اوس لفظ سے منسوب کئے ہیں کیونکہ ”ہاوشاہ کابل“ کے لقب کی بجائے
 آئندہ اوسکو ایک بڑا عالی شان لقب شاہنشاہ ہندوستان کا ملنے والا تھا اس لئے
 کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ یہاں سے اپنے ملک کو لوٹ جائے

اوس نے تمام مشکلات پر غور کر لیا تھا اور اوسکے دفع کی تدبیروں کو سوچ لیا تھا چونکہ

وہ بڑا تجربہ کار اور بالکل کام کا آدمی تھا اوسنے پہلے اپنے لشکر کی ناراضی کی طرف توجہ کی جسکو واقعی طور پر اوس نے سب سے بڑی مشکل خیال کیا تھا۔ اپنے امر کو جمع کر کے اوسنے ایک محفل مشاورت منعقد کی اور معاملات کی ٹھیک ٹھیک حالت اون کو بتائی اور اونکو جتایا کہ کیسے کیسے سخت منازل طے کرنے اور غور نیریز ایٹون کے بعد اونہوں نے بہت سے زرخیز اور بڑے بڑے وسیع ممالک پر قبضہ حاصل کر لیا ہے۔ ان کو چھوڑنا اور کابل کو پلٹ جانا سخت شرم اور غیرت کی بات ہے جو شخص کہ میرا دوست اور رفیق ہے اوسے چاہیئے کہ آئندہ کو بھر ایسی بات منہ سے نہ نکالے بلکہ تم میں اگر کوئی شخص ایسا ہو جو یہاں نہ ٹھہر سکے اور کابل کے جانے کا ارادہ ترک نہ کر سکے تو اوسے جانیکا اختیار ہے۔“ بابر کی اس تقریر کا امرایہ حسب دلخواہ اثر ہوا اور جب اس تقریر کے بعد اوس کی تعمیل بھی گئی اور نئے نئے مزاحمتوں کے بعد نئے نئے فتوحات بھی ہوئیں تو بجاے ناراضی کے وہ لوگ بابر کے ساتھ ہمدردی اور ہوا خواہی پر مستعد ہو گئے۔

بابر کی اس مستقل مزاجی سے بہت جلد ایک اور بھی بڑا فائدہ ہوا۔ جب ہی کہ یہاں کے مسلمان باشندوں اور ہندو زمیندار اور تجارتی جان لیا کہ بابر بھٹان ہمیشہ رہنا چاہتا ہے تو اون کو خوف جاتا رہا۔ اسی اشار میں اوس کی فیاضی اور نیک مزاجی کا بھی حال مشہور ہوا جس سے اوس کی نسبت مخلوق کی رائے کچھ اور کی اور ہو گئی اور ہر رُہ اوس کے چہنڈے کے تھے لوگ جمع ہونے لگے۔ دیہاتی اور دکاندار اپنے اپنے گھر و نکوٹ آئے اور بہت جلد اوس کے لشکر میں رسد با فراط ہو گئے۔ اس کے تھڑے ہی

عرصہ کے بعد اوس فوج نے بھی جسے ابراہیم لودی نے جو نپورا اور اودھ کی بغاوت کے دفعیہ کے لئے بھیجا تھا بابر کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اسی درمیان میں اوس نے اپنی فوج سے بھی بڑی دانشمندی سے کام لیا اور روہیلکھنڈ کا بڑا حصہ فتح کر لیا۔ اور رابر ہی جو جمنائے کے کنارہ پر بڑا عمدہ مقام تھا لے لیا۔ اور اٹا وہ اور دوہلو کو محصور کیا لیکن وسط ہند میں ایک مشکل اور سبکے لئے پیدا ہو رہی تھی جسکی طرف سے وہ ہرگز غفلت نہ کر سکتا تھا۔

یہ مشکل رانا سا نگا رانا کی چنورہ کی طرف سے تھی۔ میں نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ اس عظیم الشان راجہ نے جس کا عظیم الشان ہونا ہر طرح اور ہر صائق آتا ہے پہلے مسلمان حملہ آوروں سے اپنے موروثی ملک کا ایک بہت بڑا حصہ واپس چھین لیا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ لے لیا۔ تھا اوسنے بکروں اور چٹاؤلی کے مقامات پر دومرتبہ ابراہیم لودی کو معرکہ کی لڑائیوں میں شکست دی تھی اس کے سوا اور سولہ لڑائیاں دوسرے سرداروں سے جیتی تھیں۔ بابر کے یہاں آنے سے قبل اوس نے اوس زمانہ کا بڑا مشہور قلعہ رنٹھنبور لے لیا تھا اور اسکے قبل بھی وہ ملکوں کو فتح کرتا رہا تھا اور اب بھی اوس کے فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔ اور اب جس سے بابر کو تشویش پیدا ہوئی۔ اوس کا سبب یہ تھا کہ اس عظیم الشان راجہ نے سہ دار نے گنڈرک کا مضبوط بہاری قلعہ بھی لیا تھا۔ جو رنٹھنبور سے چند میل مشرق کو تھا۔

برسات کے اخیر پر بابر نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی تاکہ اوس میں اوس کی

اور نیز اور چند مشکلات کے دفع کی تجویز نکالے۔ اس محفل میں یہ قرار پایا کہ ہمایوں اوس کا بڑا بیٹا جو اس وقت اٹھارہ برس کا تھا پورب کی طرف کو جائے اور مالک دوا بہ اودہ اور جو پنور پر قبضہ کرے اور بابر اگرہ میں رہ کر چاروں طرف کے طرزد انداز کو غور کرے اور ملک کی نگرانی کرتا رہے اور رانا سا نگا کی نسبت یہ تجویز نہیں مری کہ اوس کے مغلوب کرنے کے لئے اوس پر صرف اوس وقت حملہ کیا جائے کہ دشمن نہایت قریب آجائے۔

ہمایوں کی تاخت میں تو پوری پوری کامیابی ہوئی اوسنے حدود و تجارت تک ملک کو بالکل لے لیا۔ جب وہ ۶ جنوری ۱۵۵۷ء کو لوٹ کر آیا ہے تو بابر نے بیانہ اور دہلی پور کو بھی لے لیا۔ اور ایک دانائی سے گوالیار کے قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اسی زمانہ میں خبر آئی کہ ملتان بھی قبضہ میں آگیا۔ اب جب کہ وہ دریائے سندھ سے مغربی بہار کے حدود تک اور کالپی و گوالیار سے لیکر کوہستان ہمالیہ تک کا مالک ہو گیا تو بابر نے اوس نامور رانائے چیتور کی طرف توجہ کی جس کا نام رانا سا نگا تھا۔ اور افروری کو اس راجہ کی فوج کے مقابلہ کو اگرہ سے روانہ ہوا اس راجہ کے ساتھ لودی خاندان کی فوجیں بھی شامل ہو گئی تھیں اور اوس نے بڑھ کر بسا اور کے مقام پر آکر ڈیرہ ڈالے تھے جو میانہ سے بارہ میل اور اگرہ سے باسٹھ میل کے قریب قریب ہے۔ بابر اگرہ سے سیکرے کو چلا جسے فتحپور سیکری کہتے ہیں اور وہاں جا کر قیام کیا کچھ مٹ بھیڑیں ہوئیں جن میں راجپوتوں کو بہ طرح غلبہ رہا۔ اور بابر کی فوج میں بڑے ترزلزل کے آثار ظاہر ہو گئے۔ اس وقت بابر نے صرف اسی پر قناعت کی کہ حتی الامکان اپنے لشکر گاہ کی حفاظت کا خوب انتظام کر لیا۔

اور کچھ آدمی میواستے کے طرف لوٹ مار کے لئے بھیجے گئے۔

اس وقت بابر لشکر میں مورچہ باندھے پڑا تھا اور معاملات کی خراب حالت کو دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا اور اُسے مجبوراً عرصہ سے بیکار رہنا پڑا تھا جس سے وہ دل ہی دل میں چین تھا۔ اوسنے اپنی زندگی کی ساری سرگدشت کو یاد کیا اور بڑے خضوع و خشوع اور ندامت و پشیمانی کے ساتھ اوس نے دل میں تسلیم کر لیا کہ اوس نے قرآن شریف کی ایک سخت تمہیدی حکم کی نافرمانی کی عادت ڈال لی ہے اور شراب پیا کرتا ہے اس سے اوس نے فوراً توبہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور طوائی ساغر اور نقہ صراحیان نگاہیں اور اونہیں اپنے روبرو توڑیا کر فروخت کے لئے بھیج دیا۔ اور قیمت عزابا کو تقسیم کر دی۔ پھر جب قدر شراب لشکر میں تھی اوسے خراب کر دیا گیا کہ کوئی بے نہیں یا زمین پر پھینک دی گئی۔ اور بابر کی توبہ کو دیکھ کر اوس کے امراء میں سے تین سو امیر دن نے بھی ایسی ہی توبہ کی۔

آخر کار جب اوس نے جانا کہ اب توقف زیادہ ممکن نہیں ہے تو بابر ۱۲ راج کو دشمن کی طرف دو میل آگے بڑھ کر ٹھہر گیا پھر دوسرے روز ایک ایسے موقع پر آگے چلا گیا جو اوسنے طوائی کے لئے متعین کیا تھا۔ یہاں پر اوس نے اپنی فوج کو لڑائی کے لئے ترتیب دیا۔ ۱۶ کوراچھوت اور اونکے رفیق آگے بڑھے اور لڑائی ہونے لگی۔ بابر نے اپنے ترک میں اس لڑائی کا حال نہایت عمدہ طور پر اور یقیناً ایمان داری کے ساتھ تحریر کیا ہے یہاں اسی قدر کہنا کافی ہے کہ اوسے یہاں ایسی کامل فتح حاصل ہوئی کہ دوسرے

ہی روز راجپوتانہ کے فرمان روائی نے بھی اس کے قدموں پر آکر سر رکھ دیا۔ وہ فوراً بیٹا کو چھپتا
 اور وہاں سے میوات میں داخل ہوا۔ اور اس تمام صوبہ کو مطیع کر لیا اس فتح کا اثر یہی نہیں ہوا
 کہ اس نے ان ملکوں پر قبضہ کر لیا۔ بلکہ دوا آب کے کچھ شہر جہاں بغاوت ہو رہی تھی یا تو
 مطیع ہو گئے یا ان پر بابر کا پھر قبضہ ہو گیا۔ جب دوا آب کا ہنگامہ رفع ہوا اور وہاں کامل امن
 چین ہو گیا تو بابر نے اپنے ہتیار پہلے وسط ہند کے ہندو سرداروں کی طرف اٹھائے
 جن کا سرخسہ اس وقت چندیری کا راجہ تھا جس وقت بابر شہر اور قلعہ چندیری کے
 پاس پھونچا ہے تو اسے خبر ملی کہ پورب میں اس کے سپہ سالاروں کی بڑی ردی حالت
 ہو رہی ہے اور وہ مجبور ہو کر لکھنؤ سے قنوج میں پھلے آئے ہیں گو وہ اس بات کو ایک خفیف
 معاملہ نہ سمجھتا تھا۔ مگر اس خبر سے کچھ گہرا یا نہیں اور چندیری کے محاصرہ پر جا رہا۔ اور
 چند وزیرین دبا داکر کے قلعہ لے لیا۔ جب یہاں کا انتظام ہو گیا تو فوراً مشرق کو چل دیا۔ اور
 اپنے لشکر منہزم اور شکست خوردہ سرداروں سے قنوج کے پاس آ ملا۔ اور اسی جگہ کے
 قریب گنگا کا پل بنا کر یقیہ لودی سرداروں کو جو اس کے دشمنی پر جمے ہوئے تھے اپنے
 آگے سے ہٹا دیا اور لکھنؤ کو لیکر دریا کے گومتی و گھاگرا سے پار اترتا اور دل شکستہ
 دشمنوں کو آوارہ کر دیا۔ پھر وہ آگرہ لوٹ آیا کہ اندرونی انتظام کی درستی اور اصلاح کرے
 مگر اسکو آرام نصیب نہیں ہوا۔ جو پورب میں جو پہلے خاندانوں کے مسلمان تھے وہ
 اچھی طرح ابھی تک مطیع نہیں ہوئے تھے۔ بہار کے زرخیز صوبہ پر جو جو پور کے قریب تھا
 ابھی تک حملہ ہی نہیں ہوا تھا اور اب ان دونوں ملکوں کے سردار اس بات پر متفق ہو گئے

تھے کہ لودی خاندان کے ایک سردار کو جس نے بابر کے مقابلہ میں رانا ساگما کو مدد دی تھی اور جوان دونوں مالک میں سب سے زبردست تھا اپنا سردار بنا کر ایک متحدہ حکومت قائم کر لین اور یہ صلاح اور مشورے ایسے چپ چاپ کئے گئے تھے کہ بابر کو یہ بہید صرن یکم فروری ۱۵۲۹ء کو ظاہر ہوا۔ اس وقت وہ دہلی پور میں تھا جسے وہ نہایت ہی پسند کرتا تھا اور اس میں وہ اپنے امر کو لئے ہوئے باغات وغیرہ لگوار ہا تھا اور اس کی درستی اور آرائش وزیر بایش میں کوشش کر رہا تھا۔

سننے ہی اسی روز وہ اگرہ لوٹ کھڑا ہوا اور جو فوج سردست اسے مل سکی لیکن دوسرے ہی دن اپنے بیٹے عسکری کے فوج سے ملنے کے لئے چل دیا۔ جو موضع وکد کی میں کبرہ کے قریب دریا کے کنارے گنگا کے دست راست پر پڑی ہوئی تھی۔ وہ اچانک ۲۷ کو پہونچ گیا اور عسکری کی فوج کو دریا کے دوسرے کنارے پر پایا۔ اور فوراً شاہزادہ کو حکم دیا کہ دست چپ پر ہی رہ کر اپنے لشکر کو اسی طرح سے چلائے جیسے بابر کا لشکر دست راست پر حرکت کرے۔

جو خبرین کہ بابر کو میان ملین وہ ایسی نہ تھیں کہ جن سے کچھ اطمینان ہوتا محمود لودی کے جھنڈے کے تلے ایک لاکھ آدمی جمع ہو گئے تھے اور خود بابر کے سرداروں میں سے ایک شخص شیخ خان جسے بابر نے اپنی خاص عنایتوں سے عزت بخشی تھی باغیوں سے مل گیا تھا اور اپنی فوج سے بنارس پر قبضہ کئے ہوئے تھا محمود لودی نے چنار کو گھیر رکھا تھا جو اس مقدس شہر سے ۲۶ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

بابر فوراً آگے بڑھا۔ اور محمود لودی کو چنار کے محاصرہ سے ہٹا دیا اور شیرخان سے بنارس خالی کرا کے اسے لنگا پار بھگا دیا اور کرم ناسا سے اور کرچو ساسے آ کے جھان کرم ناسا اور لنگا ملتی ہے وہاں بکسر کے پاس لشکر ڈالا۔ پھر وہاں سے دشمن کو بھگاتا ہوا آ رہے تک چلا گیا۔ یہاں پر وہ بہار کا بھی حاکم ہو گیا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ محمود لودی صرف چند ہزار ہیون کے ساتھ جا کر بادشاہ بنگال کے پاس پناہ گزیر ہوا ہے۔

محمود لودی کی پہنچی نصرت شاہ بادشاہ بنگالہ کو دی گئی تھی اور اس بادشاہ سے اور بابر سے یہ عہد ہو گیا تھا کہ ان دونوں میں سے کوئی دوسرے کے ملک پر حملہ نہ کرے گا۔ مگر اس معاہدہ کے برخلاف بادشاہ بنگال نے صوبہ سارن یا چمپرا پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اپنے لشکر کو لا کر دریا سے گھاگرا اور گنگا کے ملاپ پر قائم کیا تھا جو اپنے حفاظت کے لئے ایک نہایت عمدہ مقام تھا۔

بابر نے ارادہ کیا کہ بنگالہ کی فوج کو اس مقام سے ہٹا دے لیکن اسے جلد معلوم ہو گیا کہ اس مقصد کے حاصل ہونے کے لئے بجز بہتیا لڑنا۔ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس لئے اس نے اپنی فوج کے چھ حصہ کے چار حصہ تو اس نے اپنے بیٹے عسکری کی ماتحتی میں دے جو اس وقت لنگا کے دست چپ پر تھا۔ اور حکم دیا کہ گھاگرا کو عبور کر کے دشمن پر بڑھیں اور ایسی کوشش کریں کہ دشمن اپنے مورچوں سے ٹکراؤ نہ کرے پیچھے ہٹ کر گھاگرا کی طرف آئیں۔ اور دو حصہ جو باقی رہے انہیں خاص اپنی نگرانی میں لیا۔ کہ لنگا سے گذرے اور پھر گھاگرا پار ہو کر دشمن کے مورچوں پر چھاپا مارے اور انہیں

بیچ و بٹن سے نیست و نابود کر ڈالے۔ یہ دونوں لشکر ۶ مئی کو باہم مل گئے اور انھیں کامل کامیابی ہوئی۔ بنگالہ کی فوج کو پوری شکست ہو گئی اور اس فتح نے جہان تک کہ اس لفظ فتح کا مدلول دلالت کرتا ہے پورا فیصلہ کر دیا۔ بنگالہ والوں سے اس شرط پر فیصلہ ہوا کہ وہ صوبہ جو مغربی بہار کے نام سے مشہور ہے بابر کے حوالہ کر دیا جاوے اور دونوں فریق میں سے کوئی ایک دوسرے کے دشمنوں کی تائید نہ کیا کرے اور نہ ایک دوسرے کی عملداری پر چڑہ کر جائے۔

یہاں تک تو میں نے بہت کچھ اس سے نامی گرامی شخص کے ترکے تاج نویسی کا فائدہ اٹھایا ہے جسکی کامیابیوں کا میں نے مختصر حال تحریر کیا ہے لیکن ابھی کچھ اور بھی کہنا باقی ہے جیسی کہ وہ اس لشکر کشی اور فتوحات سے لوٹ کر آیا ہے تو چند ہی روز کے بعد اس کی تندرستی میں فرق آگیا۔ یہ بات چپ تو سکتی ہی نہ تھی۔ ہمایوں اس کے بڑے بیٹے کو خیر پہنچی جو اس وقت بدخشان کا حاکم تھا۔ اس نے اپنے صوبہ کا انتظام اپنے بھائی ہندال کے سپرد کیا۔ اور اگر وہ کو جلدی سے چل دیا۔ اور ابتدا سے سترہ لاکھ عین دہان آگیا۔ نہایت شفقت سے اس کا خیر مقدم ہوا اور اس کی زندہ دلی اور خوش مزاجی کو دیکھ کر بھت لوگ اس کے دوست ہو گئے۔ ابھی اسے سب جہم پہنچ ہی ہوئے تھے کہ وہ نہایت ہی سخت بیمار پڑ گیا۔ جب بیماری اپنے مکمل پہنچ گئی اور شانہ زادہ کی زندگی کی اب امید نہ رہی تو ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے بابر کے بے بناؤ فی محبت اور شفقت پوری اس طرز پر نپٹے پڑتی ہے کہ جس میں کسی طرح منالطہ کو دخل ہو ہی نہیں سکتا۔ بابر کے ترکے

صنیمہ میں یہ حال اس طرح درج ہے۔

جب علاج معالجہ سے ہر طرح مایوسی ہو گئی۔ اور جب حکمائے حافظ نے بادشاہ کو اذکار بیٹے کی خطرناک حالت کا اظہار کر دیا۔ تو ایک شخص ابوالنقا نے جو اپنے علم و تقویٰ کے لحاظ سے نہایت مقدس سمجھا جاتا تھا باہر سے کھا کہ ایسی حالتوں میں اگر کسی شخص نے کوئی ایسی چیز جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی ہو قربان کر دی ہے تو کبھی کبھی قادر مطلق نے اس کے دوست کی جان بچا دی ہے۔ باہر یہ سنتے ہی چلا کر بول اٹھا کہ ہمایون کے نزدیک تمام چیزوں سے میری جان اور میرے نزدیک سب چیزوں سے ہمایون کی جان زیادہ پیاری ہے اس لئے میں نہایت خوشی سے بیٹے کے کچھ جانے کے واسطے اپنی جان قربان کرتا ہوں اور خدا سے دعا مانگی کہ اسے قبول کرے کہتے ہیں کہ اگرچہ اس کے درباری کتنا ہی منع کرتے رہے مگر وہ اپنے ارادہ پر اصرار کئے گیا۔ اور شاہزادہ کے گرد تین مرتبہ اسی طرح پر گھوما کہ جیسے مسلمان قربانی کو گھومایا کرتے ہیں اور اس کے بعد پتھے دل سے بھی دعا مانگی۔ تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے اسے آواز بلند کہتے ہوئے سنا کہ ”میں نے بلا اپنے اوپر لیلی۔ میں نے بلا اپنے اوپر لیلی۔“

مسلمان موصوفہ کہتے ہیں کہ قریب قریب اسی وقت سے ہمایون اچھا ہونے لگا اور باہر کی قوت میں کچھ کچھ زوال شروع ہو گیا۔ اور اس طرح ۳۵ سالہ کے اخیر تک گھٹن رہا۔ اور آخر کار محل سر اسے چار باغ میں اگرہ کے قریب ۴۹ سال کی عمر میں ۲۶ دسمبر کو اپنی جان اپنے بنانے والے کو حوالہ کر دی۔ اس کا جنازہ اس کی وصیت کے بموجب کابل کو بھیج دیا

گیا جہاں وہ ایک نہایت پر فضلاء مقام پر شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر دفن کیا گیا جو
 دنیا کے نامور کشور کشادہ زمین سے باہر کا ہیضہ ایک بہت ہی بڑا درجہ رہے گا۔
 اوسکے ذاتی خواص نے اوسکے طرز عمل کا ڈھنگ نیا پیدا کر دیا تھا۔ وسط ایشیا میں اوس
 ایک مختصر سی حکومت برائے نام وراثت میں نصیب ہوئی تھی۔ مگر جب وہ مراہے تو اوس
 مملکت کا مالک بنا جو دریائے جیحون اور کرماناسا اور دریائے زریا اور کوہستان ہمالیہ
 کے مابین واقع ہیں۔ اوس کی جبلت کا خمیر بشارت اور خرمی سے مرکب تھا چونکہ وہ
 دل کا فیاض رفیقوں پر اعتبار کرنے والا تھا اور ہمیشہ با امید رہتا تھا جس کسی سے ملتا
 اوسکے قلب کو محبت سے جذب کر لیتا تھا۔ قدرتی چیزوں میں سے جسے خوشنمایاں اوس
 ذوق شوق سے پکڑتا اور جانچتا تھا اوس نے اپنی عجیب و غریب عقل و تمیز کو اس درجہ
 تک ترقی دی تھی جو اوس کے زمانہ کے لحاظ سے کہیں بڑھ کر تھی۔ قدرت نے اوسکے
 دل میں بڑی پائدار محبت پیدا کی تھی اور اُس کی قوت متخیلہ کو نہایت صاف اور بجلی بنایا
 تھا۔ وہ لڑائی اور ناموری و عزت کو پسند کرتا مگر اسی کے ساتھ جو امن چین کی باتیں
 ہیں انہیں بھی نہیں بھول جاتا تھا اوس نے اپنا فرض کر لیا تھا کہ جن اقوام کو اوس نے
 مطیع کیا ہے ان کی حالت کی تحقیقات کرے اور ان کی یہودی کے واسطے تجویزین
 نکالے اوسے باغ لگانے عمارت بنانے اور نعمہ و سرود کا شوق تھا اور شاعر بھی کچھ ایسا
 ویسا نہ تھا لیکن اوس کی خوبیوں میں سب سے بڑی صفت وہ تھی جو اوسکے ایک اچھے
 شناسا نے اوس کی نسبت لکھی ہے اور وہ تاریخ رشیدی میں اپنی رائے یوں لکھتا ہے

حمید مرزا کا بیان ہے کہ ”اوس کے اور تمام صفات میں سے اوس کی سخاوت اور مروت
 سخاوت ہی بڑھکر تھی اگرچہ اوس کے صرف اس قدر تو عمر ہوئی کہ اوس نے ملک فتح کر لئے
 اور اتنی نہ ہوئی کہ وہ اہل ملک کو ملکر متفق المقصد کر دیتا۔ مگر فتح کرنے کا کام بھی اوس کے
 ہاتھوں سے اس طرح ادا ہوا ہے کہ اس کام کے واسطے بھی اس سے زیادہ صاف و
 پاک ہاتھ ملنا دشوار تھا۔

بابر نے اپنے بعد چار بیٹے چھوڑے۔ محمد ہمایون مرزا جو اوس کے بعد بادشاہ
 ہوا اور ۵ اپریل ۱۵۵۶ء کو پیدا ہوا تھا۔ کامران مرزا۔ ہندال مرزا۔ عسکری مرزا
 مرنے سے قبل بابر نے اپنے ذرا کو اکٹھا کر کے ایک محفل کی تھی اور اوس میں ہمایون
 کو سب کے سامنے دلی عہد کر دیا تھا۔ اور مرتے وقت اوسے وصیتیں کر گیا تھا جن باتوں میں
 اوس نے زیادہ زور دیا تھا وہ یہ ہیں۔ حق اللہ اور حق العباد کو ایما ن داری کے ساتھ
 بجالانا۔ عدالت اور نصفت کے کاموں کو راست بازی اور توجہ سے انجام دینا خطا کار
 اور مجرم کے سزا میں نادان اور تائب کو معاف بانی اور رحم کی نگاہ سے دیکھنا اور غریب اور
 بیسوں کی حفاظت کا خیال رکھنا۔ علاوہ برین اوسنے ہمایون سے یہ بھی التجا کی تھی
 کہ وہ اپنے بھائیوں سے براہ شفقت و محبت پیش آئے۔

اس طرح یہی نامور بادشاہ جس نے مغلیہ خاندان کے ہندوستان میں بنیاد
 ڈالی تھی اور شمال و غرب کے صوبوں کو اور اس جزیرہ نما کے چند وسطی اصنلاع کو فتح کر کے
 اپنی نسل کو اوس کا دعویدار کر دیا تھا اپنی عمر کے بہار کے ایسے عروج کے وقت مر گیا

جب کہ انسان کے عقل و دانش اور تجربہ مرتبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اوس میں بہت سی بڑی بڑی عمدہ صفتیں تھیں۔

مگر ہندوستان میں نہ تو اوس کو فرصت ملی اور نہ کوئی موقع ایسا ہاتھ آیا کہ جن صوبوں کو اوس نے فتح کر لیا تھا اودن میں اس قسم کے انتظام کا ڈھنگ ڈال دے جس سے اوس کو حصہ جواب تک جدا جدا تھے مگر متحد ہو جائیں۔ گو وہ واقع میں کیسا ہی لائق و نامور شخص تھا مگر پھر بھی اس پر پورا یقین نہیں ہو سکتا کہ اوس میں ایجاد و وضع قوانین کی لیاقت بھی اوسے کمال کے درجہ پر تھی جیسے اور قانون میں تھی۔ کسی موقع پر اوس کی کسی بات سے ایسی علامتیں ظاہر نہیں ہوتیں۔ جو اس شبہ کو دفع کر سکیں۔ کابل میں اونیئر ہندوستان میں دونوں جگہ اوس نے وہی پچھلے فاتحوں کا طرز اختیار کیا تھا کہ جو اسکے پہلے سے چلا آتا تھا۔ اور مفتوحہ صوبوں کو اور نئے ہاتھ آئے ہوئے اضلاع کو اپنے متعلقین کی حکومت میں دیدیا تھا وہ بذات خود اوس کے جواب دہ ہوتے اور اپنی رائے سے جس طرح چاہتے وہاں کا انتظام کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ جب وہ مراہٹ تو اوقت ہندوستان کے صوبہ جو اوسے اپنا بادشاہ سمجھتے تھے صرف اوسے اپنا بادشاہ سمجھنے کے ایک بندہ میں سے بندہ ہوئے تھے۔ اگر کہ کو لکھنوت کوئی عام اتحاد نہ تھا اور نہ دہلی کو جو نیپور سے تھا۔ بڑے بڑے ماحصل لگا کر دونوں کو ملک کے قطعات دیدئے گئے تھے اور وہ ہی ملک کی قسمتوں کے نشانات تھے جن میں مختلف نسلیں اور توہین بستی تھیں اور جن میں باہم صرف بھی رشتہ تھا کہ باہم راہ سب کا بادشاہ ہے اوس نے

اپنے بیٹے ہمایوں کو ایسے مالک کا مجموعہ دراشت میں چھوڑا کہ جو کسی قسم کے اتفاق یا یکسوا
مقاصد کے بندہ بن سے بجز اس کے کہ اس کی زندگی میں مل گیا تھا اور کسی طرح بندہ
ہو نہ تھا۔ غرض جب وہ مرا تو مغلیہ خاندان ہی اور نہیں پہلے مسلمان خاندانوں کی طرح ہندو
کی زمین میں اپنی بیچ و بنیا و قایم نہ کر سکا تھا۔



بائششم

ہمایون کا حال اور کبیر کا ابتدائی زمانہ

ہمایون اگرچہ دل کا بہادر اور مزاج کا خوش طبیعت کا شاطر صحبت کا پسندیدہ اچھا تعلیم یافتہ فیاض اور رحم دل تھا مگر اس بات میں کہ وہ اپنے خاندان کی بنیاد پرمان کسی پائدار اصول قائم کرے اپنے باپ سے بھی کم لائق تھا۔ اس کے بہت سے خوبیوں کے ساتھ اس میں کتنی ہی بُرائیاں بھی تھیں۔ وہ تند و خولے پروا ستلون المزاج تھا اس سے اپنے فرایض ادا کرنے کا بڑا خیال نہ تھا۔ اس کی فیاضی اسراف کی بدنامی تک پہنچ گئی تھی اس کی محبت اس درجہ کی تھی کہ جس سے آدمی کمزور اور بے بس ہو جاتا ہے۔ اس میں یہ لیاقت نہ تھی کہ وقت پر کسی اہم کام میں اپنی توجہ کامل طور پر مصروف کر سکے پھر قوانین عامہ کے بنانے کے لئے نہ تو اس میں عقل تھی اور نہ اس طرف اس کا میلان تھا۔ اس وجہ سے وہ سر سچا اس کام کے لائق نہ تھا کہ جو مالک اس کے باپ نے فتح کر کے اس کے ورثہ میں چھوڑے ہیں اور نہین متحد کر سکے۔

یہ تو ضروری نہیں معلوم ہوتا کہ اس کی تخت نشینی کے آٹھ برس بعد تک کی تاریخ تفصیل وار بیان لکھی جائے اس نے انتظام ایسی نا تجربہ کاری کے ساتھ کیا تھا اور اس کے محکوم قومین کے دل میں اس کا اعتبار ایسا کم تھا اور اس کی عزت اونکی گاہوں سے

ایسی جاتی رہی تھی کہ جب شیرخان سورنامی امیر نے جو بابر کا مطیع ہو گیا تھا اور اس کے بیٹے کے برخلاف اس کے کھڑا ہوا تھا اور جو ہمایوں کے بعد شیرشاہ کے لقب سے بادشاہ ہوا ہمایوں کو شکست دی تو ہمایوں کی سلطنت اس کے ہاتھ سے بالکل جاتی رہی۔ کچھ اور چند واقعات کے بعد جنوری ۱۵۵۶ء میں ہمایوں صرف چند ہمارا میں نے ساتھ روہی میں جو جزیرہ بہکر کے مقابل دریا کے کنارے ملک سندھ میں ہی بھگوڑوں کی طرح جا بھوچا اور جو کچھ اسی باپ سے میراث میں ملا تھا سب کھو بیٹھا۔ وہاں سندھ میں ہمایوں نے دو ڈھائی برس خراب کے کہ اس ملک کی حکومت پر قبضہ کر لے مگر کچھ نہ کر سکا۔ اس جگہ جو سب سے بڑی بات یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ جلال الدین محمد اکبر اس کا بیٹا ۱۵ اکتوبر ۱۵۵۶ء کو یہاں کے قیام کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ اب میں یہاں اون اتفاقات کا بیان کرتا ہوں کہ جن سے ہندوستان کی تاریخ میں یہ عظیم الشان واقعہ رونما ہوا۔

ہمایوں نے اپنے بھائی ہندال کو سیہوان کے زرخیز صوبہ پر حملہ کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ مگر جوقت ہمایوں کی فوج بہکر کا محاصرہ کر رہی تھی تو اس نے اپنے بھائی کی تدابیر کو ناپسند کر کے اپنے بھائی سے کھلا بھیجا کہ پاتر کے مقام پر جو دریا کے کنارے مغرب کی طرف کو کوئی بیس میل کے فاصلہ پر تھا اگر مجھ سے ملے۔ جب ہمایوں یہاں گیا تو اس نے دیکھا کہ ہندال اپنے ام کو لئے ہوئے شاہانہ طور پر اس کا استقبال کرنے کو موجود ہے جب اس کے بعد ضیافت ہوئی تو ہندال کی ماں نے جو ہمایوں کی

مان نہ تھی بڑی بہاری بھمانی کے سامان کئے اور دربار کی تمام بیگمات کو اوس میں مدعو کیا۔ ان میں سے ہمایون کی نظر ایک امیر کی لڑکی حمیدہ پر جا پڑی جو ہندال کا دوست تھا۔ اوس کے حسن کو دیکھ کر ہمایون کے دل پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ اوسی وقت اوس نے پوچھا کہ کیا اس کی نسبت ہو گئی ہے لوگوں نے کھا کہ صرف زبانی باتیں تو ہو گئی ہیں مگر ابھی تک منگنی کی کوئی رسم نہیں ہوئی ہے اس پر ہمایون نے کھا کہ میں اس سے شادی کر دوں گا۔ ہمایون کے اس یکایک ارادہ پر ہندال بہت بھڑکا اور کھا کہ اگر ہمایون نہ مانگا تو میں بہائی کی نوکری چھوڑ کر چلا جاؤں گا اور فریقین میں جھگڑا ہونے لگا یہاں تک کہ قریب تھا کہ دونوں بھائیوں میں نا اتفاق ہو جائے مگر ہندال کی مان ہنر شادی کو پسند کرتی تھی اوس نے اپنے بیٹے کو سمجھایا اور اوسے راضی کر دیا۔ دوسرے روز ہمایون کا نکاح حمیدہ بیگم سے ہو گیا جس کی عمر ابھی چودھواں سال ختم ہوا تھا۔ اس کے چند روز بعد یہ مبارک زن دشنو بہکر کے لشکر کو چلے گئے۔

مگر ہمایون کی مرادوں کے پورا ہونے کا ابھی زمانہ نہیں آیا تھا جو اس نے تجویز میں کین ادن میں سے کوئی پوری نہ ہوئی۔ اور موسم بہار ۹۲۲ھ میں اوسے اوکی نو جوان بیگم کو اپنی جان کی سلامتی کے واسطے ماڈ وارڈ کے سنان بیابان میں بھاگنا پڑا اگر ت میں وہ جیسلمیر پہنچے مگر جب وہاں کے راجہ نے اونہیں بھاگ دیا تو اونہیں یہہ بڑا بیابان طے کرنا پڑا۔ اور اس سفر میں پانی کے نہ ملنے سے سخت مصیبتیں اوز پر گذر گئیں مگر بڑی بہادری کے ساتھ افان و خیزان ۲۲ رگست کو قلعہ امر کوٹ میں اس بیابان کی

کنارہ پر جا پہنچے۔ قلعہ کے سردار رانانے اوہنین دوستانہ طور پر اپنے یہاں اوتارا
 اسی جگہ بروز یکشنبہ ۱۵ اکتوبر کو حمیدہ بیگم کے پیٹ سے اکبر پیدا ہوا۔ ہمایون
 ام کوٹ سے چار روز پیشتر منلع جون کے حملہ کے واسطے چلا گیا تھا۔ اس کے منہ سے
 جو الفاظ اکبر کی پیدائش کی خبر سن کر نکلے ہیں قابل تحریر ہیں۔ ایک شخص اس کے خدام
 میں سے لکھتا ہے کہ جب بادشاہ خدا کی شکرگزاری سے فارغ ہوا تو میر آئے اور بادشاہ
 کو مبارکباد دی اس وقت ہمایون نے جوہر کو جو تذکرۃ الوقایات کا مصنف اور مورخ ہے
 طلب کیا۔ اور اس سے کہا کہ میں نے جو کچھ تجھے دیا تھا اسے لا۔ جوہر نے کہا کہ
 آپ نے مجھے دو شاہرنے (جو خراسانی سونے کا ایک سکہ تھا) اور ایک چاندی کا لنگن
 اور ایک مشک نافہ عطا فرمایا تھا جن میں سے دو نو پہلی چیزیں تو اونکے مالکون کو دیدی
 گئی ہیں۔ اس پر ہمایون نے مشک نافہ کو منگایا۔ اور ایک چینی کی رکابی میں اسے
 توڑ کر اپنے ام کو طلب کیا۔ اور تولد فرزند کی خوشی میں اوہنین تقسیم کر دیا۔ جوہر کہتا ہے
 کہ جس طرح اس مشک نافہ کی خوشبو پھیلی تھی اسی طرح اکبر کی نیک نامی کی خوشبو سے تمام
 راج مسکون معطر ہو گیا ہے۔ مگر اس بیٹے کی پیدائش سے باپ کی قسمت میں کوئی فوراً

بہتری نہیں ہوئی۔ جنوری ۱۵۳۲ء میں ہمایون کو سندھ چھوڑنا پڑا اور اپنی بی بی اور
 بیٹے اور چند ہمراہیوں کو لیکر قندھار کے ارادہ سے چل کھڑا ہوا۔ جب ہی کہ وہ شال کے
 مقام پر پہنچا ہے تو اسے خبر ملی کہ اس کا بھائی عسکری بڑی فوج سے قریب میں
 ہے اور اسوجہ سے یہاں سے بہت جلد بیگانہ ضروری ہے۔ ہمایون اور اس کی

بی بی تو تیار ہو گئے مگر لڑکے کا کچھ بندوبست نہ کر سکے۔ اوس کی عمر صرف ایک برس
 کی تھی۔ گھوڑے کی پیٹھ پر وہ ایسا تیز سفر کیسے کر سکتا تھا اور اوس خراب موسم کو کیسے
 برداشت کر سکتا تھا۔ جو اوس وقت ہو رہا تھا او بخون نے سوچا کہ اس بچے کے ساتھ
 اوس کا چچا لڑائی تو کرنے کا ہی نہیں اوسے اور شکر کے تمام احوال و احوال کو اور بچے
 کے خدام عورتوں کو درہن چھوڑ دینا چاہیئے۔ اس لئے وہ سب کچھ چھوڑ کر نکلے اور نہایت
 تیزی سے حدود فارس میں بسلاست جا داخل ہوئے یہاں جب ہی کہ یہ لوگ چلے
 ہیں کہ عسکری آکر موجود ہو گیا اور بجائی کے ہواگ جانے کے باعث اپنی مایوسی کو
 کچھ نرم الفاظ کے پر وہ میں چھپا کر اوسنے اس ننھے سے شاہزادہ کو پیار کیا اور قند ہار کو
 اپنے ساتھ لے آیا جہاں کا کہ وہ حاکم تھا اور خاص اپنی بی بی کی نگرانی میں اوسے سپرد کر دیا
 اور اوئیں عورتوں کو اون کی خدمت پر رہنے دیا جو پہلے سے اوس کی خدمت کرتی تھیں۔
 اب شاہزادہ ۱۵ سالہ میں تمام سال اوس بی بی کی نگرانی میں پرورش پاتا رہا۔
 مگر دوسرے سال کے شروع ہی میں اوس کی حالت میں پھر انقلاب ہوا اوسکے باپ نے
 شاہ طہماسپ کی مدد سے مغربی افغانستان پر حملہ کیا اور سیدہ سیامان میں ہو کر قند ہار
 آپہونچا۔ اس خبر سے اندیشے ناک ہو کر کہ کہیں ہمایون اپنے بیٹے کو نہ لیلے کامران نے
 سخت تاکید حکم بھیجا کہ لڑکے کو کابل بھیجا جائے۔ جب وہ افسر جنہیں کامران نے
 اس غرض کے لئے بھیجا تھا قند ہار پہونچے تو عسکری مرزا کے امر نے ایک محفل اسبات
 کے سوچنے کے منعقد کی لڑکے کو کامران کے پاس بھیجا جائے یا نہیں۔ بعض نے

کھا کہ ہمایون کے اقبال کا ستارہ عروج پر نظر آتا ہے بہتر ہے کہ بعزت تمام لڑکے کو باپ
 کے پاس بھیجا جائے۔ لیکن اوردن نے کھا کہ شاہزادہ عسکری نے اپنے بڑے
 بہائی ہمایون سے ایسی دغا بازی کی ہے کہ جسکے مقابلہ میں ندامت اور پشیمانی مقبول
 نہ ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ کامران کی طرفداری پر برابر جے رہیں۔ چنانچہ ادسی دوسری رائے
 کو ترجیح دی گئی۔ اور اگرچہ موسم سرما کی سختی معمول سے زیادہ ہو رہی تھی اس نئے سے
 شاہزادہ کو اس کی بہن بخشش بیگم کے ساتھ مع خدام کے کابل روانہ کر دیا گیا۔ اور بعض
 حضرات کے بعد جس سے محافظین ہمراہی کو اس بچے کے چڑھانے کی کوشش کا خون
 پیدا ہوا تھا یہ لوگ کابل کو سلامت پہنچ گئے۔ اور وہاں کامران نے بہتیبی کی نگرانی
 پر باپ کی پھوپھی خانزادہ بیگم کے سپرد کی۔ جو کبھی بابر کی بڑی پیاری بہن تھی۔ اس
 نامور بیگم نے بھی اونٹین دایوں اور خدام کو خدمت پر قائم رکھا جو پہلے سے شاہزادہ
 کے پاس معین تھیں۔ اور اس تھوڑے سے عرصہ کے درمیان جس میں نگرانی اوسکے
 سپرد رہی نہایت محبت سے اوس کی دیکھ بھال کرتی رہی۔ افسوس کہ اس بیگم کی نگرانی
 چند مہینوں سے زیادہ قائم نہ رہی۔ جب ہمایون نے ستمبر ۱۵۴۵ء میں قندھار کو لیلیا
 تو کامران کو بڑی پریشانی ہوئی چونکہ کامران متشکی المزاج اور حاسد طبع شخص تھا۔ اور
 اکبر کو اپنے قبضہ میں رکھ کر ہمایون کے مقابلہ میں جس طرح چاہے کام میں لانیو
 ایک کارآمد طلسم سمجھتا تھا لڑکے کو اوسے اپنی دادی کی نگرانی سے نکال کر ایک اپنے معتبر
 سردار کجکلان (یا کج کلاہ) نام کے سپرد کر دیا۔ لیکن معاملات کی صورتوں میں انقلاب

اوس زمانہ میں بہت جلد ہو جایا کرتے تھے۔ ہمالیوں نے جب اپنی بنیاد قندھار میں خوب استحکام کے ساتھ قائم کر لی تو کابل چل دیا۔ اور نومبر کے پہلے ہفتہ میں شہر کے سامنے آ گیا۔ اور اوسے بزدل شمشیرہ اکو لیدیا۔ کامران تو پہلے ہی غزنین کو ہرا گیا تھا۔ مگر باپ کو جس سے اس قدرت تک بیٹا جدار ہاتھا خوش قسمتی سے وہ وہیں پیدل گیا۔ حمیدہ بیگم لڑنے کی مان دوسرے سال کے موسم بہار تک وہاں نہیں آئی۔ لیکن کجکلان اس عرصہ میں خدمت سے الگ کر دیا گیا۔ اور شاہزادہ کا پہلا اتالیق جو اٹکہ خان کے نام سے مشہور ہے پھر اپنی خدمت پر مقرر ہو گیا۔

اس وقت تو کچھ عرصہ کے لئے اس لڑکے کے چاروں طرف جاہ و جلال اور اقبال سیل کے آثار نظر آتے تھے لیکن جب آیام سرما قریب آیا تو ہمالیوں نے چاہا کہ بدخشان کے ملک میں جسے اوس نے اس زمانہ میں لے لیا تھا قلعہ ظفر میں سخت جاڑے کے دنوں کو بسر کرے لیکن جب وہاں کو جاتا تھا تو وہ ایسا بیمار پڑ گیا کہ اوس کی زندگی سے ہی مایوسی ہو گئی۔ اور دو مہینے تک بستر سے بالکل نہ اٹھ سکا گوکہ وہ پھر اچھا ہو گیا مگر اس زمانہ میں اوس کے کتنے ہی امیروں نے اوس کے مرنے کا یقین کر کے اوسے چھوڑ دیا۔ اور اوس کے بہائیوں کے درمیان حاضر ہو گئے۔ اور کامران نے اپنے خسر کی فوج کی امداد سے کابل پر پھر قبضہ کر لیا اور اوس کے ساتھ اکبر بھی اوس کے قبضہ میں آ گیا۔ اور کامران نے

(۱) اس کا اصلی نام شمس الدین محمد غزنوی ہے اوس نے قنچ کے لڑائی کے وقت شہر شاہ کے مقابلہ میں

ہمالیوں کی جانب سے غزنو میں بجائی تھی۔

سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اکبر کے پاس سے انگہ خان کو علیحدہ کر کے اپنے ایک ملازم کے سپرد کر دیا۔

لیکن ہمایوں کو جب ہی کہ توانائی آگئی تو وہ فوراً اپنی دارالسلطنت کو واپس لینے کو روانہ ہوا۔ اور کابل کے حوالے میں کامران کی عمدہ فوج کو شکست دیکر اوس نے اپنا صدر کوہ عکابین پر جھان سے شہر پر زد پڑتی رہے مقرر کیا۔ اور اوس پر گلندازی شروع کر دی۔ چند روز بعد اس توپوں کی بھمار نے شہر میں بڑا نقصان کیا۔ اور جب اوس سے نہایت سختی ہوئی تو کامران نے اپنے بھائی سے کھلا بھیجا کہ اگر گلندازی موقوف نہ کیجائیگی تو اکبر کو قلعہ کی دیوار کے اوس مقام پر کھڑا کر دیا جائیگا جہاں خوب گولہ برس رہے ہونگے۔ اس سے ہمایوں نے حکم دیا کہ توپوں کو بند کر دیا جائے مگر محاصرہ بخین اٹھایا۔ اور ۲۸ اپریل ۱۵۵۷ء کو شہر کو فتح کر لیا۔ کامران اس سے پہلے ہی بھاگ گیا تھا۔

چونکہ کامران بدخشان کو بھاگ کر گیا تھا اس واسطے ہمایوں نے اودھر اوس کا تعاقب کیا۔ لیکن مراٹے آئندہ میں اوس کے بڑے بڑے زبردست سردار باغی ہو گئے اور اوسے چھوڑ کر کامران سے مل گئے جس سے ہمایوں کئی منزل آگے گیا اور پھر لوٹ لوٹ آیا۔ مگر موسم گراما ۱۵۵۷ء میں اوس نے کامل کوشش کی کہ اپنے شمالی مملکت کا تصفیہ کر دے اس لئے اوس نے جون میں کابل سے کوچ کیا۔ اور اکبر کو اور نیز اوس کی مان کو ہمراہ لے لیا۔ جب وہ گلباہن میں بچو پچا تو اوس نے

اکبر اور اوس کی مان کو کابل واپس کر دیا۔ اور تالیکان (یا تالیخان) مین جا کر کامران کو اطاعت پر مجبور کر لیا۔ جب اس شاہنشاہ نے جو اس وقت تک بھی شاہنشاہ کھلتا تھا شمالی ملکوں کا بندوبست کر لیا تو کابل کو لوٹ آیا۔

۱۵۴۹ء کے موسم بہار کے آخر پر اوس نے پھر کابل کو اس لئے چھوڑا کہ بلخ پر جو مغربی قندھار کے ملک مین سبھ حملہ کرے مگر افجکون نے اسے ہٹا دیا اور وہ کابل کو واپس چلا آیا۔ اس وقت ایک بڑے تعجب کی بات ہوئی۔ ہمایون کو جو بلخ پر نکال دیا گیا ہوئی تھی اور وہاں سے لوٹنا پڑا تھا اوس کی بڑا سبب یہ تھا کہ کامران اوس کا آکر شریک نہ ہوا تھا۔ اور پھر اوس سے کھلم کھلا باغی ہو گیا تھا اور ہمایون کی شکست کے بعد دریا جیون پر لشکر کشی کی تھی جہاں اوس پر بڑی مصیبت آپڑی تھی اسلئے کامران نے ہمایون کو اطاعت کا پیغام بھیجا اس لئے ہمایون نے کابل کی حکومت اکبر کو دی جو اس وقت آٹھ برس کا تھا۔ اور محمد قاسم خان برلاس کو اوس کا تالیق مقرر کر کے کابل سے اپنی بہائی کو اپنے قابو مین کرنے کے واسطے روانہ ہوا مگر ایسی بے احتیاطی سے اوس نے کوچ کیا کہ کامران نے جس نے فقط فریب دیا تھا قبیاق کی گھاٹی کے اوپری کنارہ پر اوسے یکایک آ لیا۔ اور ہمایون کو بجز بہاگ کر جان بچانے کے اور کچھ نہ بن پڑی۔ اس فرار کے وقت ہمایون بہت زخمی ہو گیا تھا تاہم اوس نے ایسی عقلندی کی کہ درہ سرطان کے قلعہ پر بھرت پہنچ گیا۔ یہاں اوس کو کسی قدر امن مل گیا۔ اسی اثنا مین کامران نے بھی منز لین طے کین اور آکر

کابل کو لے لیا اور تیسرے مرتبہ اکبر اپنے چچا کے ہاتھوں میں قید ہو گیا۔ ہمایوں نے باوجود اس نقصان کے کچھ اندیشہ نہ کیا۔ اور اپنے رفقا کو پھر اکٹھا کر کے پہاڑوں سے اتر آیا اور کابل کو روانہ ہوا۔ جب وہ شتر گردن پر پہنچا تو دیکھا کہ کامران کی فوج اس کے مقابلہ کو کھڑی ہوئی ہے کچھ دنوں تک تو پیغام سلام ہوتے رہے۔ جب کچھ نتیجہ نہ نکلا تو ہمایوں نے حملہ کا حکم دیا جس میں اس سے کامل فتح ہوئی اور کامران بھاگ گیا کچھ دیر تک تو ہمایوں کو بڑا اندیشہ رہا کہ کامران اپنے بھاگتے وقت کہیں اکبر کو نہ لے گیا ہو لیکن اس کے شہر میں داخل ہونے سے پیشتر ہی حسن آختہ جسکی نگرانی میں اکبر تھا اکبر کو لیکر ہمایوں کے پاس حاضر ہوا۔ اور ہمایوں کا ترو د بالکل دور ہو گیا۔ دوسرے روز وہ شہر میں داخل ہو گیا۔

اس وقت ہمایوں کو جو فتح ہوئی وہ قطعی اور ہمیشہ کے لئے تھی۔ جب ہمایوں نے اس کے بعد انعامات تقسیم کئے تو اپنے بیٹے کو بھی فراموش نہ کیا۔ اکبر کو اس نے علاقہ چرخ جاگیر میں دیا۔ اور حاجی محمد خان سیستانی کو اس کا اتالیق مقرر کر کے اس کی تعلیم کے لئے بھی تاکید کی دوسرے سال ہمایوں کی مصیبتوں کے جو اسباب تھے وہ ایک ایک کر کے سب نکلے۔ اگرچہ کامران نے ایک مرتبہ اور بھی زور مارا مگر اس کا ایسی چستی سے تفاقب کیا گیا کہ اسے مجبوراً اگست ۱۵۵۷ء میں اطاعت کرنا پڑا ہندال مرزا ایک اور بھائی ڈیرہ برس ہوا تھا کہ کامران کے تعاقب کے وقت قتل ہو چکا تھا۔ دوسرا عسکری مرزا جس کا مزاج معلوم ہوتا ہے دعا و فریب کے ہی خمیر سے بنا تھا کہ کو

"افسوس" میں نکال دیا گیا تھا اور گو وہ ابھی تک زندہ تھا مگر کچھ نقصان کا اوس سے اندیشہ
 نہ تھا جب اس طرح اوسے بھائیوں سے اندیشہ جاتا ہا تو اب ہمایوں نے کشمیر کی فتح کا
 ارادہ کیا مگر اوس کے امیر اور اوس کے رفقا اس حملہ کے ایسے مخالف تھے کہ ہمایوں
 کو اپنی مرضی کے خلاف اوسے ترک کرنا پڑا اس وقت اوسنے اپنے دل کو اسی سے خوش
 کر لیا کہ وہ دریائے آگے کے پار اور تریا جس وقت اوس کا لشکر اون اضلاع میں پڑا ہوا تھا
 جو دریائے آگے اور جھلم کے درمیان ہیں تو اوسنے پیشاور کے قلعہ کی ایسی مرمت کا
 حکم دیا کہ جو پہلے سے بہت بڑا از سر نو قلعہ بنانے کے برابر تھے۔ اس وقت بھی وہ ہندوستان
 کے حملہ کی تجویز میں تھا۔ اور خاص کر اوسے اس بات کی فکر تھی کہ گھاٹیوں سے آگے
 کوئی ایسا مقام اوسکے ہاتھ آجائے کہ جہاں وہ اپنی فوج کو مجتمع کر سکے اوس لئے تعمیر کا
 کام ایسی جانفشانی سے شروع کیا کہ قلعہ اخیر ۱۵۵۴ء تک تیار ہو گیا۔ اسکے بعد وہ کابل
 لوٹ گیا۔ اس سال کے جازون میں اور نیز موسم ہمار کے ابتدا میں ہندوستان میں
 تلے اوپر ایسے حوادث سرزد ہوئے کہ جس سے ہمایوں کی تجویزوں کو عمل میں لایا نہ
 موقع بخوبی مل گیا۔

(۱) کہ میں اوس کا انتقال ۱۵۵۶ء میں ہوا



باب ہفتم

ہمایون کا حملہ ہندوستان پر اور اس کی موت

شیرشاہ نے جس نے ہمایون کو شہداء میں قہوج کے مقام پر شکست دی تھی اپنی فتح کے بعد ان ممالک پر قبضہ کر لیا کہ حنفین بابر نے فتح کیا تھا اور نیز کچھ اور بھی اوس میں زیادہ کر لئے۔ وہ لایق آدمی تو تھا۔ مگر اوس میں بھی اوس بادشاہ سے جسے اوس نے نکال دیا تھا اتحاد اور اتفاق پیدا کرنے کی زیادہ عقل نہ تھی۔ اوس نے بھی متفرق کپوؤں کے ذریعہ سے حکمرانی کی کہ جس میں ہر ایک صوبہ اور ضلع کا انتظام جدا جدا ہوتا تھا۔ وہ ^{۱۵۵۵} میں اوس صوبہ سے مر گیا جو اسے کالجہ کے محاصرہ میں اوسی وقت پہنچا تھا جب کہ اوس مضبوط قلعہ کے آدمیوں نے اس کے رد و رہتیار رکھ دئے تھے۔

اوس کا دوسرا بیٹا سلیم شاہ سورج سلطان اسلام خان کے نام سے بھی مشہور ہے اوس کے بعد بادشاہ ہوا۔ اور آٹھ سات برس تک حکومت کرتا رہا۔ اس بادشاہ کو اوس طرز حکومت کی خرابی کچھ کمزور معلوم ہو گئی ہوگی جو اس سے پہلے سے چلا آتا تھا کیونکہ اوس نے اپنی عہد حکومت کا بڑا حصہ اپنے ان امرا کے سازشوں کے رفع کرنے میں خرچ کیا جو اس کے ماتحت متفرق صوبوں کے حاکم تھے۔ جب وہ مر رہا ہے تو اس نے ایک خرد سال بیٹا چھوڑا جس سے امیرون کا اختیار و اقتدار زیادہ ہو گیا اور اوس کا

نتیجہ بہت جلد یہ ہوا کہ یہ لڑکا بادشاہ تین روز ہی کی برائے نام حکومت کے بعد مار گیا اور اوس کے مامون نے تخت چھین لیا۔ اور سلطان محمد شاہ عادل کے لقب سے اپنے کو مشہور کیا یہ شخص بڑا جاہل ظالم تھا اور کسی قاعدہ و دستور کا پابند نہ تھا اور بڑا بے حیا شہوت پرست تھا۔ مگر اوس کو خوش قسمتی سے اپنی حکومت کی تائید کے لئے ایک ہندو ہیمنو نام مل گیا۔ جو ابتدائیں ریواری واقع ملک میوات کا ایک دکاندار تھا۔ اور ایسی بڑی لیاقت کا آدمی تھا کہ رفتہ رفتہ تمام سلطنت کی حکمرانی کا اختیار اوس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ مگر اس ہیمنوین بھی اتنی عقل نہ تھی کہ اون ممالک کے سلسلہ اتحاد کے توڑنے کو روک سکتا جنہیں شیر شاہ نے اپنی اولاد کی میراث میں چھوڑا تھا۔ ابراہیم خان نے بیان میں بغاوت کی اور اگر دہلی لیکر اپنے تئیں سلطان شہزادہ کر دیا۔ احمد خان جو ستلج کے شمال و مغرب کے صوبہ کا حاکم تھا سکندر شاہ کے لقب سے پنجاب کا بادشاہ بن بیٹھا۔ شجاع خان نے مالوہ کی سلطنت کو لے لیا۔ اور اسی زمانہ میں دو دعویدار ممالک مشرقی کیواسطے ہم جھگڑائے کر رہے تھے۔ ان جھگڑے فسادوں میں سکندر شاہ کو کچھ حصہ کے لئے غلبہ ہو گیا۔ ابراہیم خان کو اوس نے فرج کے مقام پر چوگرہ سے بیس میل ہے شکست دی۔ پھر آگے بڑھ کر دہلی کو لے لیا۔ وہ چوہدر اور بہار کے حملہ کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ اسے کابل کی طرف سے حملہ کی اندیشنا خبریں آئیں۔

جو واقعات کہ اس وقت گزرے وہ صرف نتائج کے لحاظ سے نہایت اہم تھے۔

ہمایون تک کی طرف کابل سے نومبر ۱۵۵۴ء میں روانہ ہوا گو اس وقت اس کی فوج بہت تھوڑی تھی۔ مگر جس قدر آگے بڑھتا گیا اوس کی تعداد زیادہ ہوتی گئی۔ اکبر بھی اوس کے ساتھ تھا۔ ہمایون ۲ جنوری ۱۵۵۵ء کو انکے سے اوترا۔ اور داولپنڈی کو چلا پھر وہاں سے کلاؤر ہوتا ہوا رومی تک آگے کو چلا آیا۔ یہاں اوس نے اپنی فوج کو حصّوں میں منقسم کیا۔ اور اپنی سخایت عمدہ سپہ سالار بیرام خان کو جالندہر کی طرف روانہ کیا اور خود لاہور کا راستہ لیا۔ اور وہاں سے عبدالمعالی کو جسے وہ بڑا دوست رکھتا تھا دیبا پور کے قبضہ کے واسطے بھیج دیا۔ جو اس وقت بڑا عمدہ مقام تھا اور جہاں سے لاہور اور ملتان کے واسطے ممالک پر عرب داب ہو سکتا تھا۔

اب بڑے بڑے معاملات بہت جلد جلد واقع ہونے لگے۔ بیرام خان نے سکندر شاہ کے سپہ سالار کو بھیجا واپس پرستلج کے کنارہ شکست دی اور قصبہ سرسند پر حملہ کیا۔ سکندر نے اس امید سے کہ وہ اسے وہاں غارت کر ڈالیگا۔ سخایت تیزی سے ایک لشکر جرار لیکر وہاں کو کوچ کیا بیرام خان خندق کھود کر مورچوں میں پڑ گیا اور ہمایون سے مدد طلب کی ہمایون نے اکبر کو اسی وقت روانہ کیا اور کچھ روز بعد خود بھی وہاں کو روانہ ہوا۔ قبل اس سے کہ یہ لوگ وہاں پہنچیں سکندر آگیا۔ مگر حملہ سے جمعیتا رہا۔ اس جھجکنے لے اوسے غارت کر دیا۔ کیونکہ جب ہی ہمایون وہاں آیا تو اوس نے اندھا دھونڈ لڑائی شروع کر دی۔ ہمایون کو فتح ہوئی اور کامل فتح ہوئی۔ سکندر شاہ کوہستان شوالک کو ہٹا گیا ہمایون اپنی فوج لیکر دہلی کو روانہ ہو گیا اور ۲۳ جولائی کو اوس نے

قبضہ کر کے ایک حصہ فوج کا روہیلکھنڈ کو اور دوسرا حصہ آگرہ کے قبضہ کو بھیجا۔ اور
عبدالمعالی کو پنجاب کے قبضہ کی واسطے پھلے ہی بھیج چکا تھا۔

لیکن ابھی اوس کی مشکلات حل نہیں ہوئی تھیں۔ تیموجو محمد شاہ عادل کا سپاہی
اور وزیر اعظم تھا بنگالہ کے دعویدار کو جس نے مالک مغربی شمالی پرکالپی کے قریب جمنّا
کے کنارہ حملہ کیا تھا شکست دیکھا تھا اور دہلی پر آنے کی تیاری کر رہا تھا۔ سکندر شاہ
بھی جسے سمر ہند میں شکست ہوئی تھی پنجاب میں پھر ہاتھ چلانے کی تدبیروں کے
درپے تھا۔ ان مشکلات کو دیکھ کر ہمایوں خود تو دہلی میں رہا۔ اور اکبر کو سیرام خان
کی اتالیقی میں پنجاب کے تصفیہ کو بھیج دیا۔

اب یہاں اکبر کا حال بیان کرنا ضرور ہے۔ یہ شاہزادہ ابتدائے جنوری ۱۵۵۶ء
میں سمر ہند میں پھونچا۔ اور بہت سے اوس سرداروں کو جنہیں عبدالمعالی ہمایوں کر
پیارے سردار نے اپنے ضدی مزاج کے باعث ناراض کر دیا تھا لیکر پھلو کے قریب
ستلج سے پار اوڑھا۔ اور سلطان پور واقع ضلع کانگرے کو گیا۔ اور وہاں سے سکندر شاہ
کے تعاقب میں ہریانہ پہونچا۔ اسی روز صبح کو جس روز کہ یہ وہاں پہونچا ہے ہمایوں پر
ایک سخت حادثہ کے واقع ہونے کی خبر آئی۔ اس خبر کے سنتے ہی اوس نے فوراً آگے
بڑھنا ملتوی کر دیا اور کلانور کو کوچ کیا کہ وہاں پر ٹھہر کر اور خبر کا انتظار کرے۔ جب یہ وہاں
پہونچا تو ایک خط اوسے ملا جو ہمایوں کے حکم سے لکھا گیا تھا اوس میں لکھا تھا امیر جو
کہ جلد شفا ہو جائے۔ مگر ایک تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک قاصد آیا کہ بادشاہ کا انتقال

ہو گیا۔ اس خبر کے پھونچتے ہی اکبر کی بادشاہی کی منادی کر دی گئی۔

اب یہ وقت ایک ایسے لڑکے کے لئے جو صرف تیرہ برس چار مہینے کا ہو نہایت آزمائش کا تھا۔ بے شک وہ پنجاب پر قابض تھا اس کے ملازم سرسندھلی اور غالباً اگرہ پر بھی قبضہ تھے۔ مگر اسے یہ بھی معلوم تھا کہ ہیرو جو ایک دعویدار کو شکست دیکر دو فوجوں کی خوشی میں پھولا ہوا تھا پچاس ہزار فوج اور ایک ہزار ہاتھی لیکر اگرہ کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ اور اس کا کامل ارادہ تھا کہ محمد شاہ عادل کی سلطنت پھر قائم کر دے۔ اسی مشکلات میں چند روز بعد یہ خبر آئی کہ جو صوبہ دار اس کے باپ نے کابل میں مقرر کیا تھا اس نے بھی بغاوت کی ہے۔

ہمایون دہلی کے شاہی محلات کے کتب خانہ کی چھت پر چڑھا تھا اس کے زینہ کی چوٹی پر سے گر کر مر گیا تھا۔ چار روز تک تو وہ لڑکھڑاتا رہا۔ اور اس عرضہ میں اکثر اوقات بیہوشی کی حالت میں پڑا رہا۔ پھر ۲۴ جنوری کی شام کو اپنی عمر کے اڑتالیسویں سال میں مر گیا۔ تارومی بیگم ان نے جو دہلی کے موجود امیرون میں سب سے بڑا امیر تھا فوراً انتظام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور سب سے پہلے اس نے یہ کام کیا کہ تمام لوگوں سے اس حادثہ کی خبر کو اس وقت تک چھپائے رکھا کہ جب تک اس نے اکبر کی تخت نشینی کا بندوبست نہ کر لیا۔ جسے اس نے تفصیل تمام ان معاملات کی خبر بھیج دی اور ایسی ہوشیار ملی اور دانائی کی کہ سترہ روز تک بادشاہ کے مرنے کی خبر کسی پر ظاہر نہ ہونے دی۔ پھر وہ ۱۰ فروری کو تمام امرا کو اکٹھا کر کے جامع مسجد کو گیا اور اکبر کے نام کا دامن خطبہ پڑھوایا پھر

اوسنے دوسرا کام یہ کیا کہ تمام اسباب علامات شاہی تاج مرصع مع افسر ان محلات و بدقہ
 شاہی اور نیز ایک دعویدار سلطنت ہمایوں کے بھائی کامران کے بیٹے کو پنجاب
 کوسنے بادشاہ کے صدر مقام پر روانہ کر دیا۔ پھر اوسنے وہ تدابیر کرنا شروع کیں کہ جس سے
 ہیمو کے حملہ سے دارالسلطنت کو بچائے رکھے۔ جبکا بڑا اندیشہ ہو رہا تھا۔



باب ہشتم

اکبر کی لڑائی اپنے باپ کے تخت کیلئے

میں نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ اکبر کو اپنے باپ کے مرنے کی خبر اس وقت ملی تھی جب کہ وہ اپنی فوج لئے ہوئے قصبہ کلانور میں داخل ہونے کے لئے گیا تھا۔ اس وقت تک نہ تو اسے کابل کی بغاوت کی خبر ملی تھی اور نہ اس کے مشیر تدبیر میر ام خان کو یہ خیال تھا کہ مہمو دہلی پر فوج کشی کر گیا۔ اس وقت پہلے پہل تو اسے چند روز تک بھی خیال رہا کہ میدان میں صرف ایک ہی دشمن ہے۔ اور یہ دشمن وہ ہی سکندر شاہ ہے جسے اس کے باپ نے پنجاب میں غارت کرنے کے لئے بھیجا ہے سکندر شاہ کے پاس ابھی تک فوج تھی اور آہستہ آہستہ کشمیر کی طرف کو پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اس وقت اس نے بادشاہ اور اس کے تالیق کو اپنا پہلا فرض بھی معلوم ہوا کہ کسی طرح پنجاب کو قابو میں کر لیں اور اس مقصد کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ سکندر شاہ کا تعاقب کیا جائے اس لئے فوج کو کلانور سے سکندر کے تعاقب میں روانہ کیا جس سے اسے مجبوراً مانگوت کے قلعہ میں پناہ لینا پڑی جو کوہستان شوالک کے نیچے سلسلہ میں واقع ہے۔ چونکہ مانگوت ایک بڑا مضبوط مقام تھا اور ہندوستان اور کابل کے طرفوں سے اندیشناک خبریں چلی آرہی تھیں اس لئے اکبر اور میر ام خان نے اسی پر قناعت کی کہ کچھ فوج اس قلعہ

کے محاصرہ کو چھوڑ دے اور جالندہر کو لوٹ آئے۔

بے شک یہ وقت بھی ایسا ہی تھا نہ صرف کابل میں ہی بغاوت ہوئی تھی بلکہ ہیمو نے جس کی فوج ہر لمحہ بڑھتی جاتی تھی بلامزاحمت اگرہ کو لے لیا تھا اور وہاں کی فوج جو پیچھے ہٹتی جاتی تھی اس کے تعاقب میں دہلی کو چلا آتا تھا اسکے ایک روز بعد یہ خبر آئی کہ دہلی کے قریب اوسے مغلیہ فوج کو شکست دی اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ اور تاروی بیگ بقیہ فوج منہزمہ کو لیکر سرہند کی طرف بھاگ آیا ہے۔

جب کثرت سے مشیر اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ہمیشہ اون کی صلاحیتیں عقل سے خالی ہوا کرتی ہیں۔ جب اکبر نے ہیمو کی فتح کا حال سنا تو اپنے جنگ آزمودہ سرداروں کو اکٹھا کر کے اون سے مشورہ کیا۔ اون میں سے ایک شخص کے سوا سب نے بالاتفاق کابل کے لوٹ جانے کی صلاح دی اونھوں نے کہا کہ اوس کو ہستانی دارالحکومت کو ضرور فتح کر لین گے اور وہاں ہم اوس وقت تک رہیں گے کہ ہندوستان پر از سر نو حملہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ نہ آئے اس کے برخلاف سیرام خان نے اپنا زبردست آواز نکالا اور کہا کہ ستلج سے فوراً گزر کر تاروی بیگ سے سرہند میں جا کر مل جانا اور فوراً وہاں سے ہیمو پر حملہ کرنا چاہیے۔ اوس نے کہا کہ دہلی کو دومرتبہ لے لیا ہے اور دومرتبہ وہ نخل گئی ہے اب کچھ ہی کیونچھو اوسے لے لینا ضرور ہے۔ دہلی ہے صلی حکومت کا مقام ہے نہ کابل۔ جو شخص دہلی کا مالک ہو گا وہ کابل کو باسانی لے سکتا ہے اکبر کے عقل میں بھی اپنے تالیق کی بات آگئی۔ اور فوراً ستلج کے پار کو چلنے کے لئے کوچ

کر دیا گیا۔

اکبر اور بیہرلم خان نے واقع میں اس بات کو سوچ لیا تھا کہ ایک طرف تو ہندوستان کی شاہنشاہی کا تاج ہے اور دوسری طرف کابل کی ایک چھوٹی سی حکومت ہے۔ کیونکہ ان کو ہندوستان سے اونٹن خیر خواہوں نے لکھ بھجوا تھا کہ ہیملو دہلی کو لیکر پنجاب کو لینے کی تیاری کر رہا ہے دشمن سے پیشتر ہی تیاری کر کے خودی حملہ آور بن جانا جو ایشیا میں ہمیشہ سے ایک بڑی بات چلی آتی ہے فتح کے واسطے قریب قریب ایک لازمہ کے ہو گیا ہے اسلئے اکبر اکتوبر میں جالندھر سے چلا اور تلچ سے پار ہو کر سر ہند کو لے لیا۔ یہاں تاروی بیگ اوس سے آکر مل گیا۔ اور وہ امیر بھی آگے جنھیں دہلی کے فصیلوں کی پاس ہیملو سے شکست ہوئی تھی۔ ان لوگوں کے آنے کے بعد اکبر کے دل میں اوس اختیار کی اجازت دینے کے خلاف کا پہلا تخم بویا گیا جو اسکے تابع نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تاروی بیگ ایک ترکی امیر تھا جو ہمایوں اور اسکے بھائیوں کے جھگڑے میں کبھی ادھر کبھی اودھر ہو جاتا تھا۔ مگر اخیر وقت میں وہ اکبر کے باپ کا طرفدار ہو گیا تھا۔ جب ہمایوں مرا تو تاروی بیگ نے ہی اپنی بیعت اور وفاداری کے سبب سے ایسا انتظام کیا کہ بلاخوئی زنی اکبر کو تخت نصیب ہو گیا۔ باوجود اسکے کہ کامران کا ایک بیٹا اوس وقت دہلی میں موجود تھا۔ یہ سچ ہے کہ جب ہیملو سے اوس نے شکست پائی تو بعض اور سرداروں کی رائے میں اوس سے یہ غلطی صادر ہوئی کہ اوس نے دہلی کو جلدی خالی کر دیا۔ مگر فتنہ جنگ کی غلطی کوئی جرم نہیں ہوا کرتی۔ اور اگر یہ بھی نہ مانو تو اس کا

اتنا تو ضروری احسان تھا کہ ایک بڑا زبردست لشکر لاکر اوسے سر ہند میں اکبر کو دیا تھا مگر اوس
اور بیرام خان میں ہمیشہ سے عداوت چلی آتی تھی اور یہ عداوت بیرام خان کے دہلی
مذہبی تعصب کے باعث سے تھی کیونکہ بیرام خان شیعہ تھا اور تارودی بیگ سنی تھا
جب تارودی بیگ سر ہند میں آیا تو بیرام نے اوسے اپنے خیمہ میں بولا کر قتل کر دیا
اکبر کو اوس کے اس ظلم پر براغصہ آیا۔ اور بیرام سے اوس کا کچھ جواب نہ بن پڑا یہ کھہ
سکتے ہیں کہ یہ کام اوس نے ایسے کیا تھا کہ آئین اور ضوابط کی کوئی خلاف ورزی نہ کر سکے
اور امراتھیک ٹھیک اطاعت کے دائرہ سے قدم باہر نہ نکال سکیں۔

اس زمانہ میں ہیمو دہلی ہی میں رہا۔ اور نئے لقب راجہ کا جو اوسنے اختیار کیا تھا اوسکی
خوشیاں منانا اور فوج کو فراہم کرنا رہا۔ مگر جب اوس نے سنا کہ اکبر سر ہند میں پہنچ گیا
تو اوس نے اپنا تو پچانہ پانی پت کو بھیجا۔ جو دہلی سے ۵۳ میل شمال کو ہے۔ اور جہہ ارادہ
کیا کہ پیچھے سے پیدل اور سوار فوج کو لیکر خود بھی جائے مگر ادھر سے اکبر بھی اوسی مقام
کو روانہ ہو گیا۔ علاوہ برین اوس نے دس ہزار سوار کی فوج احتیاطاً آگے بھیج دی اور
علی قلی خان شیبانی کو اوس کا سردار کیا جو تارودی بیگ کے ساتھ ہیمو سے دہلی
میں لڑا تھا اور اوسکے دہلی سے جلدی ہٹ جانے کو برا بتاتا تھا۔ علی قلی خان پانی پت
پھونچا۔ اور دیکھا کہ ہیمو کے تو پچانہ کا کوئی نگران نہیں ہے۔ اسلئے اوسے جھپٹ کر
اونہیں سبکو چھین لیا۔ اسی حسن کارگزاری کے صلہ میں اوسے خازن مان کا خطاب عنایت
کیا گیا۔ اور اسی خطاب سے تاریخ میں اندہ وہ مشہور ہے۔ اس بجٹی سے ہیمو کی ہمت

بہت کچھ ٹوٹ گئی۔ کیونکہ کہتے ہیں۔ یہ تو پین ترکی سے طلب کی گئی تھیں اور اونکی
 بڑی تعظیم کی جاتی تھی۔ پھر اسکے بعد بے توقف اوس نے پانی پت پر زور ڈالا۔ اور آگے
 بڑھے چلا گیا۔ اکبر اور سیرام پانی پت کے میدان میں بڑھ رہے تھے اور ۵۵۵ھ میں
 کی تاریخ اور صبح کا وقت تھا کہ اوجھون نے ہیمو کی فوج کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔
 میرے نزدیک اکبر کو اس وقت ضرور یاد ہوا ہوگا۔ کہ ٹھیک تیس برس پہلے اوسکے دادا بابر
 نے اسی میدان میں لودی خاندان کو غارت کیا اور ہندوستان کی سلطنت پر قبضہ کیا
 تھا۔ اب اکبر کو اُس غاصب کی فوج کا سامنا تھا کہ جو مصاہرت کے رشتہ سے خاندان
 سور کا جس نے اوسکے خود باپ کو ہندوستان سے نکالا تھا رشتہ دار تھا۔ وہ جانتا تھا کہ
 یہ لڑائی ایسی لڑائی ہوگی کہ جس سے اس صدی بہر کے لئے فیصلہ ہو جائیگا لیکن گو وہ
 کیسا ہی صاحب فرست سہی مگر یہ بات ہنہیں جان سکتا تھا کہ ہندوستان میں ایک
 خاندان شاہی کے قائم کرنے کے واسطے بھیہ پہلا زینہ ہوگا۔ جو دو سو برس سے زاید
 یہاں رہیگا۔ اور جسے خارج کرنے کے واسطے شمال سے ایک اور حملہ کی اور ایک اور
 پانی پت کی لڑائی کی اور ایک اور اجنبی قوم کی بحر اٹلانٹک کے ایک جزیرہ سے یہاں
 آنے کی ضرورت ہوگی۔

ہیمو نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں منقسم کیا تھا۔ آگے تو پانچ سو ہاتھی چلتے تھے
 جس میں ہر ایک پر ایک ذی عزت عمدہ دار سوار تھا اور خود ہیمو ایک اپنے پیارے
 ہاتھی پر سوار اس کا سر دار تھا۔ وہ پہلے تو مغلوں کے بائیں بازو پر جو آگے بڑھ رہا تھا

پھیلا اور اوس کی ترتیب بگاڑ دی مگر چونکہ ماتحت سرداروں نے اپنے پیدل فوج سے
اوس کی تائید نہ کی وہ ہٹ گیا اور پھر خود قلب پر حملہ کیا جہاں بیرام خود فوج کو لڑا رہا تھا۔
اوس ہوشیار سپہ سالار کو ایسے حملہ کا پہلے ہی خیال تھا اوس نے اپنے تیر اندازوں
سے کھ رکھا تھا کہ سواروں کی پیشانیوں پر تیر مارین۔ ان تیر اندازوں کے ہاتھ کا ایک تیر
تیمو کی آنکھ میں لگا جو ہودہ میں اوس کے صدمہ سے بیہوش ہو کر کچھ دیر کے لئے گر پڑا جب
اوس فوج نے اپنے سردار کے گرنے کو دیکھا تو سخت پریشان ہو گئی اور حملہ میں اتاری
ہو گئی اور پھر بالکل موقوف ہو گیا پھر بیرام کے سپاہیوں نے اس حملہ کے موقوف ہوتے
ہی اوشین تتر بتر کر دیا۔ چونکہ تیمو کے ہاتھ کا فیلبان مارا گیا تھا اوس کا ہاتھ اپنی طبیعت
کے میلان کے بموجب جگل میں چل دیا۔ ایک سردار شاہ قلی محمد بھارلوی نے جو بیرام
کا رفیق اور کوئی دوز کار تیرہ دار تھا ہاتھ کو جاتا دیکھ کر اوس کا پیچھا کیا۔ اوسے نہیں
معلوم تھا کہ اسپر کون سوار ہے جب وہ اوس کے پاس آیا اور ہاتھ کی گردن پر کی سی کو پکڑا
تو معلوم ہوا کہ اوس پر تیمو سوار ہے اور زخمی ہے۔ اوسے اوس نے گرفتار کر لیا۔ اور
بیرام کے پاس لے آیا۔ بیرام اسے اپنے نوجوان بادشاہ کے پاس لے گیا۔
جس نے دن بھر بڑی بہادری اور جوان مردی دکھائی تھی لیکن اب لڑائی کا انتظام اپنی
اتالیق کے ذمہ چھوڑ آیا تھا جو حالات کہ اس وقت گزرے اور اوس زمانہ کے موزوں
نے لکھے ہیں وہ یہ ہیں بیرام نے جب اس زخمی سردار کو اپنے بادشاہ کے روبرو پیش
کیا تو عرض کیا کہ ”یہ آپکی پہلی لڑائی ہے۔ اس کا فرکوا اپنے ہاتھ سے قتل کیجئے تاکہ آپ

غزاکامرتبہ حاصل کرین، اکبر نے جواب دیا ”یہ اس وقت ایک مردہ سے زاید نہیں ہے۔ میں اسے کیونکر مار سکتا ہوں اگر اسے عقل اور طاقت ہوتی تو میں اس پر تلوار چلاتا“ (یعنی میں اس سے لڑائی لڑتا) غرض جب اکبر نے اس کے قتل سے انکار کیا تو بیرام نے خود اسے قتل کر دیا۔

بیرام نے اپنے سوار دشمن کے تعاقب میں دہلی کو بھیجے اور انکو آرام لینے کی مہلت نہ دی۔ اور دوسرے روز ۳۵ میل کا سفر بے قیام کے طے کر کے منگلیہ فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ اسکے بعد اکبر کا کوئی بڑا خوفناک دشمن ہندوستان میں نہ رہا اور اس کو وہ ہی مرتبہ حاصل ہو گیا۔ جو تیس سال پیشتر اس کے دادا کو حاصل ہوا تھا۔ اب یہ بات باقی رہ گئی کہ بیچہ لڑکا اس موقع سے فائدہ اٹھائیگا یا نہیں جسکو اس کے باپ اور اسے دونوں بہنیں حاصل کر سکے تھے۔ جو بڑاکام کہ اس کو کرنا تھا اس کی اصلی حالت دکھانے کیلئے دوسرے باب میں میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی اس وقت کی حالت بیان کر دوں جب کہ اکبر تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے بعد کی اور ایک باب میں یہ بتاؤں کہ اس چودہ برس کے لڑکے نے بیرام خان کی اتالیقی میں کس طرح فائدہ اٹھایا۔



باب نمبر

سولہویں صدی عیسوی کے وسط میں ہندوستان کے عام حالات

جو سلطنت کہ ستلج کے جنوب میں مغلوں سے پچھلے افغانوں نے فتح کی تھی وہ اس لائق نہ تھے کہ اسے ہندوستان کی شاہنشاہی کہا جائے وہ دہلی کی بادشاہت تھی جس میں وہ صوبہ داخل تھے جو شہرہ تک ممالک مغربی شمالی کے نام سے مشہور تھے اور اس میں صوبہ بنگالہ کا وہ حصہ بھی تھا جسے ہم مغربی بہار کہتے ہیں اور کچھ اضلاع ممالک متوسطہ اور راجپوتانہ کے بھی اس میں تھے۔ علاوہ برہمن پنجاب بھی اس میں شامل تھا۔ البتہ کچھ عرصہ کے لئے شاہان خاندان تغلق نے بنگالہ اور قریب قریب تمام جنوبی ہند لے لیا۔ ہٹا لکر پچھلا ہی حملہ اب ہی کہ شمال سے ہوا تو جنوب کے ہندو راجاؤں نے اطاعت کے بغیر غزوہ جوے کو کند ہے سے اوتا پھینکا۔ اور پھر کسی نے اونہیں مطیع نہیں بنایا۔ اور لیسہ کا بڑا زبردست راج جو گنگا کے دہانہ سے گودادری کے دہانہ تک پھیلا ہوا تھا۔ ہمیشہ خود مختار رہا مغربی ہند نے بھی کچھ عرصہ تک کسی مغربی حملہ آور سے کچھ غرض نہ رکھی اور اس کے چھوٹی چھوٹی ریاستیں خود مختار بادشاہتیں ہو گئی تھیں۔

جب اکبر تخت نشین ہوا ہے تو ہندوستان کا سب سے مغربی حصہ سلطنت گجرات کا ایک مسلمان بادشاہ کے قبضہ میں تھا جو افغانی نسل سے تھا اور خود مختارانہ حکومت

کرتا تھا۔ ہمایون بیشک وہاں گیا تھا مگر ہندوستان سے اوسکے بہانے پر وہ پھر خود مختار ہو گیا تھا۔ اور اوس سے بعد اوسے کسی نے نہ چھیڑا تھا بلکہ اوسی نے اپنی نہایت قریب کے پڑوسی مالوہ والون سے لڑائی کی تھی اور فتح حاصل کی تھی اسوجہ سے یہ حکومت جسمین اوس ملک کا بڑا حصہ شامل تھا جسے ہم وسط ہند کہتے ہیں اکبر کی تخت نشینی کی وقت خود مختار تھی یہی حال خاندیس کا بھی تھا اور یہی حالت راجپوتوں کی ریاستوں کی تھی۔ انکا کچھ حال زیادہ تفصیل سے بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

رانا سنگا کے معاملات کا تو اول باب میں اپنے موقع پر کچھ ذکر آچکا ہے باہر نے جو اس راجہ کو شکست دی تھی اوس سے میوار کی طاقت کو بڑا صدمہ پھونپا تھا۔ اور جب شیر شاہ نے ہمایون کو ہندوستان سے نکال دیا تھا تو میوار کی سرداروں نے شیر شاہ کی اطاعت قبول کر لی تھی لیکن شیر شاہ کے مرنے پر جو ہنگامہ فساد برپا ہوئے تو وہ پھر خود مختار ہو گئے تھے اور اکبر کی تخت نشینی کے وقت پر بھی راجپوتانہ کی ریاستوں میں اون کا بڑا درجہ تھا۔ دوسری ریاستوں کے مختصر طور پر یہ حالت تھی کہ جے پور کے حکام نے باہر کے زمانہ میں مغلوں کے آگے گردن جھکا دی تھی۔ اوس زمانہ میں وہاں کا راجہ بہارا راجا تھا اوسنے اپنی فوج سے بادشاہ کی مدد کی تھی۔ اور ہمایون نے اپنے بھانجے سے قبل اوسے ایک بڑا شاہی خطاب راجا امیر کا عنایت کیا تھا جس وقت اکبر نے پانی پت کی لڑائی سر کی رہے تو اوس وقت راجہ بھارما کا بیٹا وہاں کا حاکم تھا۔ جو دہپور کے اوس زمانہ میں جے پور سے بدرجہا بڑھ کر اچھی حالت تھی

اوسکے راجہ مالدیوٹی شیرشاہ کو میدان جنگ میں اوس کے تمام دشمنوں سے ٹکڑھ کر
 تحلیل دی تھی۔ مگر اوس نے ہمایوں کے بہانے وقت اوسے اپنے بھانپناہ نہ دی تھی
 جب اکبر دہلی کے تخت پر بیٹھا تو یہ راجہ زندہ اور خود مختار تھا۔ اور راجپوتانہ کے تمام
 راجاؤں سے زیادہ طاقتور تھا۔ جیسلمیر اور بیکانیر وغیرہ کے ریگستانی سرحد کی ریاستیں
 بھی خود مختار تھیں۔ اور بھی حال راجپوتانہ کے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا تھا ایسا ہی سندھ
 کا حال ہو رہا تھا اور یہی حالت ملتان کی بھی تھی۔ میوات اور بیکانیر کا کسی غیر شخص کے
 مطیع نہ تھے۔ مگر گوالیار اور چھچندیری زوردار تھا اگرہ کے قرب وجوار میں ہونے کے
 باعث بادشاہ کی طاقت اور ان ملکوں پلوں کی توجہ کی کم و بیشی کے اندازہ سے کم و بیش
 باجگذار رہا کرتی تھی۔

مگر ان صوبوں میں بھی جہاں مسلمان بادشاہ حکومت کرتے تھے باہم اتحاد نہیں ہوتا
 تھا۔ بادشاہ سلطان یا شاہنشاہ جیسا کہ اوس کا لقب اپنے اپنے وقت پر ہوا کرتا تھا
 ان صوبوں کی سرداروں میں بڑا سردار ہوتا تھا جسکی نگرانی میں یہ سب صوبے ہوا کرتے تھے
 اپنے دربار میں تو اوس کی پوری حکومت ہوتی اور فوج میں وہ خود سپہ سالاری کرتا تھا
 مگر صوبوں کی اندرونی انتظام میں اوسے کچھ دخل نہیں ہوتا تھا۔ اور اگرچہ بظاہر نام کے
 لئے صوبہ دار اپنے بادشاہ کا مطیع ہوتا اور خود مختار نہیں سمجھا جاتا تھا مگر درحقیقت وہ خود
 مختار ہوتا تھا۔

تمام لوگوں کے بالاتفاق شہادت و ثبوت ہوتا ہے کہ ہندو جن کی تعداد و ان تمام صوبوں کے باشندوں کی تعداد میں سے جو مسلمانوں کے مطیع تھے اٹھ حصّوں میں سے سات حصّہ تھے مسلمانوں کے وقت میں خوش حال تھے وہ اپنے مذہب کی رسومات بڑا دیکھا تمام علی الاعلان ادا کرتے تھے۔ صرف اونہیں جزیہ دینا پڑتا تھا۔ جو مسلمان غیر مذہب والے مطیع قوموں سے لیا کرتے تھے۔ مگر سرکار کے تمام کاروبار میں ہندو ہی لوگ بڑے حاوی ہوتے تھے بہت سے صوبوں میں اعلیٰ درجہ کے ہندوؤں کے پاس موردنی علاقہ ہوتے تھے جو دہان کے صوبہ دار کے ماتحت ہوا کرتے تھے۔ اور جب کبھی اطرائی میں ضرورت پڑا کرتی تھی تو یہ لوگ میدان جنگ میں اپنی فوج سے بادشاہ کی مدد کیا کرتے تھے۔

اس طرح پرہم صوبہ میں وہاں فوج رہا کرتی تھی اور جب کبھی ضرورت پڑتی تو صوبہ دار کی خدمت کے واسطے ہمیشہ تیار رہتی تھی۔ مگر علاوہ اسکے اس صوبہ کی فوج کے سوا قریب قریب ہمیشہ کے ایک مغلیہ تعداد شاہی فوج کی بھی صوبہ میں رہا کرتی تھی جسے ستخواہ بادشاہ

(۱) ہندو صاحب کبھی مسلمان حکومتوں کو اچھا نہیں کہتے ان کی زبان سے یہ چند فقرہ غالباً بلا تقدّر تھے۔ مگر ان کی قلم سے ان کے غلط کا یہی سبب ہے کہ یہ سچا اور حق واقعہ ہے اور الحق یَعْلَمُ لَعَلَّیٰ کی بنا پر ذہن سے نکل پڑا ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے وقت میں جو خوشحال اور دولت مند ہندوستان کو حاصل ہوئی وہ خود ہندوؤں کے زمانہ میں اسے کبھی حاصل ہوئی تھی۔ اور نہ کبھی کسی ملک کو کسی غیر قوم کے ہاتھ سے ہو سکتی ہے۔

کی طرف سے ملتی تھی اور اس کا افسر وہ شخص ہوتا تھا کہ جسے سلطان خود مقرر کرتا تھا۔ اس افسر کو بہت کچھ صوبہ دار سے تعلق نہیں ہوتا تھا براہ راست وہ خود بادشاہ کی طرف سے اپنے کام کا ذمہ دار ہوتا تھا۔

قیاس چاہتا ہے کہ عدالت کا انتظام بخوبی اچھا تھا کیونکہ مسلمانوں کی شریعت اور فقہ اسلام کے بموجب ہوتا تھا جیسے کہ مسلمان حکومتوں کا عملہ رائج تھا عدالت کے حاکم قاضی ہوا کرتے تھے اور ایسی ایک کتاب کے بموجب فتویٰ جاری کیا کرتے تھے کہ جو قرآن شریف کے بموجب فیصل شدہ مقدمات کے نتائج سے بنتے تھے۔ مگر اس میں ملک کے دستور و نفاذ بھی لحاظ رہتا تھا اور احکام میں اس بنا پر تبدیلی ہوا کرتی تھی۔ اور رعایا کے باہمی قضیہ جگہ جگہ فیصلہ قاضی کیا کرتے تھے یعنی وہ تمام مقدمات اونھیں کی تجویز سے فیصلہ ہوتے تھے جن میں سلطنت کے حفظ و مراست سے تعلق نہیں ہوتا تھا۔ لیکن فوجداری کے مقدمات کچھ لوگوں کی مجلس کے سپرد کر دئے جاتے تھے جن کی کارروائی کے لئے علماء کوئی کسی قسم کے ضوابط اور قواعد متعین نہ تھے جو سرکار کی طرف سے مقرر ہوتے اور کبھی کبھی قاضی کے اختیارات کو بھی توڑ دیتے تھے مگر مخلوق کے عام اطمینان کی حالت سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ بحیثیت عامہ عدالت کا کام اس زمانہ میں اطمینان بخش تھا جو مسلمان خاندان بھان پچھلے زمانہ سے آئے تھے اور جو بھان کے ہندو ہاشندے تھے اونکے منافع اور ضرر تین ملا کر زمانہ نے ایک کردی تھیں۔ اور وہ دونوں اس قانون کی طرف یکسان رجوع کرتے تھے جس سے حتی الامکان اونھیں حمایت ملتی تھی۔ اگر اس ملک کے

مورخین کی تحریرات پر بھروسہ کیا جاسے تو کھ سکتے ہیں کہ باوجود اس قدر بہت لڑائیوں کے بھی ملک کی عام حالت نہایت عمدہ اور رعایا مرفہ الحال تھے۔

اس انتظام کی نسبت جس کا ہم اب ذکر کریں گے یہ خیال کرتے وقت یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نہ تو بآئر نے اپنے پچھلے افغانوں کی ہندوستانی انتظام میں کوئی اصلی تبدیلی کی تھی اور نہ ہمایون نے اوسکو بدلاتھا۔ بابر کو درحقیقت ایک ایسے قسم کی حکمرانی کی عادت تھی جس میں شخصی حکومت کی بوباس اور بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ فرغانہ سمرقند کابل میں سب جگہ صرف دارالسلطنت میں ہی بڑا حاکم نہیں رہا تھا بلکہ صوبوں کے اڈن صوبہ داروں بھی سب سے بڑا حاکم رہا تھا جنہیں جاگیرین فوجی خدمت کے لئے وہ خود دیا کرتا تھا۔ یہ صوبہ دار اور اضلاع کے افسر اور جاگیر دار اپنے اپنے علاقوں میں قریب قریب بالکل اپنی مرضی کے موافق حکمرانی کرتے تھے البتہ اتنا ضرور تھا کہ بادشاہ کی مرضی سے ہمیشہ اڈن کی تبدیلی ہو سکتی تھی اور اسوجہ سے اڈنچین اندرونی انتظام اس طریق پر کرنا پڑتا تھا کہ جس سے عدل و انصاف میں کوئی فرق نہ آتا تھا یا بادشاہ کے دربار میں اپنے وکیل مقرر رکھا کرتے تھے کہ وہ بادشاہ وقت سے اس طرح کارروائی کرتے رہیں کہ جس سے اڈن صوبہ دار کے فوائد و اعتراض پورے ہوتے رہیں۔

اسی طرح فوج بھی بادشاہ کے خاص ذاتی خدام سے مرکب ہوتی تھی اور بادشاہ کے سرداروں اور تواج کے ذاتی خدام اور بھیان کے اصلی باشندوں کے جو صوبوں پر قابض ہوتے تھے اس فوج میں شامل ہونے سے اوس کی تعداد بڑھ جاتی تھی۔

بابر کی حکومت کا اور نیز اوسکے بیٹے کی حکمرانی کا بالکل جابرانہ شخصی حکومت کا مظہر تھا۔ راجا یون حکومت کو بادشاہ کو سیاہ و سفید کا کل اختیار ہوتا تھا۔ آزادی کوئی جانتا بھی نہ تھا جو قوانین کہ ایک بادشاہ جاری کرتا اوسے دوسرا بادشاہ چاہتا تو توڑ دیکتا تھا۔ واقع میں ذاتی حکومت ہر جگہ اپنا جلوہ دکھاتی تھی۔ بادشاہ کی خواہشوں کی روک اگر کسی طرح ممکن تھی تو صرف بھی تھی کہ اوس سے بغاوت کیجاوے اور اوس میں کامیابی بھی ہو جائے لیکن اگر بادشاہ لائق ہوتا تو بغاوت میں کامیابی حاصل کرنا قریب قریب غیر ممکن کے ہوتا تھا۔ اگر وہ لائق بھی ہوتا اور اسی کے ساتھ منصف بھی ہوتا تھا تو وہ اس بات کو بخوبی جان لیتا تھا کہ بغاوت سے بچنے کے لئے سب سے بہتر طریق یہی ہے کہ ملک رانی عدالت کے ساتھ کیجائے۔

جب بابر نے ہندوستان کے ملکوں کو فتح کیا تو اوسنے وہاں ایسا انتظام جاری پایا جو اصول کے لحاظ سے بہت کچھ اوس انتظام سے غیر مشابہ نہ تھا جس کا کہ وہ شمالی ملکوں میں عادی ہو گیا تھا اگر اوسکو اوس میں تبدیلی کا خیال ہوتا تو اوسکو اتنا وقت نہ تھا کہ اوس پر عمل کرتا نہ ہمایون کو اس تبدیلی کی فرصت ملی اور نہ اوس کو اس کا خیال ہی آیا وہ انتظام جو اوس نے اپنے مرنے کے قبل ہی تجویز کیا تھا اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اوس انتظام سے جو ہندوستان میں جاری تھا اصول کے لحاظ سے کچھ اصلاح چاہتی نہ تھا۔ اوسنے چاہا تھا کہ سلطنت کو چھ صوبوں دہلی اگرہ قنوج جو نپور مامڑا اور لاہور میں منقسم کر دے اور ان مقامات پر اون کے صدرا و مستقر ہوں۔ اسی طرح یہ بھی تجویز کیا تھا

کہ ان مقامات پر ایک بڑی فوج ایک معتبر سپہ سالار کے ماتحت رہا کرے۔ جس کی فوج اپنی
 زبردست ہو کر کے کہ اس سے بیرونی امداد کی ضرورت نہ رہے۔ پھر ان صوبوں کے متحد
 کرنے کے واسطے بادشاہ خود بارہ ہزار سوار کی فوج لیکر صوبوں کی فوج کے معائنہ اور ملک
 کے تمام حالت کے ملاحظہ کے واسطے باری باری سے سب جگہ جایا کرے۔ یہ تجویز بھی
 خرابیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس انتظام کا طرز بھی اُن حالتوں میں بھی بُرا تھا جب کہ بادشاہ
 ہمیشہ اپنے سپہ سالاروں سے زیادہ لائق ہوتا اور اگر اپنے سپہ سالاروں کے برابر لائق
 نہ ہوتا تو یہ انتظام ایک سال بھی قائم نہیں رہ سکتا تھا۔

ہمایوں کے یکایک مرجانے نے اس تجویز میں خلل ڈال دیا۔ اور اسپرمل غمخور کا
 اوس کے بعد جنگ و جدال کے ہنگاموں کا بازار گرم ہو گیا اور اخیر پر پانی پت کے
 لڑائی نے اوس کا خاتمہ کر دیا۔ اس لڑائی سے اکبر کو وہ ہی موقع حاصل ہو گیا جو بابر کو
 دادا کو ٹھیک تیس سال پیشتر حاصل ہوا تھا۔ اوس وقت بابر کو ایسا موقع ملا تھا کہ جس سے
 اوس نے ہندوستان کے شمال و مغرب بہار اور وسط ہند کے کچھ حصہ کو فتح کر لیا تھا۔
 اسی قسم کا موقع اکبر کو بھی پانی پت کی دوسری لڑائی سے نصیب ہوا تھا۔ اس جگہ اوس نے
 صرف ایک ایسے دشمن پر فتح حاصل کی تھی کہ جو اوس سے بڑی سختی سے مقابلہ کے لائق
 تھا جہاں تک ممالک کے فتوحات سے اوس وقت تعلق نہا وہاں تک تو اوس کو کام آسان تھا
 مگر ان فتوحات کو پائدار بنانا اور متفرق صوبوں کو ملانا اور مختلف قوموں کو متحد المقصد کرنا اور
 ایسے قواعد و ضوابط ایجاد کر کے جاری کرنا کہ ہر تنفس کی نگاہ لڑاکر حکومت اور صدر سلطنت

پر پڑتی رہے جس سے ہر ایک شہر اور ہر ایک صوبہ میں بادشاہ کا رعب و اب پہنچا
 اور پھر بھی وہ ایسا نہ ہو کہ جس سے اس جگہ کی کھاوتیں اور روایتیں فراموش ہو جائیں
 اور وہاں کے دستورات اور اون مقامات کے عادی خیالات مٹ جائیں ایک ایسا کام
 تھا کہ جس کی طرف اس کے دادا نے توجہ نہ کی تھی۔ اور اگر اس کے باپ کے وقت
 میں یہ انتظام ہوتا تو اس کے روبرو جاری کرنے کے لئے پیش بھی کیا جاتا تو اس سے
 اس کا اجر وغیرہ ملنے نظر آتا۔ بھر حال اونکی تدبیر میں اس قسم کی تجویزوں کے نہ ہونے سے
 وہ سلطنت جو ۱۵۲۷ء کے پانی پت کی لڑائی سے اونکے ہاتھ آئی تھی ایسی ہی رہی کہ
 جسکی جڑ اس ملک میں نہ جمی بلکہ صرف تلوار کے زور پر اس کا قیام منہر تھا اور ایسی نازک
 حالت میں تھی کہ جب کوئی ہوا کا سخت جھونکا آئے تو ایک لمحہ میں تو بالابو جاسے اور
 غزنی۔ غوری خلجی تغلق سید لودی خاندانوں کی پچھلی سلطنتوں سے کسی طرح زیادہ
 مضبوط نہ تھی۔ یہ بات کہ وہ پچھلی سلطنتوں سے زیادہ مضبوط نہ تھی اس سے بڑی ثابت
 ہوتا ہے کہ جس سلطنت کو بابر نے قائم کیا تھا وہ دوسری بادشاہ کے زمانہ میں
 شیر شاہ کے حملوں سے غارت ہو گئی۔ اسکو تسلیم کر سکتے ہیں کہ اگر بابر نہ ہوتا تو ممکن
 ہے کہ وہ شیر شاہ کے حملوں کو کامیابی کے ساتھ دفع کر دیتا مگر اس کے تسلیم کرنے
 سے تو میری ہی دلیل ثابت ہوتی ہے۔ بابر بڑا اچھا سپہ سالار تھا۔ اور ایسے ہی شیرخان
 بھی تھا۔ ہمایون مزاج کا متلون اور متبدل تھا اور کام کا آدمی نہ تھا۔ اور سپہ سالاری کی
 حیثیت سے بھی وہ ادنیٰ درجہ کے شمار میں داخل تھا۔ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ شیرخان

جس نے ہمایون پر فتح پانی ممکن ہے کہ بابر سے شکست اٹھاتا۔ لیکن اس سے
توصیف بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو طریق حکمرانی اس نے جاری کیا تھا وہ وہی تھا کہ جس کا وہ
اپنی تمام عمر بھر عادی رہا تھا اور جس کی وجہ سے بار بار فرغانہ اور سمرقند اس کے ہاتھ آئے
اور نخل گئے تھے اور جس سے اسے کابل اور کچھ دنوں کے بعد ہندوستان مل گیا
تھا۔ یعنی یہ وہی طریق تھا کہ جس سے جس کی لالچی اوس کی ہینیس ہوتی تھی۔ نہ تو فرغانہ
میں نہ سمرقند میں نہ کابل نہ پنجاب اور نہ ہندوستان میں اوس کی بدولت حکومت
کی جڑ جمی تھی۔ اور فی الواقع اوس طرز سے یہ غیر ممکن بھی تھا کہ حکومت کی ذمہ داری کیونکہ
اوس میں نظم حکمرانی کے اگانے کی ہی طاقت نہ تھی۔

اور اب ۱۵۵۶ء کے اخیر پر جو سلطنت کہ پہلے ہاتھ آئی اور نخل گئی تھی اور اب یہ
ہاتھ لگ گئے تھے ایسے رز کے کے ہاتھ میں تھی جس نے مصائب اور امتحان کے
مدرسہ میں تعلیم پائی تھی اور ایک مہینہ اور چودہ برس کی عمر کا تھا۔ پانی پت کی لڑائی نے
اوس ہندوستان کا مالک کر دیا تھا۔ اور گو وہ لڑکا تھا مگر اوسے بہت سے معاملات دیکھ
لئے تھے۔ وہ اپنے باپ کے مشورون میں ہمیشہ شامل رہا کرتا تھا اور بیرام کی ماتحتی میں
جو اپنے زمانہ میں اول درجہ کا سپہ سالار تھا فوج کی عملی تعلیم پائی تھی۔ اور چھ مہینے تک اوس نے
پنجاب پر حکومت کر لی تھی۔ مگر اب آگے اسے کشور کشانی کے سوا اور انتظام کی لیاقت
بھی دکھانا تھی لیکن اس باب میں اوسے نہ تو باپ کی چال چلن اور طرز و انداز اور بیرام

دراکبر ۱۵۵۶ء کو پیدا ہوا تھا اور پانی پت کی دوسری لڑائی ۱۵۵۷ء کو ہوئی تھی۔

کے نصاب سے کچھ فائدہ کی امید ہو سکتی تھی اب تک اوس کی مزاج کی کیفیت جو ہم کو معلوم ہو سکتی ہے وہ اتنی ہی ہے کہ مشکل کے وقت اوس میں مستعدی سے کام کر نیکی لیاقت تھی اور اوس کا مزاج ترجم کی طرف مائل تھا اوس نے ہیرو کے قتل سے انکار کیا تھا مگر اوس کام کے واسطے جواب اوس کے سامنے پیش آیا تھا اور بھی اس کے سوا اوصاف درکار تھے۔ اب ہم اوس کے آہندہ کے کاموں سے اس بات کو محکم امتحان پر رکھ کر جانچتے ہیں۔ کہ اس کام کے لئے اوس میں اور کیا کیا لیاقتیں تھیں۔



باسم

بیرام خان کی تالیقی

اڈل اکبر کی شکل و صورت کا حال سنئے۔ اوس کا بیٹا جہانگیر بادشاہ لکھتا ہے کہ اکبر کا
 قد و قامت متوسط مگر بلندی مائل تھا۔ اوس کا رنگ گندمی سپیدی کی بہ نسبت زیادہ تر
 سیما ہی لئے ہوئے۔ چشم و ابرو سیاہ بدن دوہرا۔ پیشانی اور سینہ کشادہ۔ ہاتھ اور بازو
 لمبے تھے۔ اوس کی ناک کے بائیں طرف کو ایک چھوٹے سے مٹر کے دانہ کے برابر ایک
 مسہ تھا۔ جو نہایت خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔ اور جسے قیافہ شناس نہایت مبارک
 خیال کرتے اور کہتے تھے کہ وہ بے انتہا دولت کی علامت اور روز افزون اقبال کی
 نشانی ہے۔ اوس کا آواز بلند اور نہایت دل پسند تھا۔ اور باتوں میں دل کو بھاتا
 تھا۔ اوس کے طور طریق اور عادات و خصائص اور لوگوں سے بالکل مختلف تھے اور چہرہ پر
 ایک فرائزدی برستا تھا۔ دوسرے بیانات سے اس بیان کے اصلی طور پر تصدیق ہوتی
 ہے الفنسٹن صاحب اوس کی نسبت لکھتے ہیں کہ اوس کا جسم نو مند اور جوڑ بند کا توئی
 اور پورا اور بھت خوبصورت تھا اور اوس کے چہرہ مہرہ سے ہشاشی بھاشی ٹپکتی تھی
 اور طور و انداز اوس کے نہایت پسندیدہ اور سنجیدہ تھے۔ اور خدا تعالیٰ نے اوسے ذاتی
 چستی اور جسمانی قوت عطا فرمائے تھے۔ اوس میں ماندگی اور تھکن کی برداشت کی بڑی

طاقت تھی۔ سواری شکاری اور پیدل پھر نے چلنے کا بلکہ تمام اون باتون کا شوقین تھا کہ جس میں جسمانی طاقت اور ہنر کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ اوس کی بہادری ایسی تھی کہ جو سکوت اور ٹھنڈے دل سے ہوتی ہے اور جس کا جوش کہی کم نہیں ہوتا۔ بلکہ جب مصیبت اور خطرہ کا وقت آجائے تو اوس میں بے انتہا حرارت اور حدت پیدا ہوجاتی ہے۔ گو وہ لڑائی کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا خصوصاً اوس وقت جب کہ سلطنت کے استحکام یا رفاہ خلائیق کے لئے وہ اوسے ضروری سمجھتا تھا مگر اسے سوا وہ اوسے کبھی پسند نہیں کرتا تھا۔ واقعی وہ اپنے آپ کو اون انتظامی امورات کے ایجاد و اختراع میں مشغول رکھنے کو پسند کرتا تھا کہ جنہیں وہ اپنی حکومت و سلطنت کے اصلی اور سچی بنیاد خیال کرتا تھا۔ اس سبب لڑائی اوس کی نزدیک بجز اسکے اور کچھ حیثیت نہ رکھتی تھی کہ جیسے کوئی ضرورت کے لئے پاخانہ میں جاتا ہے ہم اوس کی ابتدا سے انتہا تک کے تمام حالات کو دیکھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی لڑائی میں اوس وقت تک نہ گیا جب تک کہ اوس نے یہ نہ دیکھ لیا کہ یہ لڑائی اوس کے ملکی انتظام کی سلامتی اور تکمیل کے لئے ضروری ہے اور اسکے مزاج میں ملنساری اور محبت تھی وہ اپنے دوستوں کا سچا دوست تھا اور دوسروں کے دل میں محبت کا بیج بولنے کی بڑی بہاری لیاقت رکھتا تھا غریزی اور کشت و خون کو کبھی روا نہیں رکھتا۔ ہمیشہ اسی فکر میں رہتا کہ انصاف کو رحم کے ساتھ کرتا رہے۔ اگر کبھی انتقام کی ضرورت ہوتی تو وہ بہت غصہ ہوتا اور اپنے مزاج کے ترجمہ اور مصہرمانی کو بالا سے طاق رکھ کر خوب دلوں کو پتھر کا سا کر لیتا مگر پھر بھی انتقام کی پسند

معافی کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ وہ تمام بڑے بڑے کشادہ دل لوگوں کی طرح یہ چاہتا تھا
 کہ مخلوق کو خوش اور مسرور رکھے۔ مہربانی اور فیاضی اوس کی جبلت میں بس گئی تھی اگر وہ
 کسی شخص پر نوازش کرتا اور کچھ معلوم ہوتا کہ وہ شخص اس عنایت کے لائق نہ تھا تو اوس کو
 اپنی عنایت کرنے پر کچھ افسوس نہ ہوتا بلکہ اوسے یہ فکر ہوتی کہ اوس شخص کو لائق بنا دے
 اور اوس کی اصلاح کرے۔ انتظامی کاموں کی طرف اوس کا طبعی میلان تھا۔ فوج کشی اور
 جنگ آزمائی کے برخلاف ہمیشہ اوسے یہ فکر رہتی تھی کہ وہ کوئی ایسی تجویز نکالے جس سے
 اوس کی سلطنت کی عمارت جسے اوس کے مہتیاروں نے بنا کر کھڑا کیا ہے مخلوق کی خواہشوں
 اور ضرورتوں کے لائق ہو جائے۔ مذہبی معاملات ملکداری کے قواعد و قانون اور عدالت
 و انصاف کے انتظام کے باب میں غرض جو جو باتیں بنی آدم کے لئے رفاه عام کے ہمیشہ
 سے چلی آتی ہیں اور ابھی تک ویسے ہی ہیں ان کی نسبت بڑی کشادہ دلی اور نہایت
 بے تعصبی سے بحث کرتا اور ان بحثوں سے جو خیالات پیدا ہوتے اوس نہیں اپنے ذہن
 میں منقش کرنے کے لئے ہمیشہ ایسے ذہن کو متوجہ رکھتا گو وہ مسلمانوں میں پیدا ہوا اور
 اوس نے مسلمانوں میں پرورش پائی تھی تاہم وہ دوسرے مذہب کے معتقدوں
 بدھ مت والوں برہمنوں زردشتیوں اور عیسائیوں سے پوری آزادی سے اور مساوات
 کو مد نظر رکھ کر ملتا جلتا تھا اوس پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ اپنی اخیر عمر میں علیا سے ناخوش
 ہو گیا تھا اور اوس نہیں اپنے دربار سے مخلو اویتا تھا۔ لیکن یہ بات نہیں ہے بلکہ وہ ان
 مسلمان علما سے جو دربار میں آتے جاتے تھے ناراض ہو گیا تھا جن کے مزاج میں تعصب

اور باطل خیالات اور توہمات کی آگ نے شعلہ بھڑکار رکھے تھے اور جس مذہب کی اوسمیت نے تعلیم پائی تھی اوسکے عقاید کے ضد و نفسانیت سے پیروی کرتے تھے۔ حقیقت وہ علما کو نہیں بلکہ اوسکے یادہ کوئی اور ناقابلیت کو ناپسند کرتا تھا۔ اور جب یہ حد سے تجاوز کر گئے تو اوسے اونکا دربار میں آنا بند کر دیا۔ اسکے سوا اوسکے دوسرے خواص و مروج کا حال جو کچھ تمامہ ناظرین ہماری اس کتاب کے آخری باب میں خود ملاحظہ کر لیں گے۔ بھان اوسکے بیان کی ضرورت نہیں ہے اس قدر جو میں نے بیان کیا میرے نزدیک اوس فوجانہ بادشاہ کے مزاج کے کسی قدر محض حالت کے ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے جس نے چودہ برس کی عمر میں اور میر ام خان کی تالیقی میں پانی پت کی لڑائی کو فتح کیا تھا۔ اور بے توقف میدان جنگ سے سید ہادی پر چل دیا تھا۔ جو لوگ کہ اوسکے ساتھ رہتے تھے اون میں سے بہت ہی تھوڑے ایسے تھے جو اوسکے مزاج کے استقلال اور ذہن کی رسائی سے واقف تھے۔ واقعہ میں میر ام خان تک بھی اوسکے مزاج کو نہیں جانتا تھا اگر وہ جانتا ہوتا تو تارودی بیگ کو سر ہند کے مقام پر اپنے خیمہ میں بولا کر کہی قتل نہ کرتا اور بیہوش قیدی کی گردن مارنے اور اوسکے خون سے اپنی تلوار رنگین کرنے کے لئے اکبر سے کہی التجا نہ کرتا۔ لیکن میر ام خان اور سرداران دربار پر اور نیز فوج کے اوسیوں پر بہت جلد روشن ہو گیا۔ کہ ہمایوں کا بیٹا ایسا لڑکا نہیں ہے کہ جسے وہ اپنے قابو میں کر لیں بلکہ وہ ایسا آقا ہے کہ جس کی اطاعت اوبھین کرنا چاہیے۔

اکبر دھلی میں ایک مہینہ تک رہا۔ وہاں سے اوسے میوات کو فوج بھیجی۔ کہ کیمو

کی پراگندہ فوج کا تعاقب کرے اور جو بڑا خزانہ وہ لئے جاتی ہے اسے چھین لے
 پیر محمد خان شیرانی اس چھوٹی سی فوج کا سپہ سالار تھا جو پہلے بیرام خان کا
 ملازم تھا۔ مگر پھر اس سے کچھ مخالفت ہو گئی تھی۔ اور بیرام خان نے اسے بڑا ستایا
 تھا۔ اس حملہ میں وہ بخوبی کامیاب ہوا۔ اسکے بعد اکبر نے آگرہ کی طرف کوچ کیا اور
 اسے لے لیا۔

مگر اس کے مفتوحہ ممالک ستلج کے جنوب میں اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتے تھے
 جب تک کہ پنجاب کی حفاظت کا حق نہ ہو جاتی یہ نہ تو اوپر معلوم ہو گیا ہے کہ سکندر کو جو اسکا
 خاندان کا بکا دشمن تھا مانکوت کے مقام پر ہنگال کر مجبوراً چھوڑ آیا تھا۔ اور وہ ابھی تک
 مغلوب نہیں ہوا تھا۔ پانچ سو سالہ عین اس سے خبر ملی کہ اسکے ہر اہل کو جسے وہ پنجاب
 میں چھوڑ آیا تھا۔ سکندر سورنی لاہور کے قریب کوئی چالیس میل پر آکر شکست دی ہے
 وہ امیر جو پنجاب سے آئے تھے انھوں نے بیان کیا کہ معاملات کی حالت بہت خراب ہے
 کیونکہ یقیناً سکندر نے مانکوت کو خوب مضبوط مقام بنا لیا ہے۔ اور گو اسے میدان
 میں شکست ہو چکی ہے مگر وہاں سے وہ نکل کر ایذا پہنچا سکتا ہے۔ اور اس کے طرفداروں
 کے حال کی فتح سے دل بڑھ گئے ہیں۔ اکبر نے اس معاملہ کے تمام فرائض کو سمجھ
 لیا۔ اور اس صلابت کی پابندی کا اوسنے ارادہ کیا جسکے سبب اس کی سلطنت استوار
 ہو اتھا۔ یعنی جس کام کا کرنا ضروری ہے اسکو اچھی طور پر انجام دیا جائے اور اسکو لیت لیل
 میں اور سرسری توجہ پر نہ چھوڑ دیا جائے۔ وہ اسلئے سید ہا لاہور کو گیا۔ اور جب لاہور کو اسنے

محفوظ پایا تو وہاں سے جالندھر کو روانہ ہوا۔ جہانکدہ دشمن اپنے مورچہ لگائے پڑا ہوا تھا۔ جب اکبر وہاں پہنچا سکندر کو ہستان شوالک کی طرف لوٹ گیا۔ اور انکوٹ میں جا کر پناہ گیر ہوا۔ اسلئے اکبر نے اوس کا محاصرہ کیا۔

چھ مہینے تک محاصرہ رہا۔ جب رسکم ہو گئی اور کچھ سکندر کے رفیق بھی اوس چھوڑ بہا گئے تو اوسنے اپنے بعض امرا کو اکبر کے پاس صلح کے واسطے پیغام دیکر بھیجا۔ اکبر اس طرح راضی ہو گیا کہ سکندر بنگالہ کو چلا جائے۔ اور اول میں اس بشرط پر اپنے بیٹے کو دیجاوے کہ بادشاہ کے مقابلہ میں وہ پھر لڑائی نہ کرے گا۔ پھر قلعہ پر قبضہ کر کے اکبر لاہور کو لوٹ آیا اور چار مہینے چار روز وہاں رہ کر اور صوبہ کا انتظام کر کے دہلی چلا آیا۔

جب وہ جالندھر میں تھا تو ایک ہمایون کی چچا زاد بھین سے بیرام خان کی شادی ہوئی تھی۔ یہ نسبت ہمایون نے اپنی زندگی ہی میں تجویز کی تھی اور اکبر کو اپنے باپ کی تجویز ایسے معاملات میں بمنزلہ قانون اور شرع کے تھی۔ اسلئے اکبر نے اس وقت یہی شادی کرادی تھی۔ اکبر دہلی میں اسوقت ۵۵۵ھ میں داخل ہوا۔ بیرام خان ابھی تک تمام معاملات کا مختار کارا تالیق اور بادشاہ کا اوستاد تھا اور اسی طرح وہ آئندہ دو سال تک ۵۵۵ھ اور ۵۵۶ھ میں بھی رہا۔ ایک نہنہ لڑکے کے لئے یہ آسان کام نہین تھا کہ ایک بڑے سپہ سالار کے اختیار سے جس کا اپنے کاروبار سیکھنے کیلئے وہ شاگرد بنایا گیا ہو یکایک نخل جائے۔ اور اگرچہ اکبر اون بہت سے کاموں کو پسند بھی نہ کرتا تھا جنہیں اوسکا تالیق اوسکے نام سے انجام دیتا تھا تاہم اوسکو اپنے بیچ میں یہ طاقت اور

قوت نہ معلوم ہوتی تھی۔ کہ وہ اس کے اختیار کے جوئے کو اپنے گردن سے اتار کر پہنکے
لیکن ادھر تو اکبر کے رفیقوں کو بیرام نے تشدد کر کے نکال دیا اور ہر بیرام کے کچھ دشمن
بلا وجہ پیدا ہو گئے انھوں نے بتدریج اپنے بادشاہ کا دل اس کے وزیر سے پھیر دیا۔ جو حد
سے زیادہ خود مختار ہو گیا تھا جب اکبر کے دل میں بچ کا بیج بو گیا تو اس کو ہر روز ترقی ہونے
لگی بیرام خان نے اس بات کی حقیقت کی طرف غور نہیں کیا کہ اس کے آقا کا مزاج ہر سال
مضبوط اور چست ہوتا جاتا ہے اور فطرتی بڑی بڑی قابلیتوں کے ساتھ جو مشیت ایزدی
نے اس کی خلقت میں ودیعت کی ہیں دنیاوی معاملات کا تجربہ اور علم بڑھتا جاتا ہے وہ
ابھی اسے وہ ہی لڑکا سمجھتا تھا کہ جس کی تعلیم کے واسطے وہ مقرر ہوا تھا۔ اور اس کی فوجوں
کو لڑا کر فتح حاصل کی تھی۔ اور اس کے ملکوں کا انتظام کرتا رہتا تھا۔ جب اس کو اپنے اختیار
کے کام میں لانے کے لئے کوئی مہم پیش نہیں آئی تو اسے اپنے ایسے اختیار کو کام
میں لانا ضروری ہو گیا تھا۔ اور اسے وہ بڑے زور شور اور بے انتہا تشدد کے ساتھ
خود غرضانہ بے ابر کام میں لائے چلا گیا۔

یہہ تو قاعدہ کی بات ہے کہ ہر ایک نوجوان بادشاہ کے پاس ایسے آدمی ضرور ہوا
کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس کے اقتدارات شاہی کو عمل میں لاتا ہو تو اس کے بادشاہ سے
چغلیاں کھایا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلان فلان کام بادشاہ کے خود ہاتھ سے یا ہمارے
ذریعہ سے ہونا چاہئے تھے اور وہ اس طرح نہ ہوئے۔ ایسے چغلیاں رون کی چغلیوں
کے اسباب سے یہاں بحث کرنی تو ضرورت نہیں ہے کسی نہ کسی وجہ سے جو اکثر

خود غرضی پر مبنی ہوتی ہے اور بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے کہ بے غرضانہ اور محض خیر خواہی کی نیت سے ہو یہ لوگ نوجوان بادشاہ اور سلطنت کے اصلی مالک کو سکھایا کرتے ہیں کہ وہ خود اپنے اختیار سے کام کرے اور اپنی سرپرستی میں مخلوق کو لیلے۔ اکبر کے چاروں نظر بھی ایسے لوگوں کا مجمع تھا اور بہت سی لوگ ایسے لکھے ہو گئے تھے جو بیرام سے ناراض تھے اور اس سے نقصان اٹھانے چکے تھے اور بادشاہ سے طرح طرح کی مہربانی کے اسید و او تھے۔ مگر بیرام سے انہیں اپنی امیدوں میں کامیابی نظر نہ آتی تھی۔ عورتوں کی طرف سے بھی بادشاہ کو اسباب میں کچھ تحریک ہو رہی تھی۔ اس کی دایہ جس نے اسے مہر سے الے ہذا العہد خدمت کی تھی اور جو آخر کو اس کے حرم سر امین بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی بادشاہ کو سکھایا ہی تھی کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اکبر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اکبر بھی اسکے خلاف نہ تھا اب اس کی عمر کا اٹھارہواں سال تھا۔ پانی پت کی لڑائی کے وقت سے جس سے کہ اسے باپ کی وراثت کا ایک حصہ ہاتھ لگ گیا تھا اب تک چار سال گزر چکے تھے ان چار سال میں اس کی فطرتی اور صاف نمایاں اور مکمل ہو چلے تھے۔ اگرچہ اکبر اپنے وزیر اعظم کی طبیعت کے ظالمانہ میلان اور اس کے جابرانہ چال چلن کو ناپسند کرتا تھا مگر پھر بھی بیرام کی طرف سے اس کے دل میں ایسی جگہ تھی کہ جیسے خود بخود ایک نیک مزاج شخص کو اپنے ایسے استاد کی طرف ہونا چاہیے جو لوگوں سے کہ اس کی تعلیم دیتا رہا ہو۔ تجربہ نے اکبر پر بیرام کی اصلی دلی حالت کو خوب ظاہر کر دیا وہ اس کے چال چلن سے جان گیا تھا کہ اگر بیرام سے مخالفت کی جائے تو پوری پوری

مخالفت کیجائے۔ اور اگر اپنے آپ کو اوس کے قابو سے نکالا جائے تو اس طرح نکالا جائے کہ بیرام کو اپنی کسی طرح کی طاقت آزمائی کا موقع ملنا ہی غیر ممکن ہو جائے۔ وہ جانتا تھا کہ بیرام کے ہاتھ میں یا تو ہر طرح کا اختیار رہے یا بالکل ہی اوس سے اختیار لے لیا جائے اگرچہ اوس کے ہاتھ میں کچھ اختیار رہا تو ضرر کا ہمیشہ اندیشہ رہے گا۔

سنہ ۱۱۵۷ء کے شروع میں چند واقعات پلے در پلے ایسے واقع ہوئے کہ جس سے اکبر نے عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ وہ اگرہ سے دھلی کو اس ارادہ سے چلا گیا کہ وہاں سے اپنے وزیر کو اس ارادہ سے مطلع کر دے۔ بیرام نے بارہا اوس طریق کی نظیر دکھادی تھی کہ جس طریق سے وہ اپنے مخالف یا کسی دشمن امیر سے اپنا بیچھا چھوڑا کرتا تھا۔ اوسکے پاس اوس کا علاج خنجر تھا یا تلوار۔ مگر چھٹکڑے کا یہ علاج تو اس نوجوان بادشاہ کی نیک مزاجی کے بالکل برخلاف تھا۔ بلکہ جہاں تک کہ ہم اوس زمانہ کی تحریرات سے اندازہ کر سکتے ہیں کسی کی مجال نہ تھی کہ اس قسم کی تجویز کا اشارہ دے۔ جی ہاں اس کے سامنے کر سکے جو تدبیر کہ اوس کی مان اور دایہ نے اوس کو بتائی تھی۔ وہ یہ تھی کہ وہ اپنے وزیر سے بغرت و حرمت مکہ معظمہ کی ہجرت کے واسطے اسطرح کہے کہ جس سے اوسے اس کہنے کے شاہی حکم کی طرح تعمیل کرنا پڑے۔

بیرام خان نے علانیہ بارہا یہ بات کہی تھی کہ مجھ کو اپنے خاتمہ بخیر ہونے کیلئے ہمیشہ حج کے جانے کی تمنا رہتی ہے جو وقت مجھے اس ملکی معاملات سے سبکدوش ہونے کا موقع ملا تو میں اوس سے بطیب خاطر دوسروں کے ہاتھوں میں دیکر حج کو چلا

جاؤنگا۔ اسلئے اکبر نے دہلی میں آتے ہی اس اندیشہ سے کہ کہیں کچھ سرکشی اور بغاوت پیدا نہ ہو جائے ایک فرمان جاری کر دیا اور اس میں اشتہار دیا کہ میں نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیلی ہے میرے احکام کے سوا کوئی شخص دوسرے کے حکم کی تعمیل نہ کرے۔ اور اسی مضمون کا ایک حکم اپنے وزیر کو بھی بھیج دیا اور اسی کے ساتھ اسے مکہ معظمہ کو چلے جانے کے لئے بھی کہا۔ بیرام اس حکم کے آنے سے پیشتر ہی اکبر کے ارادہ پر مطلع ہو گیا تھا اور اگر وہ ہندوستان کے مغربی ساحل کی طرف چلے یا تھا۔ اور بظاہر سخت ناراضی اور آمادہ فساد معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ جب وہ میانہ میں پہنچا تو وہاں جو باغی اور سرکش سردار اور امیر قید تھے انہیں چھوڑ دیا۔ اسی جگہ اسے اکبر کا پیام بھی پہنچا تھا۔ اور یہیں سے شہر ناگور واقع راجپوتانہ کو اپنے صرف ادن ام کو ساتھ لئے ہوئے جو اسکے رشتہ دار تھے اونکی ہمراہی فوج سمیت چلے یا تھا۔ جب ناگور میں پہنچ گیا تو اسے انہیں امیر ون میں سے ایک کے ہاتھ بادشاہ کے اظہار اطاعت کے لئے تمام علامات امارت نقارہ نشان وغیرہ کو بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اکبر کو اس بات کا کامل اندیشہ تھا کہ بیرام خان پنجاب والوں کو اس کے برخلاف بغاوت پر کھڑا کر دیکھا اسلئے وہ فوج لیکر اوسط چلے یا تھا جو سوت کہ یہ اسباب امارت بیرام خان کے پاس سے آیا ہے تو اسوقت اکبر حجبیر کے مقام پر تھا جو رہتک کے ضلع میں اب ایک قصبہ ہے۔ یہ اسباب امارت اس نے بیرام خان کے ایک پورانے اور رفیق ملازم کو دیدیا جس سے اس زمانہ میں بیرام خان سے

عداوت ہو گئی تھی۔ اور اوسے حکم دیا کہ وہ اپنے قدیمی آقا کے پیچھے پیچھے جائے اور دیکھتا رہے کہ وہ حج کے لئے جہاز میں سوار ہوتا ہے یا نہیں۔ بیرام خان کو اکبر کی اس کارروائی پر بڑا غصہ آیا۔ اور بیکانیر کے قریب جا کر اپنے اہل و عیال کو ایک اپنے متنبے کی نگرانی میں سپرد کیا اور علانیہ باغی ہو گیا۔ مگر بادشاہ مغل کے معتبر وزیر کا درجہ اور باپ پر کچھ اور ہی تھا اور اب ایک باغی کی حالت میں وہ بات کھان آسکتی تھی اوسے جلد معلوم ہو گیا کہ اوس کی حالت میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہے۔ جب دیا پور میں پھونچا تو اوسے خبر ملی کہ اوسکے متنبے بیٹے نے اوس سے دغا کی اور اوسکے برخلاف اوٹھ کھڑا

ہوا ہے۔ مگر اس ارادہ سے کہ دو آہ جانند ہر بہن بغاوت برپا کرے وہ اوس مشہور و معروف خطہ کی طرف کو راہی ہوا اور صرف یہ ارادہ کیا کہ پنجاب کے صوبہ دار انکھ خان کی فوج سے اوسکے حدود پر مقابلہ کرے۔ جب لڑائی ہوئی تو بیرام خان کو شکست ہوئی اور تلوار کو جو ستلج کے کنارہ لودھیانہ سے تینس میل مغرب کو ہے بھاگتا پڑا۔ اکبر جو اوسکے سراغ میں ہی جا رہا تھا۔ جب کہ اوسکے سردار نے بیرام سے مقابلہ کر کے اوسے شکست دی تو اکبر اپنے اتالیق کے تعاقب میں چلا۔ اور ایسا تنگ پکڑا کہ بیرام خان کو سبجز اکبر کی اطاعت اور مہربانی کی درخواست کرنے کے کوئی چارہ نہ رہا۔ اس پر اکبر نے اوس کی پچھلی خدمات شاید کو یاد کر کے اوسکے قصور و ن کو معاف کیا۔ اور اوسے بہت سارے دیویدیکر یکہ معظمہ کی طرف جانے کی اجازت دیدی۔ بیرام گجرات تک تو سلامت پہنچ گیا۔ اور وہاں کے صوبہ دار نے اوس کی بڑی خاطر تواضع

کی۔ اور بیرام ہندوستان سے رخصت ہونیکل تیار بیان کرنے لگا۔ کہ اوسکو کیا ایک
ایک سو باقی افغان نے مار ڈالا۔ جس کا باپ مجھے واڑہ کی لڑائی میں بیرام کے ہاتھ
سے قتل ہوا تھا۔ اس اثنا زمین اکبر پینجا سے ۹ نومبر ۱۵۵۶ء کو دہلی لوٹ آیا تھا۔ یہاں
وہ کچھ روز رہا پھر آگرہ کو اون تمام دیز کے علحدہ رائد کے لئے روانہ ہوا جو اوس نے کشور کشائی
اور اتحاد و اتفاق اور متفرق صوبوں کو متحد المقصد بنا کر ایک بڑی شاہنشاہی قائم کرنے
کے لئے سوچی تھیں فی الواقع اوس کی سلطنت جس سے ہمارا مقصد وزیر کے بلا شرکت
حکومت کرنے سے ہے اسی وقت سے شروع ہوئی۔ کیونکہ اب تک اوس کا وزیر خود مختار
حکومت کرتا تھا۔ مگر آئندہ اوس کا اتالیق جو سلطنت کا مالک ساہو رہا تھا چلا گیا۔ اور ملک
کا نفع نقصان اب بالکل اکبر کی دانائی اور ہوشیاری پر منحصر ہو گیا۔



باب یازدہم

اکبر کی سلطنت کے حالات

اس وقت جب کہ اکبر کی ذاتی حکومت شروع ہوئی اور جب کہ اس کے جلوس کا چمٹا سال تھا جلی ابتدا پانی پت کی لڑائی سے شمار کیجاتی ہے تو ہندوستان کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ پنجاب اور اوس خطہ پر جسے ہم ممالک مغربی شمالی کہتے ہیں اکبر کی حکومت تھی۔ اور مغرب میں گوالیار اور اجمیر تک اور مشرق میں لکھنؤ اور ودھ کا باقی حصہ الہ آباد اور جوینور تک سب اوس کے قبضہ میں تھا۔ بنارس چنار اور صوبجات بنگال و بہار ابھی تک خانانہ سور کے سرداروں یا دوسرے افغان رئیسوں کے ہاتھ میں تھے۔ تمام جنوبی ہندوستان اور مغربی ہند کا بڑا حصہ ان ممالک کے باہر تھا جہاں اوس کی حکومت مانی جاتی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ میراج خان کی پانچ برس کی اتالیقی کے زمانہ میں اکبر نے اس بحث پر دل میں نہایت غور کر لیا تھا۔ کہ ممالک ہندوستان میں کس طرح اور کس انداز پر حکمرانی کی جائے جس سے یہاں کی رعایا اور سرداروں کے دل ایک بادشاہ کے ہتھیار کی حمایت میں ملکر ایک ہو جائیں۔ اور اپنی یکدلی کے باعث بادشاہ کو اپنا قومی بادشاہ تصور کرنے لگیں۔ اس سوال کے حل کرنے میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا تھا۔ مسلمان بادشاہوں نے جو یہاں چار سو برس حکومت کی تھی۔ اور انھوں نے کبھی

اس بات کی کوشش نہ کی تھی۔ کہ اس جزیرہ نما کے باشندوں کو جو مختلف اقوام سے آباد ہے
 باہمی اتحاد و مقاصد کے بندھن سے باندھ دین اور ہر ایک ایسے اصول پر حکومت کرتا تھا
 کہ جس سے چند روزہ برتری حاصل ہو جاتی ہے اور ہر ایک اس وقت گرجاتا تھا کہ جب کوئی
 زبردست سامنے سے آجاتا تھا تو اس سے ذمہ داری ثابت ہو گیا تھا کہ متواتر خاندان
 شاہی جو یکے بعد دیگرے ہوتے رہے ہیں اور جو خاندان شاہی اس وقت موجود ہے
 وہ سب چند روز کے واسطے ہوتے ہیں۔ بلکہ اس سے یہ بھی ہوا تھا کہ تمام ملک میں جنگالہ
 سے گجرات تک کتنے ہی و عویداران سلطنت اور اون خاندان ہائے شاہی کی نسل
 والے جا بجا پھیل گئے تھے کہ جنھوں نے ہندوستان میں کبھی بادشاہی کی تھی اور
 اون میں سے ہر ایک یہ ہی خیال کرتا تھا کہ یہ مغلوں نے جو بڑی حکومت حاصل کر لی
 ہے صرف چند روزہ ہے جب کبھی اقبال نے پٹا کھایا تو کوئی یا تو ہم میں سے یا باہر سے
 آکر اسے چھین لے گا۔ اور اون کی اس چند روزہ حکمرانی کے خیال کو اس سے اور بھی تقویت
 ہوتی تھی کہ ہمایوں کو بآسانی اون کے بدمین ہی شکست ہو چکی تھی اور اس کی حکومت
 برباد ہو گئی تھی جب اسے قنوج میں شکست ہوئی تھی تو اس نے ہندوستان کو اس کے
 چھوڑا تھا کہ تیرہ برس کی مغلیہ حکومت کے یہاں کوئی اٹھارہ باقی نہیں رہے تھے۔ اور ایک
 سنگا بھی اس کی جڑ کا کسی زمین میں لگا نہیں رہا تھا۔

یہ سچی باتیں تھیں جنھیں اکبر نے دل میں جالیا تھا۔ اب اس کے ذہن میں یہ
 مسئلہ باقی تھا کہ وہ کونسے کام کرے جس سے یہاں کی رعایا اور سرداروں کے

دلون سے یہ باتیں محو ہو جائیں۔ اور کس طرح کشور کشائی کرے کہ متفرق ملکوں کو باہم چلا
 دے۔ اور ملک مفتوحہ میں کونسے اصول جاری کرے کہ جوہر قسم کے درجہ والے
 سرداران ملک سے لیکر ایک دیہاتی گناہگار تک کے دل کو مرغوب ہوں اور جس سے وہ سب
 یکدل ہو کر اپنے باپ کی طرح اسے اپنا حامی و مربی سمجھیں۔ جو معجزات اور مصائب سے
 اون کی حفاظت کرنے کے لئے نہایت ضروری چیز تھی اور جو قدیمی حقوق اور تہاتق
 اون کے چلائے تھے اور ان کے جاری رکھنے کا اس سے اونہیں یقین ہوتا تھا۔ اور
 گو کسی قوم و ملت اور کسی مذہب کا آدمی ہو ہر ایک لیاقت کی قدر دانی کی اس سے امید
 ہو سکتی تھی۔ اور یہ بھی اس کے دل میں تھا کہ کیسے سب کو اپنے قابو اور اختیار میں رکھ
 جس سے ایک ہی سے قوانین ایک ہی سے عدالتی حقوق سائر کافۃ الناس کے لئے
 قائم کر سکے یہ سب باتیں اگر کہ کے دل میں آئیں اور یہی اس کے اصول ہو گئے تھے تب مسلمان
 موعود اس پر یہ الزام لگاتے ہیں اور اس کی زندگی میں بھی اس پر یہ تختہ لگائی تھی
 کہ اس نے الوہیت کی صفات اپنے سے منسوب کی تھیں۔ بیشک یہ ٹھیک ہے مگر
 صرف اسی وجہ سے کہ ایسے زمانہ میں اور ایسے ملک میں کہ جس میں جس کی لاٹھی اس کی
 بھینس ہو رہی تھی بعینہ اسی طرح جیسے کوئی فرشتہ آسمان سے اترے اور قدرت عظیم
 کے لحاظ سے خلیفۃ اللہ فی الارض کا مصداق بن سکے وہ دنیا میں آیا اور اپنی طرز و انداز
 کو ایسا بنایا کہ جس سے ہندوستان کے باشندوں میں اتفاق و اتحاد کا بیج بوسے اور
 تمام مذہبوں کو آزادی بخشے۔ اور انصاف اور ترجم کے قوانین جاری کرے اور سب کو

ایک ہی سے حقوق عطا فرمائے۔

اوس کا سب سے پہلا مقصد تو یہ تھا کہ ہندوستان کو ایک ہی عصا سے شاہی کر
 نیچے لے آئے اور اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے اون قوموں کو جسکو وہ اپنے احاطہ
 اقتدار کے اندر لانا چاہتا تھا اپنے احسانات کی رسی میں باندھ لے۔ مین او سکے نظام
 کو کامل تشریح کے ساتھ بیان کرنے کے لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مضمون کی
 دو صورتیں کر دی جائیں۔ واقعاتی و اخلاقی۔ اس واقعاتی باب میں مین او سکے اون
 متواتر کوششوں کا بیان کروں گا کہ جن سے وہ ان چند ریاستوں کو جن پر ہندوستان
 اوس وقت منقسم ہو رہا تھا اپنی حکومت میں لے آیا اور ان میں ایک ہی قانون جاری
 کر دیا۔ اور دوسرے باب میں جو اوس سے بیان کیا جائیگا خاصکر یہ دکھاؤں گا کہ
 اخلاقی نتائج اوس سے کیا کیا پیدا ہوئے۔

ایسی کتاب میں جیسے کہ ہم لکھ رہے ہیں مجھ تو بہت ہی مشکل ہے کہ اکبر کے تمام
 فتوحات ہند کو بالتفصیل بیان کرو یا جائے۔ اتنا لکھنا کافی ہو گا کہ اپنی ذاتی حکومت کے
 اوّل سال میں جو اوس کی تخت نشینی کا چھٹا سال تھا اوسے مالوہ کو پھر مالک محمد دسہ
 میں شامل کر لیا۔ اسکے کچھ عرصہ بعد اسی سال ایک افغان سردار نے جو چنار اور اوس
 ملک کا حاکم تھا جو دریائے کرم ناسا کے مشرق میں ہے جو پورہ علاقہ کرنلیک کوشش
 کی۔ مگر اکبر کے سرداروں نے اوسے پیچھے ہٹا دیا۔ اور اکبر خود بھی براہ کالی جہت
 کو اوترا اور کڑہ تک چلا گیا جو اب آباد سے قریب گنگا کے دہنے کنارہ پر ہے یہاں پر

اوسکے وہ سردار اوس کی خدمت میں آکر حاضر ہو گئے جو جوہنور کی حفاظت پر مقرر تھے۔
 بعد ازاں وہ اگرہ کو چلا آیا۔ اس سال کے اخیر پر میر تہ کا جو جوہنور کی ریاست میں ایک
 شہر ہے محاصرہ کیا گیا۔ یہ شہر اس وقت بڑا عمدہ مقام سمجھا جاتا تھا۔ اور اجمیر سے اگے ۴ میل
 شہر جوہنور سے شمال مشرق کو بستاتا تھا۔ یہ حملہ اکبر نے اجمیر سے جہان وہ ان دنوں میں
 رہتا تھا خود کیا تھا۔ مگر حملہ کا تمام کام اپنے سرداروں کو سپرد کر دیا تھا۔ راجپوت قلعہ والوں
 نے اس مقام پر بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن دوسرے سال کے موسم بہار میں اس
 شہر پر قلعہ ویدیا کے قلعہ والے گھوڑے اور ہتھیار لیکر نکل جائیں۔ لیکن اپنا تمام مال و اسباب
 وہیں چھوڑ جائیں۔

اسی سال ۱۵۶۷ء میں اجمیر آیا ہے اکبر کے سردار کچھ مغرب کو بڑھے
 اور شہر بیجا گڑھ اور برہانپور کو جو دریائے تابی کے کنارہ ہے لے لیا مگر اس فائدہ کے
 بعد ایک بڑی مصیبت نازل ہوئی کیونکہ ان شہر و نکلے حاکم اور والی سابق مالوہ سب مل گئے
 اور اس ملک کے زمیندار بھی جو مدت سے اونکی حکومت کے عادی ہو گئے تھے انکے ساتھ
 شریک ہو گئے اور بڑے جوش کے ساتھ لشکر شاہی پر حملہ کیا جس سے ان لوگوں کو جو
 برہانپور کی لوٹ سے لڑے ہوئے تھے کامل شکست ہو گئی اس وقت تو مالوہ جاتا رہا مگر
 ایک سال بھی پورا نہ گذرا تھا کہ مغلیہ سرداروں نے جھین خوب امداد پہنچ گئی تھی پھر اوس
 نے لیا یہ افغان سردار جو پہلے مالوہ کا حاکم تھا کچھ دنوں تو ادھر ادھر پھرتا رہا۔ مگر قسمت
 کی گردشوں سے مجبور ہو کر اکبر کے قدموں پر آ پڑا۔ اکبر نے اوس سے اس وقت تو ایک

ہزاری کر دیا۔ مگر کچھ دنوں بعد اوسے دو ہزاری کا منصب عنایت فرما دیا۔ اور آخر کو وہ اپنے
 نئے بادشاہ کی ملازمت میں ہی مر گیا۔ ناظرین اس بات کو ضرور خیال کر لیں گے کہ اکبر کا
 اپنے دشمنوں کو اپنا بندہ احسان بنانے کا قاعدہ کیسا عمدہ تھا۔ وہ اون کو مراتب اور درجہ
 عنایت کرتا۔ اور اون کی تکالیف اور ضروریات پر بڑی توجہ کرتا۔ اور ایوس کر کے انہیں
 کہیں ادھر ادھر بے سزنا پھر نے نہ دیتا۔ اور اس قاعدہ پر ہمیشہ عمل کرتا تھا۔ اوس کا
 منشا یہ تھا کہ سب کو ملا کر ایک کر دے۔ اس لئے وہ اپنے مغلوبوں کے ساتھ ہمیشہ
 کشادہ دلی اور فراخ حوصلگی سے پیش آتا تھا۔ وہ اون کی قوت کو اپنی قوت بنا لیتا۔ یہ نہ کرتا
 کہ وہ اوس کے احاطہ اقتدار سے باہر نکل جائیں۔ جو لوگ کہ اوس کی مخالفت پر آمادہ ہوتے
 اوغین پہلے تو یہ ثابت کر دیتا کہ اگر اکبر کو فتح حاصل ہوئے یا کسی نے اوس کی اطاعت
 کر لی تو کسی طرح پر اوس مطیع و منقاد شخص کی عورت و حرمت میں فرق نہ آئے گا۔ بلکہ آخر کو اوس کا
 مرتبہ زیادہ ہو جائیگا۔ اوس کے اس اصول کا بیان بے تشریح تمام ہم اس وقت لکھیں گے
 جب کہ راجپوتانہ کے راجاؤں کے ساتھ اوس کے سلوک کا تذکرہ کریں گے۔

(اس کے بعد ایک ایسا واقعہ ہوا کہ جس سے اکبر کے شہ جلو سی کے موسم بھار پر
 غم کا ابر چھا گیا۔ میں اس بات کا اوپر کچھ اشارہ کر آیا ہوں کہ اکبر ایک عورت کا جو اس کے
 بچپن میں دایہ رہی تھی اور آیام طفولیت میں اوس نے اوس کی خدمت کی تھی کیسا پاس
 و لحاظ کرتا اور اوس سے محبت رکھتا تھا جو سلوک کہ اکبر نے بے رحم خان کیساتھ
 کیا تھا اس کا بہت بڑا حصہ اسی بی بی کی صلاح و مشورہ کا نتیجہ تھا۔ شاہی محلات میں اوس کی

بھت بڑی تنخواہ تھی۔ اور اکبر نے اوس کی بیٹوں کے لئے اچھی معاش مقرر کر رکھی تھی۔ مگر اسکے بڑے بیٹے نے بعض ایسے لوگوں کی ترقی کے رشک و حسد سے مشتعل ہو کر جن کو وہ اپنے برابر یا اپنے سے کمتر سمجھتا تھا اور نیز بعض اپنے ہم خصلت لوگوں کے بھگانے اور ادبھارنے سے وزیر اعظم کو جب کہ وہ اپنے سرکاری دفتر میں بیٹھا ہوا تھا قتل کر ڈالا۔ اور اکبر کے اون عنایتوں کے خیال سے جو اوس کے خاندان کے اور نیز خاص اوس کے ساتھ ہمیشہ کیا کرتا تھا حرم شاہی کے دروازہ پر آکر کھڑا ہو گیا۔ لیکن ایسے آدمی کے ساتھ اور ایسے جرم کے مقابلہ میں اکبر کو کبھی رحم نہیں آتا تھا قاتل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے گئے اور اوسکی نقش فضیل سے نیچے خندق میں پھینک دی گئی جب یہ حال اون لوگوں نے سنا جنھوں نے اسکو قتل کے لئے بھڑکایا تھا تو وہ جھٹ پٹا بھاگ گئے۔ لیکن وہ پکڑے گئے اور اگرہ کو لائے گئے اور آخر کو اسو خنین اکبر نے معاف کر دیا۔ مگر اس بڑے مجرم کی مان اپنے بیٹے کے غم میں چالیس روز کے بعد مر گئی۔

کچھ عرصہ ہوا تھا کہ پنجاب کے ایک حصہ سے اکبر کو بڑا اندیشہ ہو رہا تھا گلہروں نے جو ہمیشہ ایک سرکش قوم مشہور چلی آتی رہے اور جس کے سرداروں نے مغلیہ بادشاہوں کی حکومت کو کبھی خوش دلی سے تسلیم نہیں کیا تھا اکبر کے اون احکام سے سرتابی کی تھی جو اوس نے اونکے علاقہ کی نسبت جاری کئے تھے۔ اور انھوں نے اوس حاکم کی اطاعت سے انکار کیا تھا جسے اکبر نے وہاں حاکم کر کے بھیجا تھا۔ یہ گلہر قوم اسی جگہ رہتی تھی جہاں اون کی اولاد اب تک بستی رہے اور پنجاب میں اون کی سکونت کا مقام وہ تھا جہاں

کے زمانہ میں ضلع راولپنڈی کا شمالی اور مشرقی حصہ ہے۔ اکبر نے اپنے حکم کی تعمیل کرانے کے لئے کچھ فوج بھیجی اس فوج نے ہمارے ایک سخت لڑائی کے بعد وہاں کا انتظام کر دیا۔ گلہروں کا سردار گرفتار ہو گیا اور قید میں ہی مر گیا۔

اکبر نے اسی طرح وہنگامہ و فساد فرو کردے جو کابل میں برپا ہو گئے تھے اور نیر بڑی متعدی سے اس سازش کو بھی رفع کیا جو ہایون کے بڑے پیارے ابوالعالی نے کی تھی۔ اسنے پہلے بھی کئی مرتبہ جکڑے اوٹائے تھے۔ مگر اکبر نے انہیں فرو کر کر دیا تھا۔ لیکن اب وہ مکہ معظمہ کے حج سے شیخی میں بھرا اور پھولا ہوا آیا تھا۔ ایک اور سردار اسے ملگیا جو اکبر سے کچھ ناراض تھا ان دونوں نے ملکر نارنول کے قریب شاہی فوج پر حملہ کیا اور اسے برباد کر دیا۔ اکبر نے ابوالعالی کے تعاقب میں فوج بھیجی۔ وہ ڈر کر کابل کو ہیاگ گیا۔ اور وہاں سے اکبر کو معافی تصور کی عرضیاں بھیجیں آخر کار دوسرے سال کے شروع میں ابوالعالی بدخشان میں پکڑا گیا۔ اور گلا گھونٹ کر قتل کر دیا گیا۔

۱۵۶۴ء کے موسم بہار تک اکبر اپنی اون تجویزون کو قوت سے فعل میں نہیں لایا تھا جو اسنے آباد کے مشرق میں مغلیہ حکومت کی توسیع کے لئے سوچی تھیں۔ چنار اس وقت ان ممالک کے فتوحات کے لئے بمنزلہ کلید کے سمجھا جاتا تھا۔ اور خاندان عدلی کے ایک غلام کے قبضہ میں تھا۔ اکبر کے ایک سپہ سالار نے اسکو ایک دہلی دی جس سے اسنے مخوف ہو کر بادشاہ کو قلعہ حوالہ کرنے کے لئے عرضی بھیجی۔ اکبر نے

اپنے دوسرے داراوس قلعہ پر قبضہ کے واسطے روانہ کئے۔ اور اونھوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔
 چنار کے قبضہ سے نرنگ پور کو بھی راستہ کھل گیا۔ جو ایک رانی کی حکومت میں تھا اور جس نے
 اپنا صدر چور اکرہ کے قلعہ کو بنا رکھا تھا۔ اس رانی پر بھی مغلوں کے سردار جاچو پنخے اور اسے
 میدان کی لڑائی میں شکست دی۔ اور نرسنگ پور اور ملک کا وہ حصہ جسے اب ضلع ہوشنگاں
 کہتے ہیں ملک محروسہ میں داخل کر لیا۔ اسی سال کے موسم گرما میں اکبر شکار کے یہاں سے
 اضلاع مالک وسطیٰ کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں اسے برسات کا موسم آگیا اور بڑی دقتوں
 سے نہایت بھرے ہوئے ندی نالوں سے گزر کر زور میں پہونچا۔ جو اس زمانہ میں بڑا
 آباد مقام تھا اور میں میل کے محیط میں بستا تھا کچھ روز تک تو وہ اس شہر کے گرد و نواح
 میں شکار کر لیتا رہا پھر اس نے مالوہ کو کوچ کر دیا۔ اور راوا اور سازنگ پور میں ہو کر ماندو کے
 مشہور و معروف مقام کو گیا جو سو سے ۲۶ میل جنوب مغرب کو ہے۔ ماندو کا صوبہ دار محمد
 اذبک قوم کا امیر تھا اور جسے اکبر نے وہاں مقرر کیا تھا اس اندیشہ سے کہ اس نے
 بادشاہ سے ناراضی کے کچھ کام کئے تھے اور گوکہ اکبر نے اسے اطمینان دلانے کے
 لئے آدمی بھیج دیئے تھے مگر ان کا اس سے یقین نہ آیا اکبر کے قریب آنے پر اس شہر سے
 ہباگ گیا اور اسکی فوج سے میدان میں مقابلہ کو موجود ہوا۔ اکبر نے اس کی تنبیہ کو فوج
 بھیجی۔ جس نے اس کا تعاقب کر کے حدود گجرات تک پہنچا دیا۔ اس کے گھوڑے
 ہانی اور اہل و عیال کو چھین لیا

ماندو میں اکبر کی جو ادبگت ہوئی وہ قابل اطمینان تھی۔ قرب و جوار کے زمیندار

اپنے اظہار اطاعت کے لئے اوس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خاندیس کے
 بادشاہ نے بھی اس قدر دور سے اپنا ایلچی بھیج کر اوسے سلام کہلا بھیجا۔ اکبر نے
 اس ایلچی کی بڑی عزت اور خاطر داری کی۔ اوس زمانہ کی ایک خاص رسم و رواج کے
 اظہار کر دینے کے لئے یہ بیان کرنا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جب اکبر نے
 ایلچی کو بغرض وداع اپنے دربار میں بولایا تو اوسنے ایک فرمان بادشاہ خاندیس کے
 نام اوسکے حوالہ کیا جس میں لکھا تھا کہ وہ اپنے دختر و ن میں سے کسی ایسی لڑکی کو کہ
 کے پاس رہی ہے جو اوس کی خدمت کے لائق ہو۔ ہندوستانی مورخ لکھتے ہیں کہ
 جب مبارک شاہ والی خاندیس نے اس عنایت آمیز پیغام کو سنا تو وہ نہایت
 خوش ہوا۔ اور اوسے اپنا مایہ افتخار سمجھ کر اپنی بیٹی کو مناسب ساز و سامان اور جہیز
 کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ پھر تھوڑے روز اکبر ماندو میں رہ کر
 براہ اجین۔ سارنگ پور۔ سیپری و زور گوالیار آگرہ لوٹ گیا۔ اسکے بعد موسم
 سرما کا اکثر حصہ اکبر نے اضلاع گوالیار کے سیر و شکار میں گزارا۔
 (مغرب کے بہت ہی کم ایسے سیاح ہندوستان کو آئے جو اوس سنگ
 سرخ سے بنے ہوئے قلعہ کو دیکھ کر متعجب نہ ہوئے ہوں جو آگرہ میں ایک
 نہایت قابل دید عمارت ہے۔ اکبر کی تخت نشینی کے وقت آگرہ میں صرف
 ایک خشتی گدھے بدنا سے بنے ہوئے تھے اور وہ بھی کھنگی کے باعث ویرانی
 و تباہی کے کنارہ آگے تھے۔ اکبر نے کچھ عرصہ سے یہ ارادہ کیا تھا کہ اوس مقام

پرایک ایسا قلعہ بنائے جو شاہنشاہ ہند کی شان کے لائق ہو۔ اب وہ ۱۵۶۵ء کے موسم بھار میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور اس کا نقشہ تجویز کر کے تعمیر کے لئے ضروری احکام جاری کر دے۔ اور ایک شخص قاسم خان کو اس کا ہتھم مقرر کیا جسے اکبر نے سہ ہزاری کا منصب عنایت کیا تھا۔ اس قلعہ کی تعمیر متواتر آٹھ برس تک جاری رہی۔ اور سنیتیس لاکھ روپیہ اس کی لاگت میں خرچ ہوئے حسب مذکورہ بالا وہ سنگ سُرخی سے بنایا گیا ہے اور اس کے پتھروں کی جوڑ بڑی خوبی سے ملائے گئے ہیں اور آہنی حلقوں سے جو اون پتھروں کے اندر ہو کر گذرتے ہیں اونہیں مضبوطی کے ایک دوسرے سے جکڑ دیا گیا ہے اور اس کی بنیاد ہر مقام پر اس قدر گہری ہے کہ پانی نکلنے کی حد تک پہنچتی ہے۔

اس سال کے اخیر پر بھی ایک واقعہ ایسا واقع ہوا کہ جس سے ناگھانی ضرورتوں کے وقت اکبر کو اپنی ہمت و استقلال اور مستعدی کے دکھانے کا موقع ہاتھ آیا۔ مین اوپر لکھ آیا ہوں کہ اکبر کے ماندو جانے کے وقت وہاں کا صوبہ دار جو اذبک قوم کے امیر دن مین سے تھا کیسے ہماگ گیا تھا اور بغاوت پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اور اکبر نے اس کے تقاب میں فوج بھیجی تھی اور اس سے سزا دی تھی۔ اکبر نے جو اس باغی سر سختی کی تھی اگرچہ وہ بلاوجہ نہ تھی مگر دربار اکبری اور فوج کے اہلے ازبکیہ میں یہ خیال پھیل گیا کہ بادشاہ اس قوم کے لوگوں سے ناراض ہے۔ اس لئے تین چار امیر متفق ہو گئے کہ اکبر کو اس کی بدگمانی کا سبق پڑھا دیں۔ موسم خزاں میں یہ بغاوت جو پور

کے مقام پر پیدا ہوئی۔ کیونکہ یہاں کے صوبہ دار کو اذکون نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا اکبر اس وقت زور کے پاس ہاتھیوں کی لڑائی میں مصروف تھا کہ اوسے یکایک خبر پہنچی۔

اکبر نے اسی وقت اپنے لائق لایق امیرون کو جو فوج اوس وقت میسر آئی اودنھین دیکر اودن عہدہ دھرون کی تائید کے لئے بھیجا جو بغاوت کے مقام پر اوس کی دغا داری میں ثابت قدم رہے تھے۔ اور خود بھی دہان جانے کے لئے فوج کی فراہمی میں مشغول ہوا۔ پھر دس روز بعد اوسنے خود بھی کوچ کر دیا۔ جب فوج میں بچھوٹا تو ان باغی سرداروں میں سے ایک شخص اوس کا مطیع ہو گیا چونکہ بارش کی کثرت سے دریا نہایت بھرا ہوا تھا اس لئے یہاں دنس روز قیام کیا کہ پانی کم ہو جاوے تو آگے بڑھے۔ یہاں اوسے معلوم ہوا کہ ان باغیوں کا سرغنہ لکنئو کی طرف چلا ہے تو اوس نے نہایت چھرتی سے چند چیدہ چیدہ آدمیوں کے ساتھ اوس کا تعاقب کیا اور چوبائیل گھنٹہ کے متواتر سفر کے بعد دوسرے روز صبح کو اوس شہر کے سامنے نمودار ہوا۔ جب باغیوں نے دیکھا کہ بادشاہ قریب آگیا تو وہ اس تیزی سے بہا گئے کہ بادشاہی گھوڑے اور ہمراہی اس لمبے سفر سے بالکل درمائدہ ہو گئے اور تعاقب نہ کر سکے جس سے یہ باغی سردار بڑی تیزی سے جو ننپور پر جا پہنچا۔ اور اپنے رفیقوں سے ملکر اور ادھنہین ساتھ لیکر اوس مقام سے چل دیا۔ اور گھاگرا سے زہن کے پاس عبور کر کے قیام کیا جو چھپرا سے ہمیل شمال مغرب کو ہے اور دہان سے اپنے وکیل بادشاہ بنگالہ کے پاس بھیجے اور اس

بنت و سماجت تمام مدد مانگی۔

اسی عرصہ میں کچھ بادشاہی فوج وہاں پہنچ گئی۔ جس کا سردار یہ چاہتا تھا کہ بلا کشت و خون یہہ قضیہ فیصل ہو جائے اور ہر ایک اور شاہی فوج راجہ پوتانہ سے روانہ ہوئی۔ غرض کہ سردار نہایت آتشی مزاج اور جنگجو تھا۔ اس صلح جو سردار نے پیغام سلام شروع کئے اور قریب قریب ختم ہی ہو چکے تھے کہ دوسرا جنگ جو سردار آ پہنچا۔ اور اوسنے ان پیغامات کو قریب آمیز ہلکڑائی پر اصرار کیا۔ جب لڑائی ہوئی تو بادشاہی فوج کو شکست ہوئی اور بہاگ کر شیر گدہ میں دوسرے روز قیام کیا کہ منتشر آدمیوں کو اکٹھا کرے۔ قبل اس سے یہ لڑائی ہوا کہ صلح کو منظور کر چکا تھا اور جب اوس نے باغیوں کے اپنی لشکر پر فتح کا ماجرا سننا بھی وہ اس اپنے ارادہ سے نہ پھرا اور کھا کہ میں نے اون کے قصور کو معاف کیا اور اپنے امیرون کو ہدایت کی کہ وہ دربار کو لوٹ آئیں اور خود چنار کو گیا۔ اس غرض سے کہ وہاں کے قلعہ کی مضبوطی کی تجویز کرے اور مرزا پور کے جنگل میں ہاتھیوں کا شکار کیلئے اور اس بات کا منتظر رہے کہ باغی جن کا تصور معاف کر کے اوس نے اونکے ہتھیار و خفین کے پاس چھوڑ دئے تھے آئندہ کیا کارروائی کرتے ہیں یہ بات ایسی رہے کہ جس کا بار بہا تجربہ ہو چکا ہے۔ باغی اپنے فتح کے جوش میں پھولے ہوئے تھے۔ وہ لوگ پھر از سر نو بغاوت پر تادمہ ہو گئے مگر اکبر نے اپنی فوج سے اس دانائی اور ہوشیاری سے کام لیا کہ باغیوں کو مطیع ہونا پڑا اور اون پر پھر اوسے عنایت کر کے اپنا کر لیا اسی سال میں بادشاہی سرداروں نے

رہتاس کا قلعہ لے لیا جو بہار میں ہے اور بادشاہ نے والی اور سیہ کے پاس جو ایلچی بھیجے تھے وہ بھی وہاں سے بڑا بہاری پیش کش لیکر آئے۔

۱۵۶۶ء کے موسم بہار میں پھر اکبر اگرہ کو لوٹ آیا۔ ہندوستانی مورخ کہتے ہیں کہ ان اس چہین کے ایام میں بادشاہ کو شام کے وقت چوگان بازی کا بڑا شوق تھا۔ چوگان بازی وہی کھیل ہے جسے حال کے زمانہ میں پولو کہتے ہیں اور جس کا رواج یورپ میں ہندوستان سے ہی جا کر پھیلا ہے مگر اکبر نے اسی طرح پر جیسے کہ یہ کمیل آج کل تمام روے زمین پر دن میں کھیلا جاتا ہے اور اندھیری راتوں میں بھی کھیلنے کا طریقہ ایجاد کیا تھا جس کا اندھیرا ہندوستان میں دن کی روشنی پر یکایک اڑا کرتا ہے۔ اس مطلب کے لئے اس نے پلاس کی لکڑی کے گیندیں بنوائی تھیں اور انھیں روشن کر دیا کرتا تھا۔ یہ لکڑی بہت ہلکی ہوتی ہے اور بہت دیر تک جلتی رہا کرتی ہے۔ اسے یقین تھا کہ اپنے زمانہ میں وہ چوگان بازی کا بڑا شوقین اور اچھا کھیلنے والا ہے۔

اکبر اسی کھیل تماشے میں مصروف تھا کہ اسے کابل اور لاہور سے بنگال کی خبر آئی۔ اس وقت یہ سال قریب الختم تھا کہ سنتے ہی اکبر نے نہایت تیزی سے تلک کھٹن کو کوچ کر دیا۔ اور دہلی کو دس روز میں پھونچ گیا۔ اور پھر وہاں سے سر ہند کو روانہ ہوا۔ اور وہاں سے خوشی خوشی لاہور جا داخل ہوا۔ یہاں سے اس نے اپنے سالاران سپاہ کو بھیجا کہ باغیوں کو ایک پارہ بگا دیں۔ چنانچہ وہ گئے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر آگئے۔ اور اسی حصہ میں کابل کے فسادات بھی مٹ گئے مگر جب بادشاہ شمال مغرب

میں اس قدر ورچلا گیا تو اس کے شرقی حکومت کا پتہ ہلکا ہو گیا اور جو پور میں بغاوت
 اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ ظاہر ہے کہ اس وقت تک یعنی ۱۵۶۶ء کے آخر تک اکبر نے
 کامیابی کے ساتھ اس اہم مسئلہ کے حل کو نہیں ٹھول پایا تھا کہ ہندوستان میں
 بالاستقلال پابدار حکومت کیسی قائم کرے۔ اب اگر پانی پت کی لڑائی سے شمار کریں
 تو اس کی حکومت کا گیارہواں سال تمام ہونے کو تھا۔ اس پر بھی اس ملک کی سرزمین
 میں اس کی حکومت کی جڑوں نے بہت ہی کم ریشے نکالے تھے۔ اور یہ یقینی امر تھا کہ اگر
 ناگھانی اس سے کسی طرح موت آجاتی تو اس کے بعد تخت نشینی کا فیصلہ تلوار سے ہی
 ہوتا ۱۵۶۶ء کے شروع میں وہ شکار اور اسی قسم کے کھیل تماشوں کی خوشیوں میں
 لاہور میں مصروف تھا۔ کہ اسے خبر چوچی اذبک امیرون نے جن کے اس نے
 قصور معاف کر دئے تھے بادشاہ کی عدم موجودگی کے باعث بغاوت برپا کی ہے اسلئے
 اس نے لاہور سے ۲۲ مارچ کو کوچ کر دیا اور آگرہ کو روانہ ہو گیا۔ جب وہ تھانیسر علاقہ
 سرہند میں پہنچا تو یہاں اس نے بڑا عجیب و غریب تماشا دیکھا۔ ہندو پوجاریوں
 کے دو گروہ جوگی اور سنیا سے اس چڑھاوے کے لینے کے واسطے لڑ رہے
 تھے جو کچھ پرہیزگار جاتری مندر میں اسباب طلانی و جواہرات وغیرہ سلمان چڑھانے
 کو لائے تھے۔ اس کی حکومت کے عدم استقلال کی ایک اور علامت دہلی میں ظاہر
 ہوئی ایک شاہی قیدی وہاں کے صوبہ دار کو دہوکا دیکر اس کی نگرانی میں سے بہاگ گیا۔
 تھا۔ اور جب صوبہ دار نے دیکھا کہ بادشاہ مجھ پر خفا ہوگا تو شہر چوڑ کر چل دیا اور بغاوت

پر آمادہ ہو گیا۔

پھر وہ جب آگرہ میں بھی پہنچا تو بھی کوئی اچھی خبر نہ ملین۔ قونج کے گرد و نواح میں تمام ملک بناوت پر آمادہ تھا اور یہ بھی صریحاً معلوم ہوتا تھا کہ اوس کی اکثر امیر قابل اعتبار نہیں ہیں۔ اس آفت کے دفع کے واسطے وہ ہو چور کو چلا۔ جو اسے بریلی کر ضلع میں رہے پھر وہاں سے وہ اسے بریلی کو گیا۔ وہاں اوسے معلوم ہوا کہ باغی لوگ کالپی کی طرف جانے کے لئے لنگا سے پاراوتر گئے۔ اس وقت ابھی بارش ہوئی تھی اور ملک ندی نالوں سے بھرا ہوا تھا۔ مگر اکبر نے لڑائی کے واسطے اپنی بڑی فوج کڑھ کو بھیج دی۔ اور اپنے چیدہ چیدہ آدمیوں کو لیکر خود مانگ پور کو کوچ کیا۔ جو پر تاب گڑھ اور آگہ آباد کے راستہ کی وسط میں واقع ہے یہاں وہ دریا سے ہاتی پر سوار ہو کر گذرا اور نہایت تیزی سے چلکر باغیوں کو موضع مانگ پور میں جا پکڑا اور کامل شکست دی اس لڑائی میں باغیوں کے بڑے بڑے افسر مارے گئے اور رہے سچے بدین فنا ہو گئے۔ پھر اکبر میدان جنگ سے سید ہا الہ آباد کو گیا جو ابھی اپنے قدیمی نام پر آگے پکارا جاتا تھا۔ پھر بنارس اور جو پور ہو کر اور ملک کا انتظام کر کے آگرہ کو لوٹ آیا۔

جب اوسے دیکھا کہ اب شرق کی طرف ملک میں بخوبی امن چھین رہے تو اوسے راجپوتانہ کی طرف توجہ کی۔ مغربی ہند کے اس بڑے حصہ میں اس وقت ایک نہایت پورانے خاندان کا راجہ اودے سنگھ رانا اودے پور حکومت کر رہا تھا۔ جس کے مزاج میں نامردی اور جبلت میں بڑی ہٹ اور ضد نمودار تھی۔ اوس کا بڑا مضبوط مقام

چتور کا وہ مشہور و معروف قلعہ تھا کہ جسے اگرچہ علاء الدین خلجی نے ۳۰۳ھ میں فتح کر لیا تھا مگر اب اسکے نسبت بھی مشہور تھا کہ کوئی اوسے فتح نہیں کر سکتا۔ وہ ایک بلند مستطیل پہاڑی پر دریا کے تباں کے اوپر بنا ہوا ہے اور اس کے قلعہ کی بیرونی دیوار کی شکل ایک پہاڑی کی سی نظر آتی ہے۔ اس وقت اوس کی حفاظت پر سات ہزار راجپوت اچھے بہادر سپاہی ایک سپہی وفادار سردار کی ماتحتی میں مقرر تھے اور آسمین رسد اور بیانی بکشت موجود تھا۔ اور ہر طرح پر اوس کی حالت ایسی تھی کہ مدت تک اوس کا محاصرہ کرنا بیہوشانگہ۔

اکبر خود اس قلعہ کے سامنے آجما۔ اور اپنی کچھ فوج کو گرد و نواح کے علاقہ پر قبضہ کے لئے بھیج دیا۔ کیونکہ رانا مایوسی کی وجہ سے جنگ کی طرف بہاگ گیا تھا۔ لیکن جب اکبر نے محاصرہ میں تشدد کیا تو راجپوت سپاہیوں نے اوسے بچانے کے لئے اسی طرح دلاوری اور اصرار کا اظہار کیا کہ اکبر کو ایسی سخت جنگ آوروں سے اب تک کہی سامنا نہیں ہوا تھا جس قدر اونا کا اصرار زیادہ ہوا۔ اوسی قدر اوسنے بھی اپنی شان و شوکت دکھائی۔ اور اوس کے فتح کا عزم بالجمہم کیا۔ آخر کار یہ معلوم ہوا کہ قلعہ کی دیوار ٹوٹ سکتی ہے اسلئے اکبر نے پانچ کے مہینے میں ایک رات کو حملہ کا حکم دیا اوس نے ایک پشتہ اپنے واسطے بنوا لیا تھا جہاں سے کہ وہ لڑائی کے مقام کو دیکھے اور ہدایت کرتا رہے۔ جب وہ وہاں پر بیٹھا تو بندوق اپنے ہاتھ میں لیل۔ اوس نے دیکھا کہ جنگاں کے مقام پر راجپوت جمع ہو رہے ہیں۔ اور اون کا سردار بھی وہاں موجود ہے

تاکہ اکبر کی فوج سے خوب مقابلہ کرے۔ اکبر کے پشتہ سے شگانے کے مقام تک ایک گولی کے پرواز کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ تھا فقط دریا بیچ میں حائل تھا مشعل کی روشنی میں اکبر نے راجپوتوں کے سردار کو پہچان لیا۔ اور گولی کے زد کے اندر جب جان لیا تو ایک ایسا نشانہ تاک کر مارا کہ وہ وہیں گر کر مر گیا۔ یہ نشانہ عین اوس وقت لگا تھا کہ جو وقت طرفین کے فوجین ایک دوسرے سے آکر ٹلی تھیں۔

راجپوتوں کے حواس باختہ ہو گئے اور اونھوں نے اوس نازک وقت پر کچھ اچھی طرح سے اپنا بچاؤ نہ کیا۔ بیشک اونھوں نے اس کے بعد ہوا کیا مگر وقت نکل چکا تھا اگرچہ اونھوں نے اپنے چلتے نہایت کوشش کی مگر جسے کھو چکے تھے وہ فائدہ اونھیں نصیب نہ ہوا۔ جب صبح کا ترسکا ہوا تو چنڑ اکبر کے قبضہ میں تھا۔ اکبر نے اس محاصرہ کے شروع میں ایک منت مانی تھی۔ جب یہ فتح ہو گئی تو اوس کی شکر گزاری میں اکبر نے شیخ المشائخ شیخ معین الدین چشتی کے پایادہ چاکر زیارت کی جبکہ مزار جمیر کی پہاڑی پر بنا ہوا ہے اور ہندوستان کے مسلمان اولیاء اللہ میں اونکا اقول درجہ سمجھا جاتا ہے اس وقت تک اکبر اپنی پہلی مذہبی تعلیم سے آزاد نہیں ہوا تھا۔ وہ اجمیر میں دس روز رہا اور پھر مہلات ہوتا ہوا اگرہ چلا آیا۔

اس کے بعد اکبر موسم بہار اور برسات میں اگرہ میں رہا۔ اور بعد ازاں رتنپور کے مضبوط قلعہ واقع جے پور کی فتح کی تدبیر میں کی۔ لیکن جب اوس کے فوجین جو اوسنے اس غرض کے لئے روانہ کی تھیں راستہ میں جا ہی تھیں تو گجرات کے ہنگاموں کی

خبر آئی۔ اور اسکے بعد اوس ملک سے وسط ہند پر حملہ ہوا جس سے اکبر نے اپنی فوج کو اوس
 فساد کے رفع کرنیکا حکم بھیج دیا اور پھر خود اور فوج لیکر زتنہور پر جانے کی تجویز کی۔ چنانچہ وہ
 ۹۶۹ھ کے شروع میں وہاں گیا۔ اور جب اوسنے اس قلعہ کو فتح کر لیا تو اگرہ کو واپس
 چلا آیا۔ صرف اجمیر میں ایک ہفتہ خواجہ صاحب کی زیارت کے واسطے ٹھہرا۔

(اسی سال اوسنے فتحپور سیکری کو آباد کیا۔ جس کی مالیشان گھنڈ روہن کو آجکل بھی
 سیاح دیکھ کر ذنگ رہ جاتے ہیں۔ طبقات ناصری میں یہ کہانی اس طرح لکھی ہوئی ہے
 کہ اکبر کو دو مرتبہ دو دو پچھے تو امان پیدا ہوئے تھے۔ اور کوئی اون میں زندہ نہ رہا تھا۔
 حضرت شیخ سلیم چشتی نے جو سیکری کے مقام پر اگرہ سے جنوب مغرب کو بائیس میل
 کے فاصلہ پر رہا کرتے تھے اکبر سے وعدہ کیا تھا کہ اوسکے ایک بیٹا ہوگا اور زندہ رہے گا۔
 چونکہ اکبر کو اس وعدہ کے پورا ہونے کا پورا یقین تھا اسلئے جب وہ زتنہور سے واپس
 آیا تو کئی مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ایک مرتبہ دس روز اور دوسرے مرتبہ
 بیس روز تک وہاں قیام کیا۔ اسی میں اوسنے وہاں بلند زمین کے ایک ٹیلہ پر اپنا ایک
 محل بنوایا۔ اور شیخ صاحب نے بھی شاہی محلات کے قریب اپنی ایک نئی خانقاہ اور مسجد
 بنوانا شروع کی۔ جب دربار کے امیروں نے دیکھا تو اونہیں بھی شوق پیدا ہوا۔ اور اپنے
 اپنے رہنے کے لئے وہاں مکانات بنوانے لگے۔

جس زمانہ میں یہ اکبر کے مکانات بن رہے تھے کہ اوسکے ایک بیگم حاملہ ہو گئی۔ اکبر نے
 اوسے حضرت شیخ صاحب کے مکان میں رہنے کیلئے بھیج دیا۔ اسی میں کچھ عرصہ بعد اوس

گجرات کا ملک فتح کیا۔ اس لئے اپنے شوق ذوق کے بسائے ہوئے مقام کا نام
فتحپور سیکری کر دیا اور زمانہ سے اس مقام کا نام بھی مرکب نام فتحپور سیکری لکھا جاتا ہے
اسی سال کے اخیر میں اوسی بیگم کے پیٹ سے جو سیکری میں حضرت ممدوح الصدر
کے مکان میں رہتی تھی ایک بچا پیدا ہوا۔ اگرچہ اوس لڑکے کا نام شیخ مین جہانگیر بادشاہ
مشہور ہے مگر اوس کا نام شیخ سلیم کے نام پر سلیم رکھا گیا تھا اور اس کی ماں ایک راجپوت
راجا والی جو دیپور کی بیٹی تھی۔ اس اپنے فرزند ولند کے تولد کی یادگار میں اکبر نے اس
مقام کو اپنا قدیمی مسکن مقرر کر لیا۔ اور اوس کے گرد سنگین فصیل بنوائی اور بڑے بڑے
عالیشان مکانات وہاں تعمیر کرائے۔ اوس کے بعد پھر ایک مرتبہ اور وہ اجمیر کی پہاڑی پر
شیخ معین الدین چشتی کی زیارت کے واسطے پایادہ گیا۔ اور وہاں نذر دینا کر کے
پھر دہلی کو چلا گیا۔

دوسرے سال کے شروع میں اکبر راجپوتانہ کو گیا۔ اور ناگور واقع علاقہ جو دیپور
میں قیام پذیر ہوا۔ یہاں پر اوس مقام کے راجہ کا بیٹا جو اس وقت تمام راجپوتانہ میں
زبردست راجا تھا اور نیز بیکانیر کا راجہ اور اوس کا بیٹا آکر حاضر خدمت ہوئے اکبر نے
بیکانیر کے راجہ کی وفاداری اور خیر خواہی کی قدر دانی کا اس طرح اظہار کیا کہ اوس کی
بیٹی سے اپنی شادی کر لی۔ پھر کچھ دنوں تک ناگور کے جنگل میں جنگلی گدھوں کا شکار
کھیلتا رہا اور زمانہ میں وہاں بکثرت تھے۔ پھر دیا پور کو پنجاب کی طرف چلا گیا۔
وہاں پر اوس نے ایک بڑا عظیم الشان دربار کیا۔ اور نئے سال کے شروع ہی میں

جو دیپور کی فتح

لاہور روانہ ہوا۔ جب پنجاب کے معاملات سے فرصت ہو گئی تو فتحپور سیکری کو اس ارادہ سے
لوٹ آیا کہ اس سال میں گجرات کے فتح کے تدابیر عمل میں لائے۔

اضلاع مفصلہ ذیل اکبر کے زمانہ میں ہندوستان کے مغرب مملکت گجرات میں داخل
سمجھے جاتے تھے۔

سورت۔ بھروچ۔ کھیرا۔ احمد آباد۔ اوس ملک کا بڑا حصہ جو اب بڑودہ میں داخل ہے
وہ علاقہ جو اب ممبئی کا تھا اور یہ وہ کاں تھا میں شامل ہے۔ پنج مھاس۔ پالن پور۔ رادھن پور
بنا۔ کہلبایت۔ کہنڈیہ اور کاٹھیاوار کے جزیرہ نما کا بڑا حصہ۔ مدت سے ان ملکوں
کے مجموعہ کا کوئی جائز وارث اور مالک نہ تھا۔ اوس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
ہو رہے تھے۔ ہر ایک ٹکڑے پر باقی تمام ملک سے علیحدہ ایک ایک مسلمان امیر حاکم بنا
بیٹھا تھا۔ سالہا سال سے ملک میں خانہ جنگیوں سے فساد پھیل رہے تھے۔ سردار
دیہاتیوں کو اس غرض سے پیسے ڈالتے تھے کہ وہ کسی طرح ساری بادشاہت کے
مالک ہو جائیں اگر انہیں خبر ملتی کہ کھین پاس پڑوس میں کچھ بے احتیاطی ہو رہی ہے
اور وہاں کا حاکم کمزور ہے تو وہ سردار تاخت و تاراج کرنے کے واسطے چند روز کو متفق
ہو جاتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ گجرات ہنگاموں اور فساد و حکمران ہو رہا تھا۔ مخلوق پر
ظلم و ستم کی انتہا نہ تھی۔ چھوٹے چھوٹے بے درد حاکم جو ان پر حکمرانی کرتے تھے انکی
صرف لوٹ مار پر گذرتھی۔ اکبر اس بدعنوانی کو مدت سے دیکھ رہا تھا۔ اب اوس نے
چاہا کہ ان فسادوں کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر ڈالے۔

اکبر کا گجرات پر حملہ اسکے عہد کی تمام فوجی کارروائیوں سے زیادہ تر مشہور ہے۔
 اوسے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ اس حملہ کی تدبیر اور اوس کی تعمیل میں کسی طرح کوئی غلطی نہ ہونے
 پاوے۔ جب سے کہ وہ ہندوستان کے ایک بڑے حصّہ کا مالک ہوا تھا اوسے
 صحیح صحیح اسی وقت پہلے پہل اپنے آپ کو مطمئن پایا تھا اور جانتا تھا کہ جو وقت تک
 اس حملہ کا تصفیہ کامل نہ ہوگا اوس وقت تک اوسکے امیر اور اوس کے باجگزاروں میں سے
 کوئی فساد نہ اٹھائیگا۔ اس لئے وہ فوج پورسیکری سے اپنی فوج لیکر ستمبر ۱۵۱۹ء میں
 روانہ ہوا۔ اور سالگانہیر میں ہو کر جو جے پور سے ۸۰ میل ہے۔ وسط اکتوبر میں جمیر پہونچا
 خواجہ صاحب کی زیارت کے واسطے دو روز قیام کیا۔ اور راستہ کی تحقیقات کے واسطے
 دس ہزار آدمیوں کا ایک ہرادل آگے بھیج دیا۔ اور پھر فوج لیکر آپ بھی پیچھے سے
 چلا اور ناگور میں جو جودھپور سے ۷۵ میل شمال مشرق کو ہے جاد داخل ہوا۔ ناگور کے مقام
 پر بادشاہ کے پاس ایک قاصد آیا اور بیٹے کی خوشخبری آکر سنائی جس کا نام دانیال
 رکھا گیا۔ پھر وہ یہاں پر چودہ روز تک اپنی فوج کے واسطے سامان رسد جمع کرتا رہا۔ پھر
 آگے بڑھ کر نومبر کے مہینے میں دریائے سارستى کے کنارہ پٹن میں پہونچا۔ اور دوسرے
 مہینے کے شروع میں احمد آباد میں جاد داخل ہوا۔ جو وقت اکبر ان دونوں مقامات کے
 درمیان میں تھا تو اوس وقت گجرات کا دعوی دار بادشاہ جسکی حکومت وہاں برائے نام
 تھی اکبر کا اگر مطیع ہو گیا تھا۔ احمد آباد میں جو اکبر کے واسطے گجرات کا پہلا ہی شہر تھا
 اکبر نے مغربی ہند کی حکومت کے مالک ہونیکا اشتہار دیدیا۔ مگر ابھی اوسے اون سہ دروازے

انتظام کرنا باقی رہا کہ جو اپنے مقبوضات کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ انہیں مین سے
بھروچ۔ بڑودہ اور سورت کے حاکم تھے۔ جب اوسنے احمد آباد میں رہبر اس ملک کا انتظام
درست کر لیا تو فوراً وہ کہبات کو روانہ ہو گیا اور پانچ سو زمین وہاں جا پھونچا۔ سورخ بیان
کرتے ہیں کہ یہاں اکبر نے سب سے پہلے تہہ سمندر کو دیکھا تھا۔ پھر یہاں قریب قریب ایک
ہفتہ کے قیام کر کے دور دراز چلکر بڑودہ چھوچھا۔ یہاں اوسے تمام اس ملک کے انتظام
کی تکمیل کر دی۔ اور احمد آباد کو دار الحکومت قرار دیکر اپنے امیر دن مین سے جو اوس کے
ساتھ آگرہ سے گئے تھے ایک کو وہاں کا صوبہ دار مقرر کیا۔ پھر وہاں سے اوسے بھروچ
اور سورت کے قبضہ کے واسطے فوج بھیجی۔ جب اوسے یہ خبر ملی کہ اکبر کے طرفدار جو سورت
میں تھے ان کے افسر کو بھروچ کے سردار نے قتل کر دیا ہے اور وہاں سے اندرونی حصہ
میں اس ملک کے چلا گیا ہے جو بڑودہ سے پندرہ میل سے بھی کم دور ہے تو اکبر
اپنے موجودہ سپاہیوں کو لیکر اوس پر تیزی سے جھپٹ پڑا۔ اور دوسرے شب کو اوسکی
لشکر گاہ کے سامنے جو سارسہ میں ایک چھوٹے سے دریا کے پار تھا جا اتر ا۔
اسوقت اکبر کے ساتھ صفِ چالیس سوار تھے اور دریا پایاب تھا۔ اکبر لنگر کے
انتظار میں وہاں کچھ دیر تک چھپا رہا۔ لنگر کے ساتھ آدمی اوسی شب میں اوس کے پاس
آگئے جس سے اوسکے پاس کل ایک سو آدمی ہو گئے۔ اکبر دریا سے اوس فوج کے
مقابلہ کے لئے اوترا جو تعداد میں اوسکے آدمیوں سے دشمن گئے تھے۔ باغیوں نے
سردار نے اس خیال سے کہ اپنی فوج کی کثیر تعداد سے فائدہ حاصل کرے بجائے

اسکے حملہ کا شہر مین رہ کر انتظار کرتا خود شہر چھوڑ دیا۔ اور میدان مین آگیا۔ اکبر نے پہلے تو دھاوا کر کے شہر لے لیا۔ اور پھر دشمن کے تعاقب مین دوڑا۔ مگر اس علاقہ مین راستہ کی دو نو کناروں پر تھور کی جھاڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ اکبر کے سوار ایک ایسے موقع پر پہنچ گئے جہاں صرف تین تین سوار ایک ساتھ چل سکتے اور لڑائی کر سکتے تھے اور دشمن دو نو خط تھور کی جھاڑیوں کے باہر تھے۔ بادشاہ فوج کے آگے آگے تھا اور اس کے ساتھ ساتھ بڑا بہادر راجپوت راجہ بھگوانداس والی جے پور تھا جس کی بہن سے اکبر نے شادی کی تھی۔ اور اس راجہ کا بہتیجا مان سنگھ بھی ہمراہ تھا جو بعد کو اس کی جگہ راجہ ہوا۔ اور جو اپنے زمانہ کا نہایت عمدہ بہادر جنگ اور سپاہی گناہا تھا۔ یہ تینوں نہایت خطرہ کی حالت مین تھے۔ کیونکہ دشمن ان پر لوٹ پڑنے کی سخت فکر مین کر رہے تھے۔ مگر تھور کے درخت جو بیچ مین حائل ہو رہے تھے ان کے حفاظت کا بڑا باعث ہوئے دشمن اس کے پار گذر کر اندر نہ آ سکے اسی مین بھگوانداس نے اپنے ایک بڑے معزز مقابل کو پرچھے سے مار ڈالا۔ اور اکبر اور راجہ کے پیچھے نے بھی اپنے دو مقابلوں کا خاتمہ کر دیا جس سے دشمنوں مین ایک تیز نزل پڑ گیا۔ اور ان تینوں نے دشمن کی اوس وقت کی ذرہ سی گڑبڑی سے فائدہ اٹھایا اور آگے کو حملہ کیا جب اکبر کے آدمیوں نے دیکھا کہ ان کا بادشاہ خود خطرہ کی حالت مین ہے تو انھوں نے بے تحاشا حیرت انگیز جانبازی اور دلاوری کے ساتھ اس کی امداد کی اور دشمن کو بہکادیا۔ باغی سردار کی فوج نے یہ سمجھ کر کہ ضرور شکست

ہوگی اکبری سپاہیوں کی طرح سے استقلال اور دلادری کے ساتھ کام نہ کیا۔ اور جب
اوندکو موقع ملا تو اوہر اوہر سرک گئے۔ اور باغی سردار نے جب دیکھا کہ لوگ اسے چھوڑ
گئے تو جہرہ اوسنے مناسب سمجھا اوہر راستہ لیا۔ اور احمد آباد اور دیسا کے مقامات پر
ہوتا ہوا سر دہے کی طرف راجپوتانہ میں چلا گیا۔

بموج بھی اس عرصہ میں ہاتھ آگیا تھا۔ اب صفیہ سورت باقی تہا جب اکبر اس
حصہ سے لوٹا تو سورت پر جہان انگریزی تہا راوسکے بیٹے اور پوتے کی وقت میں خوب آتے
جاتے تھے بذات خود چڑھائی کی اوس زمانہ میں جن آلات اور سامانوں سے قلعہ توڑ دئے
جاتے تھے اوندکے مقابلہ میں سورت کا قلعہ نہایت مضبوط تھا مگر بادشاہ نے اوس کے
محاصرہ میں نہایت سختی کی اور ایک مہینے سترہ روز کے محاصرہ کے بعد جب اہل قلعہ
انتہا درجہ کوتنگ ہو گئے تو اطاعت قبول کر لی اوسکے بعد بادشاہ بہت روز تک وہاں
رہا۔ اور جب صوبہ گجرات کے معاملات کا کافی انتظام ہو گیا تو اوسنے اگرہ کو کوچ کر دیا۔
اور نو مہینے کے بعد مہرجون ۱۵۵۳ء کو وہاں لوٹ کر آگیا۔

جب اکبر سورت کے محاصرہ میں مصروف تھا تو وہ باغی سردار جسے اکبر نے سارسہ
کے مقام پر شکست دی تھی اور جو سر دہے کو بہاگ آیا تھا بڑے جوش خروش سے
فساد اوٹھانے میں مشغول تھا۔ ایک اور بڑا زبردست باغی اوس سے مل گیا تھا۔ اور
یہ دونوں پٹن پر آگے بڑھ گئے تھے۔ اور اوس مقام کے نزدیک اکبری فوج سے مقابل
ہوئے تھے اور ادھین میدان میں قریب قریب شکست دیدی تھی۔ لیکن اوس

باغی کی فوج لوٹ پر پھیل پڑی۔ مغلیہ فوج نے یہ حال دیکھ کر ادن پر حملہ کیا اور ان کے
 قلب تک پہنچ کر شکست کو فتح سے بدل دیا۔ اس کی خبر اکبر کو اسی وقت پہنچ گئی تھی جبکہ
 وہ سورت کے ہی پاس پڑا تھا۔ پھر بھی اس باغی نے نہ مانا اور حتی الامکان فساد برپا کر
 مین کوتاہی نہ کی۔ اور راجپوتانہ مین ہوتا ہوا پنجاب کو چلا۔ گو اس سے دو تین مقام پر شکست
 بھی ہوئی۔ مگر ہمیشہ جان کو بچانے لگا۔ اور لوٹا کھوٹتا پانی پت سون پت اور کرنال کو
 چلا گیا۔ پنجاب مین اس کا بادشاہی فوج سے مقابلہ ہوا۔ مگر شکست کھائی۔ اور پھر
 کچھ بڑے بڑے مصائب کے بعد ملتان کے قریب کچھ ماہی گیر دن کے ہاتھ سے
 زخمی ہو کر قید ہو گیا۔ اور اس زخم سے ہی مر گیا۔ یہ شخص چنگیز بٹاؤر دست آدمی تھا اس لئے
 اسے ہنگ کر بیچ جانے کی بڑی لیاقت تھی۔ یہ سب یہاں کس دینا مناسبت ہے، کہ اگرچہ اس
 سال مغلیہ فوج نے بہت کوشش کی۔ مگر کانگری کے مستحکم قلعہ کو جو دو آہ جالندھر
 مین رہے نہ لے سکے۔ محاصرین نے اہل قلعہ کو نہایت تنگ کر دیا۔ مگر اس بہادر جانباز
 کے حلیہ سے جسکمر لے کا ذکر ملتان کے پاس مین نے ابھی اوپر بیان کیا ہے اور فخر
 کو روانہ کی گئی تھی اس سے یہ فتح میسر نہ آئی۔ اور کانگرا اکبر کے بعد اس کے بیٹے نے
 فتح کیا۔

کانگرا

اکبر گجرات سے اس خیال سے چلا آیا تھا کہ وہاں کی فتح کامل ہو گئی ہے اور
 اسے سمجھ لیا تھا کہ میرے انتظام سے وہاں کی باشندے راضی اور میرے
 ہوا خواہ ہو گئے ہین۔ مگر اسے کافی طور پر اس بات کو نہیں خیال کیا تھا کہ جنہوں نے

پہلے حکومت کی ہے اور ان کی حکمرانی سے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہو گئی ہے
 اور اسے اگر وہ آئے ہوئے کچھ بہت عرصہ نہیں ہوا تھا کہ اس ملک کے پہلے آوارہ سرداروں
 نے فوجیں جمع کیں اور ملک میں فساد برپا کیا۔ اکبر نے اس خیال سے کہ ۵
 سرچشمہ شاید گرفتار ہو گیا ہو اور حملہ کی تیاری شروع کی اور اپنی فوج
 آگے روانہ کر کے بروز یکشنبہ صبح کے وقت بمبر کے پہنچنے میں نہایت تیز رفتاری
 ساندڑی پر سوار ہوا اور لشکر میں شامل ہونے کے ارادہ سے چل دیا۔ اور ستر میل
 بغیر لگام کہینچے علی الاضمال تو وہ تک چلا گیا جو اجمیر اور بے پور کے راستہ کے قریب
 قریب وسط میں ہے۔ پھر تیسرے روز صبح کو اجمیر پہنچا۔ اور اپنے معمول کے موافق
 خواجہ صاحب کی زیارت کی۔ پھر وہاں سے شام کو گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور متواتر چلتے
 چلتے اپنے لشکر سے پالی میں جا ملا جو دیسا کی سرحد پر واقع ہے۔ پٹن میں اسے
 کچھ فوج مل گئی جو اس کے سرداروں نے فراہم کر لی تھی۔ اور اپنے باوجود کے انتظار
 میں وہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔

اس کی فوج کی تعداد اس فوج سے بہت کم تھی جو باغی سرداروں نے فراہم کر لی
 تھی۔ مگر اکبر کی فوج کے جو آدمی موجود تھے وہ تمام منتخب اور اس کی فوج کا عطر تھے
 اور اسے اپنی تیز روی سے بھی بڑا فائدہ ہوا تھا باغیوں کو ابھی یہ بھی نہ معلوم تھا
 کہ وہ اگر وہ سے چلا بھی ہے یا نہیں۔ حالانکہ وہ ان کے درمیان آج موجود ہوا تھا جس وقت
 اکبر نوروز میں اگر وہ سے وہاں پہنچا ہے تو وہ حقیقت یہ لوگ احمد آباد کے پاس اپنے

خیون میں آرام تمام سو رہے تھے۔

ہندوستانی مورخوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ میں ایسے معاملات کے تصفیہ بہادرانہ ہوا کرتے تھے۔ طبقات اکبری کا مصنف لکھتا ہے کہ جب اکبر وہاں پہنچا تو اوسکے لشکر میں یہ چرچا پھیل گیا کہ دشمن پر بے خبری کی حالت میں جا پڑنا نامدیکہی بات ہے اوسوقت تک حملہ نہ کرنا چاہیے کہ اوسے پہلے سے خبردار نہ کر دیا جائے اسلئے نقارہ نوازوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے نقارے بجائیں۔ باغیوں کا سردار اسوقت تک بھی لکھتا تھا کہ ہاتھوں کے نہ ہونیکے باعث یہ سوار جو سامنے موجود ہیں - شاہی لشکر کے نہیں ہیں۔ کیونکہ اوسکے پاس سونے چودہ روز پہلے اوسے یہ خبر دی تھی کہ بادشاہ اگر وہاں ہے مگر وہ لڑائی کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ بھی دلیرانہ اس انتظار میں ٹھہرا کہ وہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاوے پھر آگے جھپٹا اور دریا کو پار ہو کر دوسرے کنارہ جا پھونچا اور ایک خونخوار شیر کی طرح دشمن پر حملہ کیا۔ اور اوسے کے ساتھ مغلوں کے اور ایک فوج نے بازو سے گھیرا۔ کہ جس سے حملہ کا ہٹانا دشمن کو دشوار ہو گیا باغیوں کو کامل شکست ہو گئی۔ اور ان کا سردار زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا۔

ایک گھنٹہ ہی گذرا تھا کہ ایک اور دشمن کا گروہ جس کی تعداد پانچ ہزار سپاہیوں کی تھی سامنے سے نمودار ہوا۔ ان کا بھی اکبر نے فیصلہ کر دیا۔ اور اوسکے سردار کو مار ڈالا لڑائی کے مقام پر اور تعاقب میں باغیوں کے دو ہزار آدمی مارے گئے۔ پھر اکبر احمد آباد کو گیا۔ اور وہاں پانچ روز آرام کر کے مستحقین کو انعام و اکرام تقسیم کئے اور آئینہ

کے واسطے ملک کے امن چین کا بندوبست کیا۔ پھر محمود آباد کو گیا جو ضلع کہیرا میں ایک شہر ہے پھر وہاں سے سر دہ سے کو اور سر دہ سے سیدھا اجمیر کو چلا آیا اور وہاں مشہور معروف مزار کی زیارت کی پھر وہاں سے شب درو ز سفر کر کے چودہ میل کے قریب جے پور سے ایک گاون میں آکر اس غرض سے ٹھہرا کہ راجہ ٹوڈر مل سے جو اس کے بڑے لایق افسر و مین سے تھا اور بعد میں سلطنت مہنی دیوانی کا رتبہ اس سے مل گیا تا گجرات کی مالگداری کے وصول کرنے کی طرز کی نسبت بندوبست کرے یہاں سے بادشاہ سید ہفت پور سیکری کو چلے یا۔ اور ۴۳ دن کے بعد بفتح و ظفر وہاں داخل ہوا۔

اکبر نے جو تمام ہندوستان کے فتح کا ارادہ کیا تھا وہ اس قدر تو پورا ہو گیا تھا کہ اب اس کے جلوس کے اٹھارویں سال میں ممالک مغربی شمالی وسط ہند اور مغربی ہند پنجاب اور کابل سمیت اس کے قبضہ میں تھا مشرق کو اس کی حکومت دریائے کرم ناسا تک چلی گئی تھی۔ اسکے آگے بہار اور بنگالہ کے خود مختار حکومت تھی۔ اور بعض صورتوں میں اس سے اندیشہ رہا کرتا تھا۔ اس لئے اب اس نے پورا ارادہ کر لیا۔ کہ قبل اس سے کہ کوئی ناگھانی حادثہ پیدا ہو اس سال جو اس کے جلوس کا اونیسواں سال تھا بنگالہ اور اس کے توابعات کو فتح کیا جائے۔ مگر اس سے پہلے کہ بادشاہ اس حملہ پر روانہ ہو اس نے ایک مرتبہ اور اجمیر کی پہاڑی پر جا کر خواجہ صاحب کی مزار کی زیارت سے شرف حاصل کیا۔

(مین نے ابھی اوپر کے صفحات میں اکبر کے سفرون اور اوس کی فوج کے کچون کی نسبت بہت کچھ ذکر کیا ہے مگر اس وقت تک یہ نہیں بتایا ہے کہ اوس کے سفرون کے کرنے کے کیا کیا قواعد و ضوابط تھے اسی زمانہ کے قریب جن کی ابھی تک مخلوق کے دلوں سے یاد فراموش بھی نہ ہوئی تھی ایسے لوگ گزرے تھے کہ جڑائی سے لڑائی کا بیج پیدا کیا کرتے تھے۔ خراسانی اور افغانی وحشیوں نے جب مغلیہ سلطنت کے زوال کے زمانہ میں ہندوستان پر حملہ کئے اُن دن کا بھی اصول تہذیب اکبر کا اصول ایسا نہ تھا۔ وہ اول تو لڑائی سے ہی نفرت کرتا رہا۔ اور اگر لڑائی کرتا بھی تھا تو محض اسی خیال سے کہ جس عمارت کو وہ بنا رہا ہے وہ پوری ہو جائے اور جسکے پورا کئے بغیر وہ جانتا تھا کہ یہ عمارت ناپائیدار رہیگی اور آندھی کا جھونکا چلتے ہی اول ہی وہ مین گر پڑیگی۔ اس لئے جب وہ لڑائی کو جانتا تو اس نے یہ قاعدہ مقرر کر لیا تھا کہ نہ تو مالکان اراضی اور نہ کاشتکاران کو اس کے آنے جانے سے اور شکر کے چلنے پھرنے سے کوئی کسی طرح کا نقصان پھونچے۔ اور اس قاعدہ کی تعمیل کیلئے اس نے حکم دے رکھا تھا کہ جب کسی موقع پر شکر کے ڈیرہ خیمے لاکر ڈالی جاتی اور اسے شکر گاہ بنایا جاتا تو اردلی کے لوگ پھرہ کے لئے مقرر کر دئے جاتے جو اس کے گرد نواح کی مزرعہ زمین کی حفاظت کرتے رہیں اور اس کے سوا کوئی مقرر تھے کہ شکر کی روانگی کے بعد وہ شکر گاہ کی زمین کے طول و عرض کا اندازہ کرتے اور جو نقصان مشخص ہوتا اسے مالکداری سرکاری سے منہا کرنے کے لئے تجویز کرتے تھے۔ طبقات اکبری کا مصنف

کہتا ہے کہ اکبر کی تمام لشکر کشیوں میں جی غل برابر جاری رہا۔ اور کبھی کبھی ان جمع کے مشخص کرنے والوں کو نقد روپیہ کی پھیلی دیدی جاتی تھی جو اوس وقت رعیت کے ہر چہ کا تخمینہ کر کے رعایا اور کاشتکاروں کو ہر جا نہ دیدیتے تھے جس سے تحصیلداران مالگذاری کو اس معاملہ میں دست اندازی کا موقع ہی نہ ملتا تھا۔ اس قاعدہ سے جو حقیقت اُن مغربی ممالک کے باشندوں کا قاعدہ ہے کہ جو مغلوں کے بعد یہاں کے مالک ہوئے ہیں اُن لوگوں کو لڑائی کے مصائب سے امن ملجاتے تھے کہ جنکے ملکوں میں ہر کون لشکروں کا گذر ہوتا تھا۔ (۱)

جبکہ اکبر اس وقت اجمیر کے مقام پر بارہ روز تک زیارت میں مصروف ہے تو یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن معاملات کا بیان کر دیں جو اس وقت بنگال و بہار میں ہو رہے تھے۔

بنگالہ اور بہار کا افغان بادشاہ جو اس وقت جب کہ مغلوں نے ممالک مغربی شمالی کو کمر فتح کیا ہے ان دونوں ممالک کی مشترکہ حکومت کا مالک تھا کچھ دنوں کے بعد اکبر کو اطاعت کا ایک عہد نامہ لکھ دیا تھا مگر وہ صرف کاغذی ہی عہد تھا اور ابھی تک کاغذ پر ہی اوس کا اعتبار چلا آتا تھا۔ اوس نے نہ تو کبھی خراج دیا تھا اور نہ کسی طرح کوئی اطاعت کی تھی۔ جب اکبر نے گجرات پر دوسرا حملہ کیا تھا اوس زمانہ میں یہ بادشاہ مگر گیا تھا۔ اور اسکے بیٹے کو جو ملک کئی وراثت کا مستحق تھا بڑی مستعدی سے امرانے قتل کر دیا تھا۔ اور یہ قاتل امیر اوسکے دربار کے فریقوں میں سے ایک فریق والے

تھے۔ مگر ان کا پلہ بڑا زبردست تھا۔ اونھوں نے بادشاہ کے چھوٹے بیٹائی داؤد خان کو تخت پر بٹھایا۔ مگر داؤد خان عیش و عشرت میں مصروف رہتا تھا۔ اس کی تخت نشینی پر ایک زبردست امیر لودی خاندان کا باغی ہو گیا۔ اور قلعہ روہتاس گڑھ صنلع شاہ آباد واقع ملک بہار میں اپنا جھنڈا کھڑا کر کے خود مختار بن بیٹھا۔ مگر فریقین میں صلح ہو گئی۔ اور اس لودی سردار نے داؤد پر بہرہ رسہ کر کے دھوکا کھایا۔ داؤد نے اسے کچھ دنوں بعد پکڑ کر قتل کر دیا۔ جہی کہ یہ خبر چوہنور کے صوبہ دار کو پہونچی جسے اکبر نے معاملات بہار پر بغور تمام خیال رکھنے کو کہدیا تھا اور حکم دیدیا تھا کہ جیسا موقع دیکھے اس کے مطابق عمل کرے فوراً پٹنہ کے حصاؤں اور شہر پر کرم ناسا کو پار ہو کر چڑھ گیا۔ جہاں کہ داؤد مغلوں سے میدان کی لڑائی میں اپنے کو ہم پلہ نہ دیکھ کر جا چپا تھا۔ یہ سب حالات اس وقت کے قریب تک کے ہیں کہ اکبر گجرات سے لوٹ کر آیا تھا۔ اکبر نے اب اس ارادہ سے کہ خود بذات خاص حملہ کرے اپنے سردار کو حکم بھیج دیا کہ جب تک ہم نہ آئیں کوئی کام مت کرو۔ بعد ازاں اس نے جلدی سے اجمیر میں ہو کر جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں اور فوج لیکر براہ دریا الہ آباد کو کوچ کر دیا پھر وہاں سے بلا توقف پانی ہی پانی بنارس کو چلا گیا۔ اور وہاں تین روز قیام کر کے پھر کشتی میں سوار ہوا اور اس مقام تک چلا گیا جہاں گو متی جاگر گنگا میں گرتی ہے۔ وہاں پر اس نے اپنے سپہ سالار کے پاس سے خبر کے آنے کا انتظار کیا اور ارادہ کیا کہ گو متی میں چوہنور کی طرف کو چڑھ جائے۔

مگر وہ جب روانہ ہو گیا تو اس کے سپہ سالار کے پاس سے ایک عرضی آئی کہ نہایت تیزی سے وہاں آنا چاہیئے۔ اس لئے اس نے ملاحون کو حکم دیا کہ وہ شاہزادوں اور بیگمات کو جو پور کی طرف لیجاؤ۔ اور خود فوراً پلٹ پڑا۔ اور وہاں آیا جہاں اس نے اپنی فوج کو چھوڑ دیا تھا اور اوں سے کہا کہ کشتیوں کے ساتھ ساتھ کنارہ کنارہ چلین اس طرح پرچو سا تک نیچے کو اور آنا ظہن کو یاد ہو گا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں اس کے باپ کو شیر شاہ سے شکست ہوئی تھی یہاں ایک عرضی اکبر کے پاس اس مضمون کی پھونچی کہ دشمن نے پٹنہ سے نکل کر حملہ کیا جس سے محاصرین کو بڑا نقصان پہونچا ہے اس لئے اکبر نے براہ پانی اور بھی جلدی کی اور ساتویں دن اپنی محاصر فوج کے پاس پہونچ گیا۔

دوسرے روز اس نے لڑائی کی تدابیر کے واسطے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اس مجلس میں اس نے اپنی رائے ظاہر کی کہ قلعہ پر حملہ کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محاصر فوج حاجی پور کو کیلے جو گنڈک اور گنگا کے ملاپ پر پٹنہ کے مقابل ایک قصبہ ہے۔ چنانچہ اسی رائے پر عمل ہوا۔ اور دوسرے روز حاجی پور ہاتھ آ گیا جس سے داؤد کو ایسا خوف غالب ہوا کہ محاصرین کی قوت اور کثرت کو دیکھ کر وہ اسی رات پٹنہ کو خالی کر کے دریائے پونپن کے پار بھاگ گیا۔ جہاں پر کہ وہ گنگا سے فتویٰ کے قریب ملتی ہے دوسری صبح کو اکبر بفتح و فیروزی شہر میں داخل ہوا۔ مگر داؤد کی گرفتاری کی فکر کے باعث وہاں صرف چار ہی گھنٹہ

قیام کیا۔ پھر وہاں فوج اپنی سپہ سالار کی ماتحتی میں چھوڑ سنایت عمدہ گھوڑوں کے
سواروں کو لیکر دشمن کے تقاب میں روانہ ہوا۔ اور دریائے پونپن کو گھوڑا تیرا کر
پار ہوا۔ اور داؤد کے آدمیوں پر جا پڑا اور ہاتی پر ہاتی دریا پوز تک اون کے پکڑتا
چلا گیا۔ جب شمار کیا تو وہاں پر اوس کے پاس دوسو پچاس ہاتی گرفتار ہو گئے
تھے۔ پھر خود دریا پور میں ٹھہر گیا اور اپنے دو معتبر افسروں کو دشمن کے پیچھے بڑھ
چلے جانے کے لئے حکم دیا۔ یہ لوگ اسی روز چودہ میل تک دبائے چلے گئے
وہاں انہیں معلوم ہوا کہ داؤد وہو کا دیکر کہہ رہی کو نکل گیا بعد ازاں وہ لوٹ آئے۔
اس پٹنہ کی فتح سے بہا کا ملک اکبر کے ہاتھ آ گیا اس لئے وہ دریا پور میں چھ
روز ٹھہرا کہ اوس صوبہ کی حکومت کا انتظام کرے اوس نے اپنے اوس سپہ سالار
کو وہاں کا صوبہ دار مقرر کر دیا جس نے لڑائی کا ڈھنگ تجویز کیا تھا۔ اور اوسے
فتح کی تکمیل کے واسطے وہاں چھوڑ کر خود جو پور کو لوٹ آیا۔ اس مقام پر وہ ۳۳ روز
مقیم رہا۔ اور اوس کی خوش انتظامی کا کامل بندوبست کر دیا اور اس غرض کی واسطے
جو پور بنارس چنار وغیرہ قرب وجوار کے محالات کو براہ راست دیوانی میں
شامل کر لیا۔ اور جو نیا ملک جنوب میں کرم ناسا کے ہاتھ آیا تھا وہاں ایک
نیا صوبہ دار مقرر کر دیا۔

جب اس انتظام سے فارغ ہو گیا۔ تو اگرہ کے ارادہ سے کانپور کو آیا۔ اور
کانپور میں چار روز ٹھہرا۔ وہاں اوسے خبر ملی کہ اوس کے بنگالہ کے سپہ سالار

نے منگیر۔ بہاگلپور۔ گڑھی ٹانڈہ اور گنگا کے دوسرے کنارہ گورنمنٹ ملک جو
ہندوؤں کے عہد میں مشہور و معروف بنگالہ کا قدیمی دارالسلطنت تھا لے لیا ہے
اور آگے بڑھنے کی تیاری کر رہا ہے۔ یہ بھی لکھنا مناسب ہے کہ اوسنے اس ارادہ
میں نہایت جان بازی اور جانفشانی کی تھی۔ اور داؤد کے پیچھے نہایت بے دردی
سے پڑ گیا تھا۔ اور اوسے باجمورے کے مقام پر شکست دیکر آخر کو ایسا مجبور
کر دیا تھا کہ ملک میں اوسنے اطاعت اختیار کر لی۔ جب یہ بادشاہ مطیع ہو گیا
تو بنگالہ کی فتح کامل ہو گئی۔

کانپور میں اس خوشخبری کے سچو پختے سے اکبر نہایت خوش ہوا اور بنگالہ
کی لشکر کشی کا حقیقت خاتمہ سمجھ کر وہ دہلی کو چل دیا۔ اور کچھ دنوں وہاں سیر و شکار
میں مشغول رہ کر اجمیر کا ایک اور سفر کیا۔ اور راستہ میں شکار کھیلتا چلا گیا۔
نارنول میں صوبہ داران پنجاب اور گجرات اگر خدمت میں حاضر ہوئے اونکے
بیان سے اوسے معلوم ہوا کہ ہر جگہ اوس کی حکومت مخلوق کے ولوں میں گھر
کرتی جاتی ہے۔ جب ان امر سے بات چیت کر چکا تو اجمیر کو آگے روانہ ہوا۔ اور
خواجہ صاحب کی زیارت سے مشرف حاصل کیا۔ جو دہپور کے جنگلوں میں ایک
چھوٹے سے سردار نے سرکشی کی تھی اوسے فز و کرایا۔ اور پھر اپنے مرغوب خاطر
مسکن فتحپور سیکری کو لوٹ آیا۔

اوسنے اپنے سفروں میں اس بات کو خیال کیا تھا کہ جس ملک میں اوس کا

گزر ہوتا وہاں زمین کا ایک بہت بڑا حصہ غیر مزرعوں پر غلط رہا تھا۔ اس کی وجہ تو یہ تھی کہ زمین خراب اور قابل زراعت نہ تھی۔ اور نہ یہ تھی کہ مزارعین کاشتکاری نہ کرنا چاہتے تھے۔ جب اس معاملہ کی خوب چھان بین کی گئی تو اکبر کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ یہ سب انتظام کی خرابی ہے۔ کیونکہ زمین کا محصول اس قدر زیادہ تھا کہ جس سے غریب آدمی کو کاشتکاری کرنا گویا ممنوع ہو گیا تھا۔ اوسے خیال کیا کہ اگر اس کا کچھ علاج کیا جائے تو یہ خرابی رفع ہو سکتی ہے اور یہ سوچا کہ پہلے سال کا محصول ہر کار اور مزارع کے درمیان علی التساوی تقسیم کر دینا چاہیے پھر اس مسئلہ کی خوب جانچ پرتال کی گئی۔ اور کتنے ہی پرگنات کا جو ضلعوں کے حصہ ہوا کرتے تھے اوس نے امتحان کرایا۔ اور ان پرگنات کو جن میں سے ہر ایک میں اس قدر زمین ہوتی تھی کہ جس سے زراعت کرنے پر ایک کروڑ تنگہ وصول ہوتی تھی الگ الگ کر دیا۔ اور ایک ایسا نذر اور ہوشیار عمدہ دار کو جسے کردری کہتے تھے ان میں سے ہر ایک پر مقرر کیا۔ دیوانی منصوبوں اور محاسبوں کو حکم تھا کہ وہ ان عمدہ داروں کا بندوبست کریں اور انھیں اپنے اپنے اضلاع پر بھیجیں۔ اور وہ اپنے اپنے مقام پر جا کر ہوشیاری اور توجہ کے ساتھ غیر مزرعوں میں تین سال کے اندر پیداواری کے قابل بنادیں۔ اور ہر کاری محاصل کو وصول کرتے رہیں اس تجویز کی تعمیل کی گئی۔ اور جس مقصد کے لئے یہ تجویز کی گئی تھی وہ اوس سے پورا پورا حاصل ہو گیا۔

اس طرح پراکبر کے جلوس کا انیوان سال اس روز افزون سلطنت کی واسطے
 نہایت جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ گذرا۔ بنگال اور بہار کے دونوں
 صوبہ مالک مغربی و شمالی وسط ہند اور مغربی ہند کے ساتھ مل گئے تھے۔ اور عملاً
 بندھیا چل پہاڑ کے شمال میں تمام ہندوستان ہمایون کے بیٹے کی حکومت میں
 داخل ہو گیا تھا۔ اس زمانہ میں تمام ملک سرسبز اور خوشحال ہو رہا تھا۔ صرف مغربی
 ہند میں وبادور ایک خوفناک قحط پڑ گیا تھا۔ جس سے مخلوق پر بڑی مصیبت اُپڑی تو
 غلہ کی قیمت اس قدر گر کر ہو گئی تھی کہ جسے سکر قصہ کھانی کا سا خیال ہوتا ہے۔ گھوڑے
 اور گائے بیل درخون کے چہال کھا کر جیتے تھے۔ اس قحط اور وبا کی مصیبت
 برابر چھ مہینے تک قائم رہی۔ پھر مخلوق کو اس سے امن مل گیا۔

۱۵۵۰ء کے شروع میں داؤد کا تعاقب کیا گیا اور اڑیسہ کا ملک فتح ہوا۔
 میں نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ کیسے اس افغان بادشاہ کو باجھورے کے مقام پر
 جو گمل ماری اور جالیسر کے راستہ کے وسط میں ہے شکست ہوئی تھی اور پھر کیسے
 اس کا تعاقب کیا گیا اور کنگاں میں محصور ہونے پر اس نے اطاعت کرنی تھی۔ اسی
 جو اوس سے عہد نامہ ہوا تھا اوس میں یہ قرار پایا تھا کہ داؤد اور اڑیسہ پراکبر کے نام سے
 اور اوس کے صوبہ دار کے طور پر حکومت کرے۔ مگر داؤد نے اس اقرار کو پورا نہیں
 کیا جو اس نے اس وقت کیا تھا۔ اوس نے موقع ملے ہی بغاوت اختیار کر لی۔ اور
 دو سال بعد ایک بڑی لڑائی میں مغلوں کے سردار کے ہاتھ سے اسے شکست

ہوئی۔ اور وہ قید ہو گیا۔ اور عین لڑائی کے میدان میں اس عمد شکنی کی وجہ سے
اوس کا سر بدن سے کاٹ ڈالا گیا۔ پھر بھی کچھ عرصہ بعد تک بنگالہ اور اوڈیسہ میں
مغلیہ حکومت کے متغلبوں کو بہت ہوشیاری اور نہایت مستندی سے کام کرنا پڑا۔
اسی سال میں بادشاہ نے ایک اور بڑا کام کیا۔ فتحپور سیکری میں اوسنے
علما اور دانشمند اور بڑے بڑے لیاقت والوں کی نشست کے واسطے
ایک عبادت خانہ یا دیوانخانہ تعمیر کرایا۔ اس عمارت میں چار بڑے بڑے دالان تھے۔
مغربی دالان سیدوں کی نشست کے واسطے جنوبی علما کے لئے تھا جنہوں نے
تحصیل علوم و فنون میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ شمالی میں وہ لوگ آکر بیٹھتے تھے جو
اپنی دانائی اور مقبولیت ربانی کے لحاظ سے ہرگز مانے جاتے تھے۔ اور مشرقی دالان
اون امیروں اور عمدہ داران سلطنت کے لئے تھا جو ان طبقات ثلثہ میں سے
کسی قسم کا مذاق رکھتے تھے۔ جب یہ عمارت بن کر مکمل ہو گئی تو بادشاہ نے اپنی عادت
یہ ڈال لی۔ کہ ہر جمعہ کی رات کو اور نیز اون راتوں میں جو متبرک سمجھی جاتی ہیں۔ ان
دالانوں کے بیٹھنے والوں کے ساتھ آکر بیٹھتا۔ اور اون سے باتیں کر کے ادھر ادھر
کمر دن میں پھرتا۔ یہ کچھ قاعدہ سا ہو گیا تھا کہ ہر ایک دالان کے لوگ اپنے بیچ میں سے
کسی کو جسے وہ بادشاہ کی توجہ اور انعام و اکرام کے لالچی سمجھتے تھے بادشاہ کے
رو برو پیش کیا کرتے تھے۔ اس وقت مخلوق کو بادشاہ سے انعام و اکرام کے ملنے کا
ہمیشہ موقع ملتا تھا اور کبھی ہی شاید ایسا ہوتا تھا کہ ان مہمانوں میں سے کوئی بلا انعام

داکرام خالی جانا ہو۔ آئندہ سال میں کوئی بڑی بات واقع نہیں ہوئی مگر ^{۱۳۸۵} شہزادہ اود نے جس کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں اور لیسیہ میں بغاوت برپا کی۔ اور برابر اخیر تک لشکر کشی خوب جوش و خروش سے جاری رہی مگر داؤد اور اس کے چچا کے مرجانے سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔

^{۱۳۸۵} اسی سال اسی طرح راجپوتانہ میں بھی فساد رہا۔ اس راجپوتانہ کے ملک میں جس قدر راجہ تھے اون میں سے صرف ایک رانائے میواڑ نے اکبر کو بیٹی دیکر رشتہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ اسکو یقین تھا کہ میں دیوتاؤں کی اولاد میں ہوں اور اس سبب سے اس رشتہ مندی سے میری بڑی ذلت ہے اور باوجود اسکے کہ اسکو اپنی جان کی لینے کے دینے پڑ گئے۔ مگر پھر بھی اس نے اس سے انکار ہی کیا۔ اور اگرچہ اس نے دیکھا کہ راجپوت راجہ دالی جود ہپور جسے وہ نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اس رشتہ کے کرنے سے بڑا دولت مند ہو گیا تھا۔ اور اسے چار ضلع جس سے بڑی یافت ہوتی تھی مل گئے تھے۔ مگر پھر بھی اس نے نہ مانا۔ اور اپنے انکار پر اصرار کئے گیا اور اکبر کا مقابلہ کرتا رہا۔ رانا اودے سنگھ سے ^{۱۳۸۷} شہزادہ میں اسکی دارالسلطنت چھن گئی تھی۔ اور اسے راج پٹیلی کے جنگل میں بھاگنا پڑا تھا اور پھر وہ ^{۱۳۸۷} شہزادہ میں مر گیا تھا۔

اسکے بیٹے پر تاب سنگھ میں بھی وہ ہی باپ کی سی ڈھٹائی اور ضد مزاجی میں موجود تھی اور اپنے دادا مشہور و معروف رانا ساگکا کے اچھے اچھے اوصاف

ہی اوس میں تھے باوجود اس کے کہ نہ تو اوسکا دار السلطنت پر قبضہ ہوا اور
 نہ اوس کی کوئی مقول آمدنی تھی اور نہ اوس کے رشتہ داروں اور ہم قوموں میں اوس کے
 خاندان کی تباہی کے باعث ہمت ہی باقی رہی تھی تاہم مسلمان بادشاہ سے رشتہ داری
 کرنے کے انکار میں وہ اوسکا ساتھ دے جاتے تھے۔ اسلئے پرتاب سنگھ نے
 مکلیہ میں اردلی پہاڑ کے اوپر اپنے ڈیرے بجائے اور ملک کو ایک نئے ہنگامہ آرائی
 کے لئے مستعد کیا معلوم ہوتا ہے کہ اوس کی اس تجویز کی خبر اکبر کے کانوں تک بھی
 اوسوقت پہونچ گئی تھی جب کہ وہ اپنے سالانہ زیارت کے واسطے شہرہ وہ، ممین
 اجیر کو جارہا تھا۔ اسلئے اوس نے اپنے نہایت معتبر سپہ سالار مان سنگھ جے پور
 والی کو جو راجپوتوں میں سے ہی تھا اور جسے آپ جانتے ہیں کہ اکبر کے ساتھ ساتھ
 گجرات میں لڑا تھا پانچ ہزار آدمیوں سے اوس کے دفعیہ کو بھیجا یہ دو نو فریق ہلدی گھاٹ
 کے مقام پر جسے گوگندہ بھی کہتے ہیں دو تہہ شہرہ میں ایک دوسرے کے مقابل
 ہوئے اور لڑائی میں رانا کو کامل شکست ہو گئی۔ اور شکرستے کے بعد وہ ہماگ کراولی
 کے پہاڑوں میں چلا گیا۔ اکبر نے یہ سوچ کر کہ اوس سے تمام وسائل بغاوت سے محروم کر دیا
 جائے پہاڑوں میں بھی اوس کے پیچھے فوج بھیجی۔ اور اوسے ہدایت کی کہ جہاں تک
 وہ چاہے ملک کو سچراغ کر دیں۔ اور اکبر خود بھی میواڑ میں گیا اور وہاں کے طرز نظام
 کا بندوبست کر دیا۔ پھر وہاں سے مالوہ میں آگے گیا۔ اور اپنی مغربی سرحد پر قیام
 کر کے اون ملکوں کا انتظام کیا جو شہر ہما پور کے متعلق تھے۔ اور گجرات کے انتظام

میں بھی اصلاصین کین۔ ان امورات میں اسے دو سال ۱۵۷۷ء و ۱۵۷۸ء کے
اسکے بعد وہ پنجاب کو چلا گیا۔

جب وہ پنجاب کو جا رہا تھا تو ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو ان لوگوں کے لئے بڑا
دلچسپ ہے۔ جنکے ہاتھ میں آجکل ہندوستان کی حکمرانی ہے۔ جب وہ دہلی پہنچا اور اس
بھی کچھ آگے نکل گیا۔ تو اسکے پاس ایک حاجی آیا جو یورپ کو بھیجی ہوا آیا تھا۔ اور بادشاہ کے
ملاحظہ کے واسطے اسے بڑی نفیس نفیس اور اچھی سافٹ کی چیزیں پیش کیں۔
اس قدر بیان جو میں نے لکھا ہے مورخ اس سے زیادہ کچھ اس باب میں اور نہیں لکھتا
اب ہم کو یہ اپنے ذہن سے تجویز کر لینا چاہئے کہ یورپ کا وہ ملک کونسا تھا جہاں سے
یہ چیزیں آئی تھیں اور ان سے یہاں کے لوگوں کے دل میں کیسا خیال پیدا ہوا ہوگا۔
اکبر کچھ تھوڑے ہی دن پنجاب میں ٹھہرا۔ اور پھر دہلی کو لوٹ آیا۔ بعد ازاں معمولی
سالانہ زیارت کے لئے اجمیر کو گیا۔ اور وہاں صرف ایک شب ٹھہر کر صرف نو آدمیوں کے
ساتھ سو میل روزانہ چل کر فقپور سیکری میں تیسرے روز شام کو داخل ہو گیا۔

اس سے دوسرا سال اس واسطے قابل یاد ہے کہ اس سال میں سلطنت اپنے
کمال عروج کو پہنچ گئی تھی۔ صرف بنگال میں امن چین ہی نہ تھا بلکہ بادشاہی خزانہ
میں وہاں سے بہت کچھ روپیہ پیسا بھی آتا تھا والی میوار کا بھی تاک بادشاہی فوج
تغاقب کر رہی تھی اسکے سواے ہندوستان کے کسی حصہ میں ہتھیاروں کی آواز
بھی کان تک نہ آتی تھی۔

ان سفروں میں اکبر نے اس بات پر بھی توجہ کی۔ کہ راہداری کا محصول اوس وقت تک لینے کے قابل تھا جب تک کہ ہندوستان کی اپنے خطوں میں جدا جدا ایک دوسرے کے مخالف حکام حکومت کرتے تھے۔ اب جب کہ کتنے ہی صوبے ایک ہی بادشاہ کے حکمران میں شامل ہو گئے ہیں تو بجز اسکے کہ اون میں فرق اور بیگانگی کو بڑھاوے اوس سے اور کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اس لئے شروع ۱۵۵۷ء میں اوس نے تمغایہ یعنی محصول راہداری کو اپنی تمام قلمرو سے موقوف کر دیا۔ اور اسی فرمان کی رو سے جزیہ بھی موقوف کر دیا گیا۔ جسے ہندوستان میں افغان بادشاہوں نے اوس رعایا پر فی کس لگایا تھا جس کا مسلمانوں کے سوا اور کوئی مذہب تھا۔ یہ اکبر کا خیال نہایت ہی عمدہ تھا کہ ہر شخص کے خیالات بالکل آزاد ہونا چاہئیں اور ہر ایک شخص اپنے دستور کے موافق حسب طرح اوس کا دل چاہے پرستش اور عبادت کرے یہ اوس کا اصول اوس کے مکتے دم تک اسی طرح قائم و دائم رہا بلکہ اسوجہ سے کہ اکبر کی ملکی آمدنی کا انتظام دوسرے طرز کا تھا جس سے جزیہ کی ضرورت نہ رہی تھی۔ ملکی معاملات میں اس سال جو سب سے بڑا واقعہ ہوا وہ بنگالہ کے چند ناراض امیروں کی بغاوت تھی مگر چونکہ اونہوں نے بہت کچھ اتفاق کے ساتھ کارروائی نہ کی اس لیے اون کو شکست ہو گئی اور منتشر کر دیے گئے۔

دوسرے سال ۱۵۵۷ء میں اکبر خود فوج لیکر پنجاب کو چلا کہ محمد حکیم مرزا خود اوسکو بہائی نے جو کابل سے حملہ کیا ہے اوسے جا کر روکے جو قوت اکبر پانی پت میں پہنچا ہے تو اوس سے پیشتر ہی اوس کا باغی بہائی لاہور کے قریب پھونچ گیا تھا۔ مگر اکبر

کے کوچ سے اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کے حملہ میں کامیابی نہ ہوگی۔ اس لئے وہ لاہور سے واپس ہو گیا اور کابل پر اولٹا جا پڑا۔ اکبر بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے براہ سرہند کلا نور و رہتاس روانہ ہوا۔ پھر اس جگہ سے دریا کے ٹکڑے کے پار اتر اجمان ابن شہر تک پہنچا اور دریا پار ہوتے وقت حکم کر گیا کہ وہاں ایک قلعہ تعمیر کیا جائے۔ پھر وہ پیشاور کو گیا۔ اور کابل کے لینے کے واسطے کچھ فوج اپنے پیٹے شاہزادہ مراد کی ماتحتی میں آگے روانہ کی۔ مراد ایک نوجوان آدمی تھا اور اس کا قد لمبا مگر پتلا دہلا اور رنگ سناٹا تھا۔ لیکن شراب بہت پیتا تھا جس کے اثر سے وہ اور اس کا بہائی شاہزادہ وائیل دونوں جلد مر گئے۔

یہ شاہزادہ نہایت تیزی سے گیا اور اپنے چچا کی فوج سے خرد کابل میں مقابل ہو کر اسے کامل شکست دیدی۔ اکبر بھی ملک کے ساتھ اس کے پیچھے ہی پیچھے چلا گیا۔ اور تین دن بعد اس سے کابل میں جاداخل ہوا اور وہاں تین ہفتہ ٹھہر کر اپنے چچا کا تصور معاف کر دیا۔ اور اسے کابل کی حکومت پھر عنایت کر کے براہ خیبر لاہور کو لوٹ آیا۔ اور پنجاب کی حکومت کا بندوبست کر کے دہلی ہوتا ہوا فتحپور سیکری کو چلا آیا۔ مورخ لکھتا ہے کہ کچھ عرصہ تک اسکے بعد اکبر فتحپور میں رہا۔ اور مخلوق کا عدل و انصاف کرتا رہا اور انھیں انعام و اکرام دیتا رہا۔ اور ملک کے نظم و نسق کا کام کرتا رہا۔

ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اکبر دو سو برس برابر تمام سال فتحپور میں ہی رہا۔ بغاوت کی آگ بجال میں اس وقت بھی سلگتی رہی۔ مگر اکبر کے وہاں بڑے لایق لایق افسر موجود

تھے جو اسی علی التواتر خبریں پہنچاتے رہتے تھے۔ اور وہ اوہنین پلے در پلے
ہدایتیں اور احکام بھیجتا رہتا تھا۔ ناراضی کچھ بڑی بہاری نہ تھی تاہم اوس سے پریشانی
رہتی تھی۔ اور محاصل مالگذاری کے وصول کرنے میں اوس سے بڑی دقت پڑتی
تھی۔

۵۸۴ء کے آغاز میں بھی اکبر فتحپور سیکری میں تھا۔ اس سال کا بڑا واقعہ یہ ہو
کہ بنگالہ کی بغاوت فرو ہو گئی۔ اور گجرات میں بغاوت برپا ہوئی اور فرو کی گئی۔ سیکرگڑھ
اور برہانپور کے حاکم نے بغاوت اختیار کی۔ دکن میں ہنگامہ اور فساد ہوئے۔ اور
اکبر کا بہائی مر گیا جو کابل میں حاکم تھا۔ برہانپور کی سرکشی کو رفع کیا گیا اور کابل میں ایک
حاکم جدید مقرر کیا گیا۔ جب سال ختم ہوا ہے تو ملک میں ہر طرف امن چین نظر آتا تھا۔
اکبر کے جتنے باجگزار سردار دوست تھے ان میں راجہ بھگو انداس جے پور
کا راجہ اوس کا بڑا پکا دوست تھا جسے صرف اپنی آپ فوج میں بڑے بڑے
کارمائے نمایاں کئے تھے۔ بلکہ اوس کا ہیبتجا مان سنگھ شاہی فوج کا ایک بڑا فسر
تھا۔ اس زمانہ میں جو بوقت کا اب ہم بیان کریں گے۔ یہ راجپوت راجا پنجاب کا صوبہ دار
تھا اکبر نے اس کے خاندان کی ایک لڑکی اپنے بیٹے شاہزادہ سلیم کی شادی کے
لیے فتحپور کی تھی جو بعد کو جہانگیر کے لقب سے بادشاہ ہوا تھا۔ یہ شادی فتحپور سیکری
چین بڑی دھوم دھام اور نہایت خوشی کے ساتھ ہوئی تھی اس عہد تک راجپوت
سردار مسلمان سرداروں کے ساتھ ازدواجی کے رشتہ کو نہایت حقارت کی نگاہ سے

دیکھتے تھے۔ مگر اکبر کی یہ تمنا تھی کہ وہ سب کو ملاوے۔ وہ اس بڑے اصول پر عمل کرنا چاہتا تھا کہ قوم اور مذہب کے فرق سے انسان میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا اس پر عمل کرنے کے لئے اسے بڑی بڑی مزاہمتوں پر غلبہ حاصل کرنا ضرور تھا خاص کر راجپوت راجاؤں کے انکار کا توڑنا بڑا ہی مشکل تھا یہاں تک کہ وہ اخیر دم تک رانا سے میواڑ کی صند پر کسید طرح غالب نہ آسکا۔

دوسرے راجا تو بہت کچھ پھیلے اور نرم تھے اونھوں نے جان لیا تھا کہ اکبر ایسے نئے نئے قواعد جاری کرتا ہے جنہیں ہندوستان میں پہلے کسی نے سنا ہی نہ تھا اوسکے بھائیوں میں لیاقت لیاقت ہی ہے گو وہ کسی ہندو راجا میں ہو یا کسی ازبک مسلمان میں ہو۔ قوم اور ملت کسی ذی لیاقت کے لئے نہ بڑے درجہ کی ملازمت کے ملنے سے اوسے روکتی تھی اور نہ اوس کی عزت و ابرو کے مانع ہوتی تھی اس لئے بھگواند اس مان سنگھ۔ ٹوڈرل وغیرہ مزاج کے لوگوں نے جان لیا تھا کہ اس مسلمان بادشاہ کی ماتحتی میں اونھیں اوس سے زیادہ اور کثرت سے فوائد حاصل ہیں جو اونھیں اپنے بزرگوں کی ریاستوں پر خود مختارانہ حکومت کرنے سے حاصل ہوتے۔ وہ بادشاہی صوبوں پر حکمرانی کرتے اور شاہی فوجوں پر اون کی حکومت چلتی تھی۔ وہ بادشاہ کے سنایت مخفی سے مخفی دن منورون میں شریک ہوتے تھے کہ جن سے بڑا مقصود یہ تھا کہ تمام پچھلے بیگانگی اور تعصبوں کو نیا نیا کر دیا جائے اور اون ریاستوں اور ملکوں کے سرداروں کی اصلی طاقت کو کم کرنے کیا جائے اور نہ کسی کے درجہ اور عزت میں کوئی

خلل آنے پائے جو اوس کی ایسی تجویزوں میں شرکت اور پیروی کرتے تھے کہ جن سے وہ صوبے جواب تک بیگانہ اور ایک دوسرے کے دشمن چلے آتے تھے مگر ایک بڑے بادشاہ کے قلمرو میں شامل ہو جائیں۔

اکبر نے اس مقصد کے حصول کے واسطے جو تجویزین سوچی تھیں ان میں سے ایک یہ تجویز بھی تھی کہ وہ ہندو راجاؤں کی بیٹیوں سے اپنے اور اپنے خاندان کے لڑکوں کی شادی کیا کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ازدواج سے بڑھ کر کوئی چیز مساوات پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور راجپوت راجہ بھی اس بات کو جان گئے تھے

کہ وارثان تخت اور نیز بالکان سلطنت سے ان کا رشتہ ہونا اکثر اس بات کے لئے کامل اطمینان کا باعث ہوتا ہے کہ ان کی عزت اور شان و شوکت میں فرق نہ آئے گا۔ جب وہ ہندوستان کی اوس حالت کو خیال کرتے جو اوس کی حکومت سے پہلے تھی اور سوچتے کہ مسلمانوں کے پچھلے پانچ سو برس کے فتوحات کے باعث اتحاد و اتفاق کے بجائے ملک میں کیسے لڑائی جھگڑا پھیل گئے ہیں اور یہ شخص جو لڑکپن اور ناتجربہ کاری اور امورات سلطنت کے ناواقفی کے زمانہ میں ہمارے یہاں آیا ہے اور ملک میں امن اور انتظام اور اچھی حکومت قائم کر دی ہے اور جس ملک کو فتح کیا وہ مذہبی آزادی اور عدل و انصاف پھیلاتا ہے اور اوس ملک کو فتح کرتا ہے جہاں یہ اصول وہ جاری کرتا ہے اوس کے نزدیک قوم اور مذہب کے فرق سے انسانوں میں کوئی امتیاز نہیں ہے تو چونکہ وہ لوگ خدا کے اوتاروں کا اعتقاد رکھتے تھے

اومخون نے اکبر کے چال چلن کو دیکھ کر اس سے سمجھا ہو گا کہ وہ معمولی انسانوں سے ضرور کچھ بڑھ کر ہے اور اس میں الوہیت اور کرمی کی ایک شان پائی جاتی ہے۔

اوسنے مذہبی آزادی ایسی دے رکھی تھی اور اعتبار اپنا ایسا قابل اطمینان پیدا کر لیا تھا اور اپنے اصول ایسے وسیع اور فیاضانہ ترجم آمیز مقرر کئے تھے کہ باوجود مخالفت نسل و تعصبات مذہبی و متفرع معاملات باہمی کے یہاں کبھی باشندے اس کے گرویدہ ہو گئے۔ اور جب اس گرویدگی کے عوض میں اکبر نے ان سے اس قدر قیمتی تعصب کے ترک کرنے کو کہا جو اس اصول عظیم کا برہمن اور مخالف تھا جسے اومخون نے نظام جدیدہ کا بنیادی پتھر تسلیم کر لیا تھا اور سمجھایا کہ اس صند اور خود نمائی کو چھوڑ دو جس کے باعث سے وہ تمام مخلوق کو ہندو نہ ہونے کے باعث ناپاک اور نجس سمجھتے تھے تو صرف ایک مشہور آدمی کے سوا سب نے اس کے کھنکھانے کو مان لیا۔ اومخون نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ اس قسم کے اصول کا اجرا روکنے کے لائق نہیں ہے۔ اور اس کا بھی یقین کر لیا کہ وہ اپنے عقاید میں سے اس متعصبانہ خیال کو عملی طور پر اگر چھوڑ دین کہ جس سے غیر قوم والوں کے ساتھ ازدواج کی ممانعت ہو رہی ہے تو اس سے اس نظام کو بڑی تقویت ہوگی جس سے اس کے ملک میں سرسبزی اور امن چین پھیل رہا ہے اور ان کی عزت و حرمت میں ترقی ہو رہی ہے۔

اکبر کے جلوس کے اکتیسویں سال اس کے پاس خبر آئی کہ اس کا بھائی کابل میں مر گیا۔ اور بدخشان کے سرحدی صوبہ میں اذکون نے تاخت و تاراج کی ہے اور کابل

پر بھی اون کا حملہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ چونکہ یہ معاملہ بڑا بہاری تھا اور ایسی حالت
 ہو رہی تھی کہ وہاں اوسنے اپنا خود جانا نہایت ضروری سمجھا۔ اسلئے فوج لیکر وسط ماہ
 نومبر میں پنجاب کو روانہ ہوا۔ اور ستلج کے پاس دوسرے مہینے کے اخیر میں
 پہنچ گیا۔ اور وہاں سے سید مارا دلپنڈی کو کوچ کر دیا۔ جب وہاں یہ معلوم ہوا کہ کابل
 کے معاملات کی صورت حسب دلخواہ ہوتی نظر آتی ہے تو وہ اپنے جدید قلعہ انک
 کو چلا گیا اور وہاں سے ایک فوج راجہ بھگوانداس کی ماتحتی میں کشمیر کو بھیجی۔ اور ایک
 بلوچیوں کے تناقب میں روانہ کی۔ اور تیسری سوات والوں کی تنبیہ پر معین کی۔
 ان تینوں فوجوں میں سے سوات کی فوج کو بڑی مصیبت پیش آئی۔ یوسف زیموں
 نے زمنغون کے اس اول حملہ والوں کو ہی فقط ہکا دیا بلکہ جب اکبر نے اپنے بڑے
 پیارے رفیق راجہ بیربل کی ماتحتی میں اپنی فوج کو مدد بھی بھیجی تب بھی دشمنوں نے
 منغولوں کو ہزیمت دی اور انکے آٹھ ہزار آدمی مار ڈالے اور راجہ بیربل کو بھی عدم کو
 حضرت کیا۔ منغولوں کو عمر بھر ایسی کبھی شکست نہیں ہوئی تھی۔ اسکے تدارک کے واسطے
 اکبر نے اپنے سب سے نامی گرامی سپہ سالار راجہ ٹوڈرمل کو بھیجا۔ اور راجہ مان سنگھ
 جے پور والے کو بھی اوس کی تائید کے لئے ساتھ کیا۔ ان سپہ سالاروں نے بڑی
 احتیاط اور ہوشیاری سے کارروائی کی اور بارے بنا بنا کر آگے کو بڑھے اور آخر
 کو وادی خیبر میں ان قوموں کو کامل شکست دیدی۔

جو فوج کہ کشمیر کو بھیجی گئی تھی اوسے اسی زمانہ میں یہاں کے بڑے کسی قدر زیادہ

کامیابی ہوئی تھی۔ اوسکے افسر وادی شلیاس تک پہنچ گئے تھے۔ گروہان اودھنوں
 دیکھا تھا کہ اوس وادی کو وہان کے مسلمان بادشاہ نے بند کر رکھا ہے۔ کچھ روز تو وہ
 وہان رسد کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔ مگر بارش اور برف نے اودھنیں آلیا۔ اور قبل
 اس سے کہ وہ کسی جانب کو حرکت کر سکیں۔ یہ خبر آئی کہ بادشاہی فوج کو یوسف زینوں
 نے شکست دی ہے۔ اس سے ان میں جو کچھ ہمت باقی تھی وہ بھی جاتی رہی۔ اور
 اودھنوں نے کشمیر کے حاکم سے برائے نام فرار جگہ اوس کے وعدہ پر صلح کر لی۔ اور
 اکبر کے پاس کو لوٹ آئے۔ بادشاہ نے جب دیکھا کہ اودھنوں نے دل جا کر کشمیر میں
 کیا تو اودن سے بڑا ناراض ہوا اور اودھنیں دریا میں آنے سے منع کر دیا۔ مگر اکبر کے
 دل میں بچ کچھ بہت دنوں نہیں رہا کرتا تھا۔ اوسے اودھنیں جلد معاف کر دیا۔

تیسری فوج جو بلوچیوں پر گئی تھی اوسے پہلے ہی مرتبہ کامیابی ہو گئی۔ اس بہادر
 سپاہی قوم نے مغلوں کے بادشاہ کی اطاعت بغیر مقابلہ کے قبول کر لی۔ جب بھی
 تو ڈرمل اور مان سنگھ کی کوششوں سے خیبر کی گھاٹی کا راستہ کھل گیا تو اکبر
 نے مان سنگھ کو جو جے پور کے راجہ کا بیٹھا اور وہان کے راج کا وارث تھا کابل
 کا صوبہ دار کر دیا۔ اور اوسے کافی فوج دیکر وہان کو روانہ کیا اور یوسف زینوں کے
 ملک میں اس کے بھائے اور فوج بہیمبدی اور پیشاور پر مضبوطی سے قبضہ کر لیا۔
 بعد ازاں اکبر خود لاہور کو لوٹ آیا۔ وہان سے پھر اوسے اور فوج کشمیر پر روانہ کی۔
 جب یہ فوج گھاٹیوں کے قریب پہنچی تو اسی زمانہ میں یعنی تھیم گرتا شاہ عین کچھ

لوگوں نے وہاں کے خاص بادشاہ کے برخلاف سری نگر میں بغاوت کی اس سبب سے
 شاہی فوج کو اس ملک میں داخل ہونے اور فتح کرنے میں کوئی بڑی دقت پیش
 نہیں آئی۔ اور اس طرح پر یہ ملک بھی مغلیہ حکومت میں داخل ہو گیا۔ اور اکبر کے بیٹے
 کے عہد میں ہندوستان کے مغلیہ بادشاہوں کا بھی مقام ایام گرامین مکن قرار پایا۔ یہ
 بھی ذکر کرنا یہاں مناسب ہے کہ جہر و تنک پھو پنخنے کے لئے جو خیر کی گھاٹی کے وہاں
 پر واقع ہے مان سنگھ کو ان پہاڑی قوموں سے ایک اور لڑائی لڑ کر فتح حاصل کرنا۔
 پڑی تھی۔ اس کے بعد وہ کابل پھوپنا اور وہاں بڑے استحکام کے ساتھ ملک کا
 انتظام کیا۔ مگر کابل والوں اور نیز پورنی اقوام کے سرداروں نے اکبر سے اس امر کی
 شکایت کی کہ راجپوت راجہ کی حکومت اونچین گوارا نہیں معلوم ہوتی جس سے اکبر نے
 مان سنگھ کو بنگالہ کی صوبہ داری پر بھیجا دیا۔ اور کابل میں مسلمان صوبہ دار مقرر کر دیا۔ اور
 وجہ اس کی یہ تھی کہ بنگالہ میں بھی ایک نبردست حاکم کی ضرورت ہو رہی تھی۔ بعد ازاں
 اسی وقت اس نے کابل کے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

۱۵۵۷ء میں سب سے پہلے اس نے سندھ پر قبضہ کیا۔ پھر دوسرے سال کے موسم
 بہار میں کشمیر کو گیا۔ جب بہار پھوپنا تو اس نے بیگمات حرم کو شاہزادہ مراد کے ساتھ ملان
 چھوڑ دیا۔ اور خود سری نگر کو سوار ہو گیا۔ اور موسم برسات کے شروع ہونے تک
 گردنواح کی سیر میں مصروف رہا۔ پھر ستورات کو رہتاس کو روانہ کر دیا۔ جب وہ کابل
 کو روانہ ہوا تو بیگمات اس سے اسکے بعد اہم کے مقام پر ملین۔ کابل کے راستہ کی گھاٹیاں

سب صاف تھیں جو کوہستانی قوموں کی عزامت تھی وہ سب رفع ہو گئی تھی۔ اسلئے اکبر
 دریائے سندھ سے انکے پاس سے گذرا اور وہاں سے آبسائی تمام کابل کو چلا گیا۔
 اور وہاں دو مہینے بکرباغات اور قابل دید مقامات کی سیہ کرتا رہا۔ تمام امیر و عزیز
 اوس کے پاس آتے اور فائدہ اٹھاتے تھے۔ وہ ابھی کابل میں ہی تھا۔ کہ ۱۰ اربونہر
 ۵۹۹ء کو راجہ توڈرمل کے مرنے کی اوسے خبر پھونچی اور اسی روز ایک اور معتبر
 ہندو دوست راجہ بھگوانداس والی جے پور بھی مر گیا اس سبب سے اکبر نے کابل گجرات
 اور جو پور کے صوبہ داروں کے نئے بندوبست کئے اور ہندوستان کو لوٹ آیا۔
 مین نے اپر ذکر کر دیا ہے کہ اوسے بنگال کی صوبہ داری کا پہلے ہی بندوبست
 کر دیا تھا۔ وہ اپنے وطن کو لوٹتے وقت شروع ۵۹۹ء میں لاہور میں بھونچا۔ اسی مقام
 پر وہ ٹھہرا ہی ہوا تھا کہ اوسے خبر ملی کہ اوسکے پیاری دایہ کے بیٹے اور اوس کے نیٹے
 مقرر کئے ہوئے گجرات کے صوبہ دار نے کاٹھیا دار اور کچھ کی ریاستوں سے لڑائی
 قائم کر دی ہے۔ ان لڑائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں صوبہ بھی بادشاہ کے ممالک
 محروسہ میں داخل ہو گئے اور جس افغان نسل کے بادشاہ نے مغربی ہند میں ان تمام
 ہنگاموں کو برپا کیا تھا وہ خود کشی کر کے مر گیا۔ بادشاہ نے لاہور کے قیام سے یہ فائدہ
 اٹھایا کہ سندھ کے معاملات کی صورت جو اس وقت کچھ خراب سے نظر آتی تھی اوسکے
 نسبت احکامات جاری کر دے کہ کامل انتظام دہان کا کر دیا جائے۔ اس ملک کی نسبت
 جو پہلے سے خیال تھا اوسکے برخلاف یہاں کی کامل فتح میں بہت زیادہ مشکلات کا

سامنا پڑا اور وہاں بڑی بہاری ملکب روانہ کرنے کی ضرورت عاید ہوئی اور حسبِ دلخواہ
نتیجہ حاصل کرنے کے لئے بڑے استقلال اور احتیاط سے کام لینا پڑا۔ اور اس
جگہ کی لشکر کشی سین پورے دو سال صرف ہوئے اسی زمانہ میں کشمیر میں بغاوت
پیدا ہو گئی تھی۔

بادشاہانِ دونوں ملوک میں لاہور میں ہی رہا۔ اور جب ہی کہ اوسے سنہ ۱۱۰۰ء
کا انتظام حسبِ دلخواہ ہو گیا تو اکبر خود بھی دریا سے چناب کے کنارہ سے جہان
وہ نکار کھیلنے کے لئے نکلیا تھا اور اپنی بڑی فوج کو بہمبر کی طرف پہلے ہی بھیج چکا تھا۔
اور موقع کا انتظار کر رہا تھا اپنی فوج سے مل جانے کے واسطے روانہ ہوا راستہ میں
اوسے خبر ملی کہ ہوصفت سخت مزاحمت کے اوسکے ہر اول نے ایک گھائی کے راستہ
کو کھول لیا ہے۔ اس واقعہ سے لڑائی کا فیصلہ ہو گیا کیونکہ باغی سپہ دار کے سپاہی اوسکے
کاموں سے ناراض ہو کر رابعہ کے وقت اوس پر پھیل پڑے اور اوسے مار ڈالا اور
سہ کا ٹکر اکبر کے پاس پہنچ دیا۔ اس شخص کے مرنے سے مزاحمت بال فعل موقوف ہو گئی۔
اور اکبر سری نگر میں جا کر وہاں آٹھ روز تک مقیم رہا اور وہاں کا انتظام کر کے بارگلا
کی گھائی سے روہتاس کو اور وہاں سے لاہور کو چلا آیا یہاں اوسے خبر ملی کہ راجہ
مان سنگھ صوبہ دار بنگالہ نے صوبہ آڈرلیہ کو کامل طور پر مالک محروسہ میں
شامل کر لیا ہے۔ اس راجہ نے نذرانہ کے طور پر بنگالہ سے لاہور کو ۱۲۰ ہاتی بادشاہ
کو بھیجے تھے جنہیں اوسے اوس صوبہ میں پکڑا تھا۔

بندریا چل پہاڑ کے جنوبی ملکوں کو شاہی قلمرو میں شامل کرنے کے لئے دوسرے سال کوشش کی گئی اور برابر آٹھ سال تک اوس کا سلسلہ جاری رہا اور بحیثیت مجموعی اوس میں کامیابی بھی ہوئی بڑے بڑے محاصروں کے بعد شاہی فوج نے دولت آباد کھڑا۔ ناسک۔ اسیر گڑھ۔ اور احمد نگر کے مضبوط مقامات کو لے لیا۔ اور اگرچہ وہ ملک جو احمد نگر کے متعلق تھے ۱۶۳۷ء تک کامل طور پر قبضہ میں نہیں آئے مگر جو موقع اکبر کو حاصل ہو گیا اوس سے مغلوں کو وہاں ایسا غلبہ حاصل ہوا کہ کم از کم ایک سو برس تک قائم رہا۔

یہ دکن کی لشکر کشی تین باتوں کے سبب سے بڑی مشہور ہے۔ اول تو سرداروں کی باہمی ناموافقت کی وجہ سے جو کشور کشائی کے لئے ہندوستان کے مختلف حصوں سے خود مختارانہ طور پر ملکر کام کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے جس سے یہ ضرورت پیش آئی کہ اول تو اگرہ سے اکبر نے اپنے پیارے معتمد ابو الفضل کو وہاں بھیجا۔ اور پھر خود اکبر نے اوس مقام کا سفر کیا۔ دوسرے کثرت شراب خواری کے باعث اکبر کے بیٹے شاہزادہ مراد کی موت سے جو جالنے کے مقام پر ہو گیا تھا۔ تیسرے شاہزادہ سلیم کی تحریک سے جو اکبر کے باقی اولاد میں سب سے بڑا بیٹا اور ولی عہد تھا اگرہ کو لوٹتے وقت ابو الفضل کا قتل ہوا۔

اکبر نے چودہ برس سے اپنا صدر لاہور میں مقرب کر رکھا تھا۔ مگر جب ۱۵۹۸ء میں جنوبی ہند کی حالت نے اسے مجبور کیا تو وہ دکن کو روانہ ہوا۔ اور احمد نگر اور اسیر گڑھ

کو اوسے بہ جبر و قہر لے لیا۔ بعد ازاں شاہزادہ و انبال کو خاندیس اور برار کا صوبہ دار کیا اور ابو الفضل کو احمد نگر کے علاقہ کی فتح کی تکمیل کے لئے مقرر کر کے خود موسم بہار ۱۶۰۱ء میں آگرہ کو روانہ ہو گیا۔

جس سبب سے کہ اکبر کو آگرہ میں آنا ضرور ہوا تھا وہ ایک بڑا درد انگیز معاملہ ہے شاہزادہ سلیم نے اسے اجرائی لڑکپن سے ہی بڑا پریشان کر رکھا تھا پھر جب یہ لڑکا جوان بھی ہو گیا تب بھی اس کا چل چلن ایسا ہی رہا کہ جس سے اکبر کا تفکر کچھ کم نہ ہوا۔ سلیم جو آجکل جہانگیر بادشاہ کے نام سے مشہور ہے مزاج کا سخت اور ظالم تھا۔ اور علما ہوتا ہے کہ اپنے غصہ کو ذرا بھی نہ روک سکتا تھا۔ اسے ابو الفضل سے درحقیقت اس رشک و حسد کی وجہ سے نفرت تھی کہ اس کے باپ کے نزدیک اس کی بڑی عزت و حرمت تھی۔ مگر ظاہر میں وہ کھتا تھا کہ مجھے ابو الفضل اس وجہ سے برا معلوم ہوتا تھا کہ اوسے میرے باپ کو متعصب اپنختہ مسلمانوں کے مقصبانہ (پکے) عقیدہ سے بہیم دیا ہے۔ اکبر کچھ دنوں تک تو اس امید میں رہا کہ ابو الفضل کے جنوبی ہند کے چلے جانے سے میرے بیٹے کی ناراضی رفع ہو جائیگی اور جب وہ دکن کو جانے لگا تھا تو اسے سلیم کو اپنا ولی عہد کر دیا تھا اور اجمیر کا صوبہ دار کر کے اسے روانہ کیا۔ میواڑ کی مہم پر مامور کر گیا تھا۔ جسے اس مرتبہ پھر بغاوت کی تھی۔ اکبر نے اس کی مدد کے طبع کے جانچنے کی واسطے راجہ مان سنگھ کو بھی اس کی امداد کے لئے بھیجا تھا جو اکبر کا مضامیرت کی وجہ سے رشتہ دار تھا۔

سلیم اور راجہ مان سنگھ دو میواڑ کی طرف روانہ ہو گئے تھے کہ اسی میں
 جنگالہ سے جہان کا کہ مان سنگھ صوبہ دار تھا بغاوت اٹھ کھڑی ہونے کی خبر پائی
 اسلئے مان سنگھ کو بغاوت فرو کرنے کے لئے اودھ کو فوراً جانا پڑا جب سلیم کا کوئی
 مشیر نہ رہا اور ایک بڑی فوج کی افسری اسکے آنکھوں میں نظر آئی اور باپ کو دیکھ بھا
 کہ وہ دکن میں ہے تو اس نے بادشاہی کے تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے لئے جرات
 کی۔ اور میواڑ کے جانے کا ارادہ ترک کر کے فوج لیکر آگرہ کو چل دیا۔ جب شاہی قلعہ
 کے قلعہ دار نے بادشاہ کی وفاداری کے بنا پر سلیم کو قلعہ کے اندر نہ گھسنے دیا تو وہ
 الد آباد کو چلا گیا اور اوس پر قبضہ کر کے صوبہ جات اودھ اور بہار پر دخل کر لیا۔ اور بادشاہ
 کا لقب لے لیا۔ انھیں واقعات کی خبر سنکر اکبر دکن سے چلا آیا تھا۔ اکبر نے سلیم
 کی اس حرکت کو مزاج کی خرابی سے منسوب کیا جس پر کہ سلیم کا کبھی قابو نہیں چلا کرتا تھا
 اور اس نے یہ ارادہ کیا کہ سلیم کو مجبور کرنے کے بجائے ہدایت کر کے سید ہا کر لے
 اس لئے اوس نے اسے ایک خط لکھا اور کہا کہ اگر تم منہ سپلے کی طرح اطاعت
 اختیار کر لو گے تو ہماری محبت میں کسی طرح فرق نہ آئیگا۔ اور وہ نقصانات او سے
 جتا دے جو متواتر تافروانی کے باعث او سے پہنچنا پڑے۔ جب یہ خط سلیم کے پاس
 پہنچا تو اکبر آگرہ کے قریب جا پہنچا تھا اور اس کے ساتھ جو سپاہیوں کی فوج تھی
 اگرچہ وہ تعداد میں تھوڑی تھی مگر اس کی تمام سلطنت کی فوج میں سے منتخب کی ہوئی
 تھی۔ سلیم نے تب یہ سمجھ لیا کہ اب اس کا مدد کسی طرح قائم نہیں رہ سکتا اور اگر اپنے

بات پر اصرار کیا تو ولی عہدی ہاتھ سے جاتی رہی۔ اسلئے اوسنے نہایت ادب اور انکسار کے ساتھ جواب باپ کی خدمت میں بھیج دیا۔ مگر جو مضمون اوس نے اپنی عرضی میں تحریر کیا اوس کا چال چلن اوس کے مطابق پھر بھی نہ ہوا۔ اور جب کچھ بعد میں اوسے یہ خبر ملی کہ بادشاہی فوج کا بڑا حصہ ابھی تک دکن میں ہی ہے تو وہ اٹا وہ کھلا اور راستہ میں چلتے چلتے فوج جمع کرتا ہوا۔ اوس کا مقصد یہ تھا کہ باپ کے پاس ایسی فوج لیکر حاضر ہوئے جس کا اوس پر دباؤ پڑے۔ مگر اکبر اس دھوکے میں نہ آیا۔ اوسنے اپنے بیٹے کو دو باتیں لکھ بھیجیں کہ چاہو تو تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ اگر ہو کہو چلے آؤ۔ ورنہ آگہ آباد کو لوٹ جاؤ۔

شاہزادہ سلیم نے دوسری شق کو پسند کیا۔ غالباً اوس سے یہ اقرار کیا گیا تھا کہ بگالہ اور اوڑیس کے دونوں صوبہ اوسے دیدے جائینگے۔ بھر حال اقرار کیا گیا تھا یا نہیں۔ یہ دونوں صوبہ اوسے دیدے گئے۔ اسوقت ہم اس امر کا فیصلہ تو نہیں کر سکتے کہ اکبر نے جو طرز اسوقت اختیار کیا۔ آیا وہ اس وجہ سے تھا کہ اوسنے اپنی حالت کو بیٹے سے کمزور پایا تھا یا وہ اپنے بیٹے سے لڑنا ہی نہ چاہتا تھا یا بیٹے کی محبت اوس پر تھا۔

تھی۔ غالباً ان تینوں خیالات نے ملکر اوس پر اس طرز کے اختیار کرنے کے لئے اثر کیا ہوگا کہ جس سے ایک گونہ اوس کی کمزوری کی جہلک دکھائی دیتی ہے۔ بھر حال اس کی کوئی وجہ کیوں نہ ہو۔ اکبر کو جلد معلوم ہو گیا کہ اوس کے سرکش بیٹے پر اوس کی مہربانی سے کوئی اچھا اثر مترتب نہ ہوا۔ کیونکہ سلیم نے جس کا حافظہ بہت ہی اچھا

تہا اور جس کے دل سے عداوت کبھی رفع نہیں ہوتی تھی جب دیکھا کہ ابو الفضل دکن سے واپس آ رہا ہے اور اس کے ساتھ آدمی تھوڑے ہیں تو اس نے اور چھ کے راجہ کو پھر کایا کہ راستہ میں اسے قتل کر دے۔

اکبر کو اس اپنے دوست کے مرنے سے سخت صدمہ پہنچا۔ مگر یہ بڑی خوشی کی بات ہے اسے یہ نہ معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا بھی اس جو رستم میں شریک ہے۔ اکبر نے یہی سمجھا کہ اور چھ کے راجہ ہی فقط مجھ سے اسلئے اس کے غارت کرنے کی واسطہ فوج روانہ کی۔ مگر راجہ جنگلوں کو بھاگ گیا۔ اور اپنا پورا پورا اہل و عیال دھارم دھارم کر رہا۔ یہاں تک کہ اکبر کے مرنے سے اسے اسے بھاگنے اور چھپنے کی ضرورت نہ رہی۔ پھر اکبر اور سلیم باہم رضامند ہو گئے۔ اور بادشاہ نے اپنے بڑے بیٹے کو میواڑ کا بھگامہ فرو کرنے کے واسطے روانہ کیا۔ اس فساد کی وجہ یہ تھی کہ میواڑ کا راجہ پرتاب سنگھ مغلوں کی اطاعت سے برابر انکار ہی کئے جاتا تھا۔ ہمدی گھاٹ کے مقام پر پرتاب سنگھ نے اسے شکست ہوئی۔ پھر یہ راجہ جنگلوں کو بھاگ گیا۔ اور بادشاہی لشکر بھی اس کے تعاقب میں لگا ہی چلا گیا۔ زمانہ کی گردشوں نے اس پر ایسی نحوست برپائی کہ علی التواتر اس پر مصیبتیں پڑتی رہیں اور ایک مرتبہ بھی کامیابی نہیں ہوئی جس سے اس نے ارادہ کیا کہ میواڑ چھوڑ دے اور اپنے خاندان اور معتبر رفیقوں کو ساتھ لیکر دریا سے سندھ کے کنارہ چلا جائے اور وہاں ایک اور راجہ قائم کرے۔ چنانچہ اسی خیال سے وہ چل کھڑا ہوا مگر اس کے بے نظیر ہوا خواہ وزیر نے لڑائی جاری رکھنے کے لئے ایسے وسائل

پیدا کر لئے کہ اوسنے ایک مرتبہ اور لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ اور لوٹ کر اپنے مخا لفوں کے
چند اول پر جو اپنی کامیابیوں کی وجہ سے پیچھے پڑے ہوئے تھے ۵۸۶ء میں حملہ کیا
اور تمام میواڑ قلعہ چتورا اور منڈل گدھ کے سوا سب لے لیا۔ چونکہ چتورا کا قلعہ اوس کے
قبضہ میں نہ تھا اس لئے اودے پور میں اوسنے اپنا نیا صدر قایم کیا۔ جو آخر کار اوسکا
دارالسلطنت مشہور ہو گیا۔

جب وہ ۹۷۰ء میں مراہے تو اسوقت تک بھی وہ خود مختار تھا اوسکے بعد اوسکا
بیٹا امر ناراجہ ہوا۔ جو اسوقت ۶۳۳ء میں جس کا کہ ہم بیان کر رہے ہیں بادشاہی لشکر
کے تمام کوششوں کا علاقہ میواڑ میں پورا پورا جو اٹھ رہا تھا۔

شاہزادہ سلیم کو بہت اچھا موقع تھا۔ جو فوج اوسکے پاس تھی وہ بخوبی کافی تھی۔ اگر
اوس سے محنت اور ہوشیاری کے ساتھ کام لیا جاتا تو میواڑ کی فتح کامل ہو جاتی۔ مگر اوس
شاہزادہ نے ایسے کم توجہ ہی سے کام کیا کہ اکبر نے اوسے واپس بلا لیا۔ اور اوسکی
اپنی کچھ خود مختارانہ حکومت پرالہ آباد کو بھیج دیا۔ جہاں کہ وہ زنا کاری ہی نہیں بلکہ اس
بھی زیادہ بُرے کاموں میں اپنی اوقات کو ضائع کرتا رہا۔ اور اوسنے اپنے فرائض
اور عزت کا ذرا پاس و لحاظ نہ رکھا۔ اور اپنے نہایت ہی سچے رفیق ملازموں کو قتل
کر دیا جس سے آخر کار اکبر خود الہ آباد کو اس امید سے چلا کہ اوسکے جانے سے شاید
بیٹے پر کچھ اثر پڑے۔ مگر وہ دوہی منزل چلا تھا کہ مان کی سخت بیماری کی خبر سنکر
واپس چلا آیا۔ لیکن جب یہ بات شاہزادہ سلیم کو معلوم ہوئی کہ باپ اگر وہ سے اس

غرض سے روانہ ہوا تھا تو اس کے خیالات اور اس کے افعال بدل گئے۔ چونکہ اس کا باپ اس کے پاس نہیں آسکا تھا اس لئے اس نے چاہا کہ چند آدمیوں کے ساتھ باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے چنانچہ یہاں آکر اس نے باپ کی اطاعت کی۔ مگر اپنے چال چلن کو پھر بھی نہ بدلا۔ اور یہاں پر جو اس کے اپنے بڑے بیٹے شاہزادہ خسرو سے بخشن پیش آئیں ان کا دربار میں بڑا فضیلتہ مچا۔

سچ ہے کہ بادشاہ کو اپنی اولاد کی طرف سے کوئی خوشی حاصل نہیں ہوئی اس کے دونوں بڑے بیٹے جو تو ان پیدائ ہوئے تھے بچپن میں ہی مر گئے تھے تیسرا جسے غلطی سے بڑا بیٹا کہتے ہیں شاہزادہ سلیم تھا۔ چوتھے بیٹے شاہزادہ مراد کا حال ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں۔ پانچواں بیٹا شاہزادہ دانیال بتا کہتے ہیں کہ یہ شاہزادہ قامت کا بلند اور اندام کا موزون اور صورت کا اچھا تھا گھوڑوں اور ہاتھوں کا نہایت شوقین اور ہندوستانی شعر و سخن میں بھی اس کی طبیعت موزون تھی۔ مگر اپنے بہائی مراد کی طرح شراب خواری کا عادی تھا۔ اور اس زمانہ میں وہ بھی اسی سے نوشی کے سبب سے مر گیا تھا۔ اکبر کو اس کے مرنے سے بڑا صدمہ ہوا۔ اس نے اپنے مقدور بھر ہر طرح کوشش کی تھی کہ بیٹے کی بد عادتوں میں کچھ کمی ہو جائے اور اس نے بیٹے سے وعدہ بھی لیا تھا کہ وہ شراب خواری چھوڑ دے گا۔ مگر سب بے سود ہو گیا۔ اس وقت دربار میں بادشاہ کے کئی پوتے موجود تھے ان سب میں سب سے پیارا شاہزادہ خرم تھا جو جہانگیر کے بعد شاہجہان کے لقب سے تخت نشین ہوا۔

معلوم ہوتا ہے کہ شاہزادہ دایناں کی موت اور موت کے سبب کے سننے سے اکبر
 کے دل پر بڑا ہی صدمہ پہنچا تھا۔ اس وقت وہ بیمار تھا۔ اور اس سے بہت جلد ظاہر ہو گیا
 کہ اب اس کا نتیجہ صرف زندگی کا خاتمہ ہی ہے۔ اس سے اہل دربار کو فوراً خیال پیدا
 ہو گیا کہ آئندہ کون بادشاہ ہوگا۔ اکبر کے بیٹوں میں اب صرف شاہزادہ سلیم ہی زندہ
 تھا مگر اہل آباد۔ اگر وہ وغیرہ میں اس کا چال چلن ایسا رہتا کہ جس سے اکثر لوگوں کے
 دل اس سے پھرن گئے تھے مگر امر کے نزدیک اس کے بیٹے شاہزادہ خسرو کی عزت
 و حرمت میں اب تک کوئی داغ و دھبہ نہ لگا تھا۔ سوائے اسکے شاہزادہ خسرو وجود پرور
 کی رانی کے پیٹ سے تھا۔ اور راجہ مان سنگھ اس کا نہایت قریب کا رشتہ دار
 تھا۔ جو راجپوت شاہی میں بڑے درجہ کا آدمی اور حامی السلطنت تھا۔ یہی اس
 شاہزادہ کی شادی ایک بڑے مسلمان امیر کی بیٹی سے ہوئی تھی جس کا فوج میں سب سے
 بڑا درجہ تھا اور جو غالباً خود بھی خاندان شاہی کے رشتہ داروں میں سے تھا کیونکہ وہ
 اکبر کی پیاری دایہ کا بیٹا تھا۔ غرض کہ ان دونوں بڑے بڑے امیروں نے یہ تدبیریں
 کرنا شروع کیں کہ شاہزادہ سلیم کو الگ کر دیں اور شاہزادہ خسرو کو تخت نشین کریں۔
 اس مقصد کے سر انجام دینے کے واسطے انھوں نے اگر وہ کے قلعہ کی حفاظت
 کے واسطے اپنے آدمی مقرر کر دیے جہاں اکبر بیمار پڑا ہوا تھا اگر اکبر اس وقت مر جاتا
 تو اس کی موت کے بعد ضرور خانہ جنگی شروع ہو جاتی کیونکہ سلیم اپنے دعوے
 سے کبھی دست بردار ہونے والا نہ تھا۔ مگر جب شاہزادہ سلیم کو یہ معلوم ہو گیا کہ میرے

برخلاف لوگوں نے سازش کر لی ہے تو اوسے اپنی جان کی سلامتی کا خطرہ پیدا ہو گیا اور اگر وہ سے کچھ دور رہنے کے لئے چلا گیا۔ جب اکبر نے بیٹے کو اپنے پاس نہ دیکھا اور جانا کہ اب میرا خیر وقت آگیا ہے تو چونکہ اس کی محبت معمول سے کہین زیادہ تھی اوسنے اپنے امیرون کو بلایا۔ اور سب سے کہدیا کہ میرے بعد سلیم بادشاہ ہو۔ اور شاہزادہ خسرو کو صوبہ بنگالہ دیا جائے۔

اکبر کی بات کی جو اس کے امیرون پر تعظیم و عظمت تھی جیسے وہ اس نازک وقت پر ظاہر ہوئی ہے ایسی پہلے کبھی ظاہر نہیں ہوئی تھی اگر اس وقت وہ اپنی ناشکری اور نفاق شناسی بیٹی کی نسبت ایک ذرا اشارہ بھی ناراضی کا ظاہر کرتا تو اس کے اخراج کے لئے کافی تھا۔ برخلاف اُسکے جب اوسنے بیٹے کی طر فزاری کا اظہار کیا تو اس کا یہ اثر ہوا کہ بڑے بڑے امالکین دولت اوس کی وصیتوں پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور جو لوگ کہ دودل اور مترود ہو رہے تھے وہ بھی انکے ساتھی ہو گئے۔

یہاں تک کہ فوج کا سب سے بڑا سردار شاہزادہ خسرو کا خسرو جہاں مان سنگھ کے ساتھ شاہزادہ خسرو کی طر فزاری کے لئے شریک ہو گیا تھا اسکے اثر کو نہ روک سکا۔ اور شاہزادہ سلیم سے مخفی طور پر کھلا بھیجا کہ میں بھی تائید کے لئے موجود ہوں جب مان سنگھ نے جو سب سے زبردست شخص تھا اس نازک وقت پر دیکھا کہ میں اکیلا رہ گیا تو اوسنے سلیم کے پیام اور التماس کو مان لیا۔ اور اوس کی تائید کا وعدہ کیا۔ اب جب کہ سلیم کو اپنی ولیعهدی کا پورا اطمینان ہو گیا تو وہ قلعہ مین آیا اور

اکبر نے جو مرنے کے قریب تھا اوس سے بڑی پیار کی باتیں کیں۔ جو باتیں کہ قسوت باپ بیٹوں میں ہوئیں اون کی کیفیت خود اسی شاہزادہ نے لکھی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ بحبت کی باتوں کے بعد میرے باپ نے فرمایا کہ میرے تمام امیر میرے سامنے آئیں میں اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ کسی قسم کی ناچاقی تیری اور میری اون دولت خواہوں میں ہوئے سو سالہا سال میرے محنتوں اور سختیوں میں شریک ہے، ہین اور خوشن کاموں میں اونھوں نے میری امداد و اعانت کی ہے چنانچہ جب سردار حاضر ہوئے اور بادشاہ کا آداب بجالائے۔ تو اوسے سب کو مخاطب کر کے چند الفاظ کھے۔ پھر یکے بعد دیگرے ہر ایک کو دیکھا اور سب سے کھا کہ اگر بھولی چوکی کوئی تفصیر آپ صاحبوں کی نسبت مجھ سے ہوئی ہو تو مجھے معاف کیجئے۔ یہ دیکھ کر شاہزادہ سلیم ڈھارٹن مار کر باپ کے قدموں پر گر پڑا۔ مگر اکبر نے اپنے خدام سے اشارہ کیا کہ شاہزادہ کی کمر سے اوس کی خاص تلوار اور سرپر دستار کو باندھ دیں اور شاہی قبا او سے پہنا دیں پھر بادشاہ نے خاتونان حرم کی خبر داری کے لئے اوس سے التجا کی۔ اور کھا کہ میرے پورے رفیقوں اور دوستوں پر نوازش اور مہربانی کی نظر رکھنا۔ اور پھر سر جھکا کر دنیا سے سدھارا۔

اس طرح پر مغلیہ سلطنت کا اصلی بانی دنیا سے راہنی خوشی اور ٹھٹھ گیا وہ اپنے باپ دادا سے حکمین بڑھ کر اقبال مند اور زیادہ دور اندیش اور کہیں بڑا موجد تھا اور اپنی لیاقتوں کے اظہار کے لئے اون سے بڑھ کر اوس سے موقع بھی ملے تھے۔ اور

اس قدر لمبی زندگی پائی تھی جس میں اوسنے ہندوستان کے مختلف قوموں کو یہ بات ثابت کر دی۔ کہ اون کی سلامتی اور اون کی عملی آزادی اور اون کا اپنے باپ وادو کے مذہب اور رسم و رواج کو حسب دلخواہ عمل میں لانا اسی پر منحصر ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ اور زبردست بادشاہ کی اطاعت کریں جس سے یہ بے بہا برکتیں اون کو حاصل ہو سکتی ہیں۔ غرض اس شخص کو کسی قوم و ملت سے تعصب نہ تھا۔ اذک ہون یا افغان ہندو ہون یا پارسی یا عیسائی وہ سب کے ساتھ یکساں پیش آتا بشرطیکہ وہ اس کے ساتھ وفاداری میں حیست اور ذہن و لیاقت میں درست اور سچے اور ذمی اعتبار ہونے سے سب قوموں نے جان لیا تھا کہ اوس کی اونچا پس برس کی حکومت میں ہندوستان پر کہیں باہر سے حملہ نہیں ہوا۔ اور واقف ہو گئے تھے کہ اوسنے تمام اندرونی مخالفوں میں سے کچھ کو تو بزدل شمشیر اور کچھ کو صلح آمیز باتوں سے مغلوب کر لیا ہے اور جہان تک ہو سکتا ہے نرمی سے ہی کام نکالتا ہے۔ محمد امین اوس کے مرنیکے بعد لکھتا ہے کہ تمام ہندوستان میں مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک بڑے استقلال اور ایمان داری اور راست بازی سے اوس نے فرمانروائی کی۔ تمام لوگ ہر ایک قوم ملت اور ہر ایک درجہ کے اوس کے دربار میں آتے۔ اوس کے وقت میں مخلوق کے تمام طبقات میں عام امن چین پھیل رہی تھی۔ اور ہر ایک مذہب کے لوگ اوس کی حمایت اور حفاظت سے امن چین سے بسر کرتے تھے۔ یہ سب جو میں نے اوپر بیان کیا اکبر کا حال بادشاہ ہونے کی حیثیت سے ہے

اب میں دوسرے باب میں اوس کا بیان اس حیثیت سے کرتا ہوں کہ وہ
آدمی کیساتھ تھا۔

اکبر ۱۵ اکتوبر ۱۶۰۵ء کو مرا۔ اور اوس کی کل عمر ۶۳ برس اور ایک دن کی ہوئی۔



باب دو آزدہم



اکبر کے اصول اور اوس کا اندرونی منتظم نام
آئین اکبری کا مصنف لکھتا ہے کہ حکمران کے تینوں شعیوں کی کامیابی اور رعایا
کے خواہشوں کی بجائے آوری گو وہ بڑے بڑے خواہشیں ہوں یا چھوٹی چھوٹی
بادشاہ کی اس طرز و روش اور حال چلن پر منحصر ہے جس میں اوس کی عمر کے اوقات
خرچ ہوتے ہیں۔

بیشیت
جب اس محکمہ کو کام میں لائیں تو اکبر کی کامیابی کے اسباب کیا بیشیت لسانی اور کیا
ایک حاکم ہونے کے اوس سے منطقیانہ طور پر بخوبی دریافت ہو سکتے ہیں۔
وہ فقط اپنے قواعد و ضوابط اور وضع انداز کا ہی پابند نہ تھا بلکہ اوس کے تمام قواعد
وضوابط میں یہ جوش اور تمنا پائی جاتی تھی کہ وہ معاملات کو سوچے اور ایسی باتیں
عمل میں لائے اور وہ کام کرے کہ جو واقع میں ٹھیک اور درست ہوں اور اوس
اوس کی زندگی کے بڑے اور اعلیٰ مقصد میں مدد ملتی ہو یعنی سلطنت کے اوس
مکان کی تعمیر کو استحکام بخو تو جس کی بنیاد مخلوق کے دلوں میں قائم اور جمی ہو اور جسے
کسی خاص حاکم کے افعال اور جانب داری سے غرض بخو۔ قبل اس سے کہ میں

بالفصیل اس نہ بیان کروں کہ وہ اس مقصد کے حصول کی واسطے کون کونسے وسائل اور ذرائع کام میں لایا چند الفاظ اس مضمون یعنی اکہر کے ظاہر و باطن کے یکساں ہونے کے نسبت بھی جسکے ظاہری حالات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ اوس کا دل بنی نوع انسان کی روحانی خواہشوں اور ضرورتوں کو خوب جانتا ہے کہدینا مناسب سمجھتا ہوں جو اس عام بحث کا اصل اصول ہے۔ اس امر کی تفتیش اور تحقیقات کے واسطے کوئی اور بات اس سے زیادہ صریح اور صاف نظر نہیں آتی کیونکہ اوس کی کامیابی بالکل اوسکے ذہن کی ساخت اور ذہن کی اوس قوت پر منحصر تھی کہ جس سے اوس کا ذہن اون باتوں کو بلا تعصب قبول کر لیتا اور اون کو بے رور عایت جانپتا اور پرکھتا تھا۔ جو اسکے ہم مذہبوں کے خیالات اور انکی بالکل مخالف ہوتے تھیں۔

مسلمان صرف فاتح ہی نہیں تھے بلکہ ایسے فاتح تھے کہ جنہوں نے اپنا مذہب بزور شمشیر پھیلا دیا تھا۔ جس تذلیل اور تحقیق کی نگاہ سے ہندوؤں کو اور اون کے مذہب کو پختہ اور متعصب مسلمان دیکھا کرتے تھے وہ عبدالفاق بدایونی کی تحریر اسکے ہر صفحے سے جو اس زمانہ کا ایک مورخ ہے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ پھر یہ تحقیق صرف ہندوؤں ہی کے مذہب پر منحصر نہ تھی۔ اونھیں ہر ایک قسم کی ایسی عبادت سے اور ہر ایک کے ایسے مذہب و ملت سے نفرت تھی جسکو محمد صلیم کے پیرو نہیں مانتے اور اوس پر ایمان نہیں لائے تھے۔

اکبر بے شک اسی مذہب والوں میں پیدا ہوا تھا۔ مگر خدا نے اوسکے دل میں
 تحقیق اور تجسس کی خواہش و دبیست کی تھی وہ کسی بات کو یوں ہی بلا دلیل تسلیم نہیں
 کر لیتا تھا۔ اوسے اپنی تعلیم و تعلم کے زمانہ میں اون ہندو راجاؤں کے جنہیں اوسکی
 درباری گربھاوتار کے معتقد ہوئے تھے باعث دل ہی دل میں ابدال آباد کا دوزخی سمجھتا
 تھا۔ اچھے اوصاف و فاداری خیر خواہی اور اکثر نیک مزاجی اور سترافت ذاتی کو
 دیکھنے کا اتفاق پڑا تھا۔ اوسنے اس بات کو خیال کیا تھا کہ یہ لوگ اور انسی طرح کے
 خیال والے اور لوگ میری رعایا میں بکثرت ہیں۔ اوس نے اس بات کو بھی جان لیا
 تھا کہ اگرچہ وہ لوگ اسلام کو قبول کر کے دنیاوی نفع اور فوائد بہت کچھ حاصل کر سکتے
 تھے مگر اون میں سے اکثر اور خاص کردہ لوگ جو بڑے معتبر اور نہایت ہی قابل اعتبار
 تھے وہ اپنے مذہب کی نہایت ہی گرویدہ تھے۔ اوسکے ذہن میں مدت سے یہ باتیں
 جمی ہوئی تھیں اور اوسے بخوبی یاد تھیں اس لئے وہ ابتدا سے ہی اس خیال کو ناپسند
 کرتا تھا کہ چونکہ وہ بحیثیت فاتح اور بادشاہ کے مسلمانوں کی قوم میں پیدا ہوا ہے۔
 اس لئے اسلام کا مذہب تمام بنی نوع انسان کے لئے سچا اور ماننے کے قابل ہو جائے۔
 پھر اوسکے یہ خیالات دل کے دل ہی میں مزے رفتہ رفتہ اس طرح زبان پر بھی
 آنے لگے کہ جب تک میں خود ہی ہدایت پانے کے قابل ہوں تب تک میں کسی
 کے ہادی بننے کا کیونکر دعویٰ کر سکتا ہوں۔ اور جب اوسنے دوسرے مذہبوں کی تعلیم
 اور اوسکے عقاید کے حالات کو سنا تو اوس کے جو سچے شبہات تھے وہ اور بھی

مضبوط ہو گئے۔ اور روزمرہ کے سخت متعصبانہ جانب داریوں کو دیکھ کر جو اس کے سامنے کسی ہی مذہب و ملت کے پیروں کی طرف سے پیش ہوئیں اور بزور اوس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا اور اوس نے اپنے اوپر یہ فرض کر لیا کہ تمام مذہبوں کی آزادی کو قائم رکھا جائے۔ اور کوئی روک ٹوک اور مزاحمت نہ کی جائے۔

اوس کے مزاج کی یہ تبدیلی یکایک نہیں ہوئی تھی بدایونی مورخ جو ایک متعصب مسلمان تھا اور اپنے خیال میں اسے اس عظیم الشان بادشاہ کی مگر اہی اور صلاحیت خیال کر کے روتا اور کڑھتا تھا لکھتا ہے کہ یہ بادشاہ اپنے ابتدائی ایام طفولیت سے جوانی تک اور جوانی سے بڑھاپے تک اقسام اقسام کے رنگ ڈھنگ بدلتا رہا ہے اور انواع انواع کے مذہبوں کے افعال بتتا اور ان کے عقاید بتاتا رہا ہے اور اپنے ایک خاص قسم کے انتخاب کرنیوالے عقل اور تجسس طبعیت سے جو ہر قسم کے اصول کے (اسلامیہ خلاصہ) میں سے ایسی ایسی چیزیں کو منتخب کر لیا ہے جو لوگوں کو کتابین ڈھونڈ رہے اور ان کو چھاننے بننے سے ملا کرتے ہیں۔ جب اس طرح کا اوسکا ایمان ہو گیا جس کی بنیاد چند ایسے ابتدائی اصول تھے جن کا پر تو اس کے آئینہ صمیم پر پڑ گیا تھا۔ اور جو ان تمام معاملات اور واقعات کا نتیجہ تھے جو بادشاہ کے رد برومیش آیا کئے تھے تو رفتہ رفتہ نقش کا لہجہ کی طرح اس کے دل پر یہ بات منقش ہو گئی کہ تمام مذاہب میں دانشمند اور پرہیزگار ہو کر تہمیں اور ہر ایک قوم میں خدا تعالیٰ نے صاحب کشف و کرامات پیدا کئے ہیں۔ جب صداقت کچھ نہ کچھ

ہر ایک مذہب میں پائی جاتی ہے تو پھر ایک مذہب اور ایک عقیدہ میں اسلام کی لحاظ سے کوئی تخصیص کیونکر ہو سکتی ہے۔ حالانکہ اور مذاہب کے مقابلہ میں اسلام ایک محدث اور جدید مذہب میں جسے ہزار سال کے قریب ہوئے ہیں اور کیا وجہ ہے کہ جسے ایک فریق تسلیم کرے اسے دوسرا مردود سمجھے۔ اور کیا وجہ ہے کہ ایک اون میں سے ہمارے اپنے کو اچھا اور اون سے بہتر تصور کرے۔

بدایونی مورخ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اکبر پر ہمنون اور سائون سے بھی بات چیت کیا کرتا تھا اور انہیں کی صحبت کے اثر سے اس نے تنازع اور اوح کے مسئلہ کو بیچ سمجھ لیا تھا۔ اس بیان کے تو بیچ ہونے میں شک نہیں مگر اس کے سوا یہ بھی ہے کہ یاد رکھنا چاہیے کہ فیضی اور ابو الفضل دو بھائی تھے جو اکبر کے ہی طرح اسلام میں پیدا ہوئے اور انہیں لوگوں میں انہوں نے پرورش پائی تھی۔

ان دونوں کے بچے اکبر کے معلومات مذہبی اور خیالات ذہنی پر بڑا اثر پڑا تھا۔ چونکہ یہ وہ شخص بڑے نانی گرامی اور ذی رعب گذرے ہیں اسلئے ان کا کچھ ذکر کرنا بھی بیان ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ ایک شیخ عجب کے بیٹے تھے جس کا نام شیخ مبارک تھا اسکے آباؤ اجداد ناگور۔ ملک راجپوتانہ میں رہا کرتے تھے شیخ مبارک نے اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کے علوم کو اس طرح پڑھا تھا کہ اس کے تمام مالہ و ماعلیہ سے بھری دانت ہو گیا تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کی طبیعت محققانہ

بنائی تھی اور ذہن عالی عطا کیا تھا۔ اور اس علم کی ترقی سے اس کے خیالات بڑے وسیع ہو گئے تھے۔ اس نے اپنے لڑکوں کو ایسی تعلیم دی تھی جس سے ان کا ذہن علوم و فنون کو حاصل کرنے اور اسٹھین خیالات میں قائم رکھنے کے لائق قابل ہو گیا تھا اور وہ جس قسم کی مجلس اور صحبت میں بیٹھے وہ ان کی عزت و حرمت اور تعظیم و تواضع کی جاتی تھی بڑا بیٹا شیخ فیضی اگر وہ کے قریب ۱۵۴۷ء میں پیدا ہوا تھا۔ کیونکہ شیخ مبارک اسی طرت کہیں جا لیا تھا۔ اس سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ فیضی اکبر سے پانچ برس چھوٹا تھا جس زمانہ میں اکبر نے مالک مغربی شمالی پر پھر قبضہ کیا ہے تو اس سے کچھ ہی پہلے شیخ فیضی جو اس وقت بیس سال کا تھا علم ادب اور فن طب کا سید ہا سادہ اور بغیر گھنڈ اور نمائش کا کاروبار شروع کیا تھا۔ لیکن بہت جلد شعر و سخن میں اس کا نام مشہور ہو گیا۔ ایک تو وہ خود نیک مزاج تھا اور اس کی جبلت میں نیک مزاجی اور فیاضی کا خمیر رکھا گیا تھا اور پھر اسکے ساتھ طبابت کے پیشہ سے اس کو آمدنی بھی ہوتی تھی۔ اس سبب سے وہ اکثر خیرات و مہارث کے کام

(۱) یہ غلام ہے نہ تو شیخ مہارک شیدہ تھا اور نہ اس کے دو لون بیٹے۔ وہ حنفی مذہب صوفیہ مذہب کا آدمی تھا اور اسی خیالات کی بنیاد پر اس کے دو لادہ بیٹوں نے ترقی کر کے ایک حکیمانہ جسے فی الحقیقت مشکلہ مذہب کہنا چاہیئے اختیار کر لیا تھا۔ اور یہ قصہ جو آئندہ بیان کیا گیا ہے وہ بالکل ایسا ہے قصہ ہے جیسے بالکل ہی بعض جاہل طبیب کے دوستی مانے بحث و مباحثہ کے وقت ایک دوسرے کو رافضی بدعتی اور کافر تک کہہ دیا کرتے ہیں۔

اور غریب و میکسون کا علاج معالجہ مفت کیا کرتا تھا۔

مذہبی حیثیت سے فیضی کا اپنے باپ کی طرح شیعہ مذہب کے کچھ بگڑے بگڑائے طریقوں کے برتاؤ کی طرف میلان تھا۔ کہتے ہیں کہ جب ایک مرتبہ اوسنے قدز کو (جو ایک عہدہ دار عرضیوں کو دیکھنے بہال کر پیش کیا کرتا تھا اور اس عہدہ پر اوس کا مصفاہ مزاج ہونے کے باعث انتخاب کیا گیا تھا) ایک قطعہ زمین کے واسطے درخواست دی تو اوس نے چونکہ سنی تھا اس عرضی کو یہ صرف نامنظر ہی نہ کیا بلکہ فقط اسوجہ سے کہ وہ شیعہ تہا بد زبانی کے ساتھ بارادہ تحقیق و تدلیل اوسے دیوان سے نکلوا دیا۔ اسی زمانہ میں فیضی کی لیاقت اور علم و فضل کا شہرہ اوڑ رہا تھا۔ اکبر کے کان تک بھی اوس کی خبر پھونچ گئی۔ وہ چتور کو اس وقت محاصرہ کئے پڑا تھا۔ وہیں سے فیضی کو اوسنے طلب کیا۔ فیضی کے دشمن بہت تھے۔ خاص کر پکے مسلمان سنی فریق والے اوسکے بڑے مخالف تھے اونھوں نے اس بولاوے کو ایک کچہری کا طلبیہ سمجھا اور اگر وہ کے صوبہ دار سے کہلا بھیجا کہ دیکھنا کہیں فیضی بہاگ نہ جائے۔ مگر فیضی کو بہاگنے کا خیال بھی نہ تھا تاہم اوسے پکڑ کر اکبر کے لشکر کو قیدیوں کی طرح لے گئے۔ اس بڑے بادشاہ نے اوس کی بڑی خاطر مدارات کی اور فیضی کے دانش و خرد اور اقسام اقسام کے علمی کمالات کو دیکھ کر بوٹ بوٹ اور فریفتہ ہو گیا اور چند روز بعد اوسے اپنے درباریوں میں شامل کر لیا اور اپنی شاہزادوں کے اعلیٰ درجہ کی تعلیم کا اوسے معلم و تالیف مقرر کر دیا۔ اور کچھ کہی کہی اوسے سفارت کے کاموں پر بھیجا۔

فیضی کو فرصت بہت رہتی تھی ساور وہ اس فرصت کو شعر و سخن میں خرچ کیا کرتا تھا اسی وجہ سے اسے اپنی عمر کے تیسویں سال میں (ملک الشعرا کا) وہ درجہ ملا تھا جو (ولایت مین) لاریٹ شاہ کو نصیب ہوا تھا۔ اس سے سات برس بعد وہ مر گیا۔ اور جب تک زندہ رہا تب تک ہمیشہ اکبر اوس پر مہربانی کرتا رہا۔ اوس کی صحبت سے بادشاہ کو نہایت خوشی و خرمی حاصل ہوتی اور اوس کی باتوں سے اوس کا دل بلغ بلغ ہو جاتا تھا کہتے ہیں کہ اوس نے اپنی تصنیفات میں ایک سو ایک کتابیں چھوڑی ہیں۔ اور کا بڑا اچھا کتب خانہ تھا جس میں چار ہزار تین سو قلمی عمدہ عمدہ کتابیں موجود تھیں۔ اوس کے بعد اوس کی کتابیں شاہی کتب خانہ میں داخل کر لی گئیں۔

اگرچہ شیخ فیضی پر بادشاہ کی بڑی عنایت و نوازش تھی۔ مگر شیخ ابو الفضل اوس کے چھوٹے بہائی پر جو امین اکبری کا مصنف ہے اس سے بھی زیادہ مہربانی کی نظر تھی۔ ابو الفضل بھی اگر وہ کے قریب ۱۴ جنوری ۱۵۵۷ء کو پیدا ہوا تھا۔ اوس نے بھی اپنے باپ کے بلند خیالات اور وسیع نظر کی تعلیم سے اوس قدر فائدہ اٹھایا تھا جیسے اوس کے ہائی فیضی نے حاصل کیا تھا۔ وہ اس بات کو بھی جان گیا تھا۔ اور اوس سے نہایت ناخوش بھی تھا کہ اوس کے باپ کے فلسفیانہ خیالات کے باعث جو اوس کی وسیع نظر اور معلومات کثیرہ کے سبب سے اوس کے دل میں پیدا ہو گئے تھے لوگ اوس کے باپ کو بے دین اور لامذہب کہا کرتے تھے اس سبب سے اوس کے ذہن میں یہ بات بھی جم گئی تھی کہ کسی ہی قسم کا اعتقاد کیوں نہ ہو اوس کے مذہب

والوں کے خیالات کو عداوت کی نظر سے نہ دیکھا جائے اور اسی کے ساتھ
ساتھ کچھ معاملات ایسے آکر واقع ہوئے کہ جس سے اسے اپنے پڑھنے لکھنے میں
معمولی عادات سے کہیں زیادہ تر محنت و مشقت اپنے اوپر اٹھانا پڑے۔ جب وہ
پندرہ برس کا ہوا تو تمام علوم معقول اور منقول کی درسی کتابیں پڑھ چکا تھا اور بیس برس
کی عمر سے پہلے ہی اس نے طلبہ کو تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔

یروفسیر بلاکین صاحب مرحوم ایک واقعہ کا حال لکھتے ہیں جس سے ابو الفضل
کے اوس علم کا اندازہ ہو سکتا ہے جو اس وقت اس کو حاصل ہو گیا تھا۔ فاضل
اصفہانی کی کتاب کا ایک قلمی نسخہ کہیں ابو الفضل کے ہاتھ پڑ گیا تھا مگر اس کے
ہر صفحہ کا نصف اوپر سے نیچے کی طرف کو بالکل کہیں آگ سے جل کر جاتا رہا تھا اور
کہیں پڑھنے کے قابل نہ رہا تھا۔ ایسی نایاب کتاب کو اس نے دیکھ کر چاہا کہ کسی طرح
کامل کرے۔ اس لئے جلدے ہوئے حصہ اس کے کاٹ کر پیک دے اور اس کے ہر صفحہ
میں سادہ کاغذ جوڑ دیا۔ اور پھر جو آدھے آدھے صفحے جاتے رہے تھے اوس کے
ہر ایک سطر کو اپنی حلا سے بڑے غور و خوض سے لکھ لکھا کر تمام کتاب کو پورا کر دیا۔
اس کے چند روز بعد اس کتاب کا اتفاق ایک کامل نسخہ بھی مل گیا اوس سے جب مقابلہ
کیا تو معلوم ہوا کہ اگرچہ کتنے ہی جہتہ اصل کتاب کے الفاظ کے بجائے ابو الفضل
کے مصحف نسخہ میں دوسرے الفاظ تھے۔ اور بعض فقرات ایسے بھی تھے جہاں
نئے مضمون بھی درج ہو گئے تھے مگر بحیثیت مجموعی ان دونوں نسخوں کی عبارت

میں ایسا حیرت انگیز تعلق و توافق اگر پڑا تھا کہ اوسکے دوستوں کو اوس کمال پر سخت تعجب ہوا کہ جس سے اوسنے اپنے کو مشکل مشکل کتابیں سمجھنے کے لائق بنا لیا تھا۔

چونکہ ابوالفضل کی فطرت میں ہی تحصیل علم کا شوق خدا نے دیا تھا۔ جب اکبر نے اوسے اپنے دربار میں حاضر ہونے کے لئے یاد کیا تو اوسنے ایک عرصہ تک اوسکی کچھ پروا نہ کی۔ مگر جب اوس کے بڑے بہائی فیضی اور اکبر سے اتحاد بڑھ گیا تو بادشاہ کی خواہش کے مطابق ابوالفضل کو بھی اوس کی ملاقات کے لئے راستہ کھل گیا۔ جب وہ شاہجہان کے شروع میں فیضی کے بہائی کے نام سے دربار شاہی میں پیش ہوا تو اکبر نے اوسکی ایسی خاطر و تواضع کی کہ ابوالفضل نے اپنی عزت گزینی اور تارک الدنیا رہنے کا جو خیال کر رکھا تھا اوس پر اوسے غور کرنا پڑا۔ اس وقت وہ تیس برس کا تھا مگر اس ملک میں جو علوم و فنون پڑھائے جاتے ہیں ان کی تمام کتابیں دیکھ چکا تھا۔ جو کچھ اوسنے خود اس باب میں لکھا ہے اوسکا ترجمہ بعینہ اس طرح ہے۔ میرے دل کو چین اور طبیعت کو قرار نہ تھا۔ میرا دل خود بخود چاہتا کہ میں منگو لیا کے دانشمندان اور کوہ لبنان کے گوشہ نشینوں سے جا کر ملوں۔ مجھے اس کی تمنائیں تھیں کہ تبت کے لاماون اور پرنکال کے پادریوں سے ملاقات کروں اور جی چاہتا تھا کہ پارسیوں کے زہاد اور ژندا استاد کے علمی صحبت میں بیٹھ کر دل خوش کروں کیونکہ مجھے اپنے ملک کے علماء سے نفرت ہو گئی تھی۔ اور میرا

دل اون سے ملنے کو نہ چاہتا تھا۔

اس زمانہ سے وہ دربار یون میں شامل ہو گیا اور اکبر سے اور اوس سے ایسی دوستی پیدا ہو گئی جس سے انسان کو دنیا کی خوشی اور مسرت ہوا کرتی ہے۔ دو ٹو اکبر اور ابو الفضل ایک دوسرے کی عزت اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے لگے۔ ابو الفضل نے دیکھا کہ بادشاہ سا شاگرد رشید کہنیں ملبا ہی دشوار ہے اکبر کو اپنے معزز دوست اور مسلمان متعصب علما اور فقہاء کے بھٹوں میں وہ لذت آتی کہ وہ سیر و مشکاری خوشیوں میں اور تفکرات امور سلطنت اور لڑائیوں کی مانند گہوٹ سے تفریح حاصل کرنے کے وقت ہمیشہ اسی کے سنے میں مصروف رہتا اور اس بڑھ کر اسے کسی بات میں خوشی ہی نہیں ہوتی تھی۔ یہ بخشین بھی اوس کے عہد سلطنت کا ایک بڑا بھاری واقعہ ہیں۔ جب تک ہم ان کو یکتہ تفصیل سے نہ بیان کریں تب تک ہم اکبر کے چال چلن کو ٹھیک ٹھیک نہیں بتا سکتے۔ اکبر نے آزادی مذاہب اور کافۃ الناس پر عاوانہ حکومت کرنے کو جو ہندوستان کی تاریخ میں ایک بڑا بھاری واقعہ ہے۔ اپنا اصول یکایک نہیں بنالیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے حکومت کے اول بیس سال تک تو اپنی طاقت سنبھالنے اور حکومت قائم رکھنے کے لئے کشور کشائی اور ملک گیری ہی میں مصروف رہا۔ بنگال۔ بہار۔ اور میسور مغربی ہند اور گجرات اور خاندیس میں ابھی تک پچھلے حاکموں کی پس ماندی اور ملک کے دعویدار موجود تھے اگر وہ چپ بیٹھتا تو یہ لوگ اوس پر حملہ کرتے۔ اس لئے

اوسے مجبوراً پیش قدمی کرنا پڑی پہلے زمانہ میں بھی تجربہ ہو چکا تھا اور اب بھی روزمرہ
 ایسے واقعات اوسکو پیش آتے تھے کہ اگر کوئی ہندوستان میں امن چین کے
 برکات سے مستفید ہونا چاہتا تو یہاں تمام ملک میں ایک بڑی ہی زبردست حکومت
 قائم کرنا۔ اوس کا ضروری اور لازمی کام تھا۔

ان میں سہالون میں اوسے اپنے مذا اور رفقا سے اس بحث کے بہت سے
 موقع ملے تھے کہ ممالک مفتوحہ میں وہاں کے باشندوں کی رضا مندی سے حکومت
 قائم رکھنے کے لئے کس طرح پر ملک کا انتظام کیا جائے اور کیا اوس کی صورت
 قرار دی جائے۔ اوسکے ذہن میں یہ بات جبرگمی تھی کہ حکومت کے قدیمی اور پچھلے طریقہ
 اس مقصد کے لئے ناکارہ ہیں۔ اور یہ غیر ممکن ہے کہ فوج کو مختلف اقطاع بہت
 میں نوکر رکھ کر اوس پر قبضہ رکھا جائے اور اس ملک کے باشندوں کے حواج اور فکری
 رسم و رواج کی باتوں اور اوسکے شوق و ذوق اور متناہون کا خیال نہ کیا جائے اور یہ
 نہ دیکھا جائے کہ یہ قوم تمام روئے زمین کے قوموں سے شمع و سخن اور خیالات کی طرف
 زیادہ مائل ہے اور اپنے باپ دادوں کی روایتوں اور قصہ کہانیوں سے اوس کا ایسا
 مضبوط رشتہ بند ہوا ہے کہ نبی نوع انسان میں اوس سے بڑھ کر اور کہیں نہیں ہے۔
 وہ حکمرانی کا طریق جو پہلے یہاں چار سو برس سے زیادہ جاری تھے ایسا ناکارہ
 ہے کہ جو بانی دولت کے ہی عہد میں غارت ہو گیا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہوا ہے
 تو اس کے بعد اس کے قریب کے ہی جانشینوں کے وقت میں مزید حکومت کو

زوال آ گیا ہے۔ تاہم اوس کے پیشینوں میں سے کسی نے دوسری طرز حکومت
 کے نکلنے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی۔ اوس کے نامی گرامی دادا کو جس کی نظروں میں
 اس ضرورت کی جہلک کچھ کچھ نمایاں ہو گئی تھی فرصت ہی اس قدر نصیب نہیں
 ہوئی اوسے ابھی اپنے رہنے کے واسطے یہاں ملک کا فتح کرنا ہی باقی تھا کہ دنیا
 سے چل بسا۔ اوس کے باپ کی سمجھ میں یہ معائنہ بھی نہ آیا کہ جتنا اوس کے پیشتر افغان
 سمجھے تھے۔ اوسے ایک سپہ سالار سے شکست ہو گئی جو اوس سے زیادہ لائق تھا
 اور اوسے جو ناپاؤندار طرز حکومت قائم کیا تھا اوس کے حکومت کے غارت ہوتے ہی ایسا
 غارت ہوا کہ پھر اوس کا پتا بھی نہیں رہا۔ جب اوسے یہ ضرورت معلوم ہو گئی کہ ایک
 طرز حکومت ایسا قائم کرنا چاہیے جو پائدار رہے اور رفتہ رفتہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ
 ایسا طرز اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ایک دوسرے کے باہم عزت کی بجائے
 اور قوم و ملت اور پچھلے رسم و رواج کے باتوں میں جو اختلاف ہیں اون سے عداوت
 دور کر دیا جائے اور سب کے مطالب و مقاصد ایک کر دے جائیں اور یہ خوب صاف
 صاف بتا دیا جائے کہ اگر محرم کے بیچ کا پتھر نکال دالا جائیگا تو جتنے پتھر محراب میں لگے
 ہین وہ سب ضرور گر پڑینگے تو اوسے حسب مذکورہ بالا اپنی حکومت کے اول بیس
 سالوں میں درباریوں اور علما سے اس امر کی بحثیں کیں اور دریافت کیا کہ کون سا طرز
 حکومت اختیار کیا جائے جو مفتوحہ قوم کے خیالات کے نہایت مناسب ہو اور ان
 اون کا بادشاہ پر بھروسہ اور اعتبار ہو جائے۔

ابوالفضل کے شناسائی سے پشتہ اکبر اپنے اس مہم کے انجام دہی میں قریب قریب مایوس کے ہو چکا تھا۔ کیونکہ لوگ بجائے اسکے اوسے کوئی اچھا مشورہ دیتے اوس سے صرف ایسے مسئلہ مسائل بیان کرتے تھے جن سے تعصب اور عداوت کی بوٹھکتی تھی۔ اس لئے اوسے اپنے پہلے مشیروں سے تو اس معاملہ میں کوئی مدولنے کی امید ہی باقی نہیں رہی تھی اور اکبر اون لوگوں کے جھگڑے اور تنازع سننے سننے تک گیا تھا اور مذہبی اختلافات کے باعث جو خاص مسلمانوں میں بھی موجود تھی متعصبانہ حالات کو دیکھتے دیکھتے اون سے متنفر ہو گیا تھا۔ قبل اس سے کہ وہ ابوالفضل کے رفاد عامہ کے خیالات کی تعلیم سے فائدہ اٹھائے اوسنے ان تمام بحثوں سے اپنے دل میں یہ قرار دے لیا تھا کہ کسی جدید طرز حکومت کے ایجاد سے پیشتر ان متعصب علمائے مذہبی سے لڑنا ضرور ہے جو خاص اوس کی سلطنت میں۔ ہی ایک بڑا زبردست فریق تھا۔ پروفیسر بلاکین صاحب کہتے ہیں کہ اوسنے اپنے دل میں اپنے ہندو رعایا کی قدر و وقت کا اندازہ کیا۔ اور جب یہ اچھا خیال اوس کے دل میں آگیا تو اوس زمانہ میں جب کہ وہ فتحپور سیکری کے پتھروں پر گوشہ عزلت میں شلم کے اوقات میں بیٹھا کرتا تھا۔ اس بات کو اوسے مستقل طور پر دل میں ٹھان لیا کہ اپنی سلطنت کے علم رعایا پر ایک ہی نظر سے بلارور عایت حکمرانی کرونگا مگر چونکہ علما اور فقہاء اوس سے متواتر غیر قوموں سے تعصب کرنے کی ہی ہدایتیں کیا کرتے تھے۔ اور کوئی سبیل ایسی نہیں بتاتے تھے کہ جس سے اس تعصب کا دفعیہ ہو جائے تو

اوسنے اس اندیشہ سے کہ کہین وہ غلطی پر ہوئے اور بادشاہ ہون کا کام ہے کہ ایسی حالتوں میں مشورہ لیا کریں اور مخلوق سے ان معاملات کی تحقیق اور تفتیش کیا کریں بحث و مباحثہ کی مجلسیں مقرر کریں۔ یہ بحث و مباحثہ ہر پنجشنبہ کی شب کو فتح پور سیکری کے ایک مکان میں ہوا کرتا تھا جو اسی عرض سے بنایا گیا تھا اور جس کا نام عبادت خانہ رکھا گیا تھا۔

کچھ دنوں تک تو ابوالفضل ان بحثوں میں دبی زبان سے بولتا رہا۔ فقط ایسے ہی سوالات پیش کر دیا کرتا تھا کہ فریق فریق کے مسلمان علما باہم ایک دوسرے سے مناظرہ کریں اور اپنے اپنے مخالفوں کے سوال و جواب کا رد و قبح کرتے رہیں۔ جب اکبر نے ان فریقوں کے علما کی صند و نفسانیت اور تعصب کو دیکھا جو سب کے سب اس بات پر متفق تھے کہ ہندوؤں کا اور نیر اور کفار کا ستنا اور انہیں ایذا دینا برحق ہے اور آپس میں ایک دوسرے کو بحث کے وقت کفر و الحاد کے الزام لگاتے تھے تو اسے ان سے بالکل نفرت ہو گئی۔ اسلام میں اسے اتفاق اور اتحاد کے بجائے کتنے ہی فریق نظر آئے۔ جسے دیکھا وہ اپنے ڈھائی چانول کی ہانڈی جدا ہی پکاتا تھا پھر اسے ان فریقوں کے باہمی بیہودہ گفتگوؤں سے بھی نفرت ہو گئی حالانکہ انہیں سے بعض بعض لوگ سرکار کے بڑے بڑے مہدوں پر بھی ممتاز تھے اور باہم سخت زبانی سے پیش آتے تھے اس لیے مجبوراً ایک مرتبہ اسے سب سے کدیا کہ آئندہ کوئی ایسی بیہودہ گفتگو نہ کیا کرے اور اگر کوئی اپنے کو مذہب کے تو چاہیے کہ یہاں

سے اٹھ جایا کرے۔ آخر کار ایک نجیب نسب کی شام ایسی آئی جو بڑے یاد رکھنے کے قابل ہے اس زور ابو الفضل نے اس بحث کو انتہا کو ہی پہنچا دیا۔ اوسے دیکھا کہ ہر ایک معاملہ میں مزاحمت اور اعتراض ہی پیش آیا کرتے ہیں اسلئے اوس نے بحث کے لئے یہ مسئلہ پیش کر دیا کہ بادشاہ اپنی رعایا کے واسطے صرف ظاہری اور دنیاوی ہی حاکم نہیں ہے بلکہ روحانی بادی اور امام وقت بھی ہوتا ہے۔

یہ مسئلہ ایسا تھا کہ جس سے اسلام کے اصل اصول پر ہی صدمہ پھونچتا تھا کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک تمام بشری احکام سے قرآن مجید کے احکام بڑے کرہین اور اوسکی حکم کے سامنے کسی انسان کی کوئی بات مانی نہیں جاتی۔

ابو الفضل کے اس مسئلہ کے پیش کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے عالم چھپلی بخون میں نہ صرف آیات قرآنیہ کے معانی کی نسبت ایک دوسرے سے مختلف رائے تھے بلکہ حضرت محمد مصلم کے اقوال اور افعال کی نسبت بھی اون میں اختلاف تھا۔ اسلئے جو ابو الفضل نے طوفان اٹھایا تھا وہ بڑا خوفناک تھا اس وقت کوئی عالم اور کوئی فقیہ ایسا وہاں نہ تھا جو یہ نہ جان گیا ہو کہ اس مسئلہ سے اسلام کی اصل بنیاد پر حملہ ہوتا ہے۔ اور جو لوگ اون میں زیادہ تردد رہیں اور صاحب طبع سلیم تھے اونہیں نے بخوبی جان لیا کہ پچھلے بخون میں اونہوں نے جو جو دعوے کئے ہیں وہ سب اس نہایت صاف و صریح قانون اور نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے ایمان و اعتقاد کے مضبوط حدود سے لوٹ پھوٹ کر سب برابر ہو گئے۔

مگر کیونکر ہو سکتا تھا کہ وہ ایسے سوال پر اعتراض کریں جس میں اکبر کے اقتدار پر اثر پڑتا ہو۔ اس اشکال کو انہوں نے گویا ہر ایک مصالحت نامہ اور فیصلہ بالرضا کے تمام سے طے کیا مگر حقیقت اوس سے اس بحث کو ہی انہوں نے بالائے طاق رکھ دیا اور تمام بحث و مباحثہ ہی سے دست بردار ہو گئے۔ انہوں نے ایک فتویٰ لکھا اور اوس میں بادشاہ کو ایک عادل حاکم تسلیم کیا۔ اور اسوجہ سے انکو او سے مجتہد یعنی ایسا شخص ماننا پڑا کہ اسلام کے معاملات میں جو کچھ وہ کھے اوس میں وہ غلطی نہیں کرے گا۔ اس مجتہد رائے کے باعث ابو الفضل کا وہ مقصد حاصل ہو گیا جو اوسے مطلوب تھا۔ کیونکہ اس طرح پر بادشاہ عادل کی رائے ہی فقط وضع قوانین کا ذریعہ قرار پائے گا۔ اور جتنے علما فقہار ہوں وہ سب معاملات مذہبی میں اکبر کے اجتہادی مسئلوں کے پابند ہو گئے۔ اور اوس کے حکم سے کسی شخص کو سرتابی کا مقدور نہ رہا۔

ابو الفضل اکبر نامہ میں لکھتا ہے کہ اس دستاویز سے بڑے بڑے عمدہ نتائج پیدا ہوئے (اول یہ کہ تمام مذاہب کے اکابر و علما کا دربار شاہی میں ایک مجمع اور اثر و حام ہو گیا۔ اور تمام مذہبوں کے اچھے اچھے باتون کو لوگ اچھا سمجھنے لگے اور انکے منائب کی وجہ سے ان کی مناقب پھر کسی نے نظر انداز نہ کئے (دوم یہ کہ تمام مذاہب کو کامل آزادی دیدی گئی اور کسی سے کوئی عداوت پہن نہ رہی اور تیسرے یہ کہ جتنے کج فہم اور حاسد تھے وہ بادشاہ کی بے غرضانہ باتون کو دیکھ کر خجل اور شرمندہ ہو گئے اور ذلت کے شکنجہ کی مصیبت انہیں جھیلنا پڑی۔ اس بات کو تو مورخون

نے تسلیم کیا ہے کہ دو مسلمان عالموں کی دستخط جو ہندوؤں کے ایذا دہی اور اون سے
 تعصب کو نیکی طرف دلاتی اس نوشتہ پر زبردستی کرانی گئی تھی اور اون کی مرضی ہرگز نہیں
 تھی۔ مگر کچھ ہی ہو دستخط تو انہوں نے کر ہی دے تھے برخلاف اسکے ابو الفضل کے
 باپنے جو اسلام کے عقیدوں کے جھیلوں سے جلا بیٹھا تھا اور اس کے مختلف
 فریقوں کے مسئلہ سائل سے وق ہو رہا تھا اور اس پر برصا اور غبت دستخط کر دئے۔ اور
 دستخطوں کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ اور اضافہ کر دئے کہ میں سالہا سال سے اسی فکر
 میں تھا کہ کوئی ترقی کرنے کی تجویز پیدا کر دے اور ایسی تدبیر نکالوں کہ جس سے ترقی ہو سکے
 اس نوشتہ پر دستخط ہونے کے بعد اکبر کی زندگی اور نیز اوسکی
 سلطنت میں ایک نیا دور شروع ہوا۔ سب سے پہلا یہی وقت
 تھا کہ اوسے آزادی نصیب ہوئی۔ اب اوسے اختیار تھا کہ مذاہب
 کی آزادی کی نسبت اپنے خیالات کو راج دے اور انہیں جاری کرے
 اور صداقت و راستبازی کی باتوں کو عزت و حرمت کی نگاہ سے
 دیکھے۔ اور ہندو پارسی اور عیسائیوں کو اپنی مجلس مشورت میں شریک کرے
 اور جو تجویز کہ اوسنے اپنے دل میں مدت سے سوچ رکھی تھی کہ یہاں کے ہندو
 راجاؤں اور سرداروں کے اغراض کو اپنے شاہی اغراض کے ساتھ اگرہ میں
 متحد اور ایک کر لے اوسپر یہی عملد رآمد کا اوسے کامل اختیار تھا۔ یہ نوشتہ
 اوس کی سلطنت کا اوسی درجہ کا ہے جس درجہ کا کہ ہمارے یہاں

میگنا کارنا (سند اعظم) ہے۔

مجھے یقین ہے کہ ناظرین اس طول طویل تقریر کے بیان سے کہ وہ نوشتہ اکبر کو اس طرح حاصل ہوا مجھے معاف فرمائیں گے۔ میں نے اس لئے اسے باقی شرح بیان کیا ہے کہ یہی نوشتہ اس بادشاہ کے آئندہ افعال اور وضع قوانین کی بنیاد ہے اور اسی سے اس کے قوانین نے اسلام کی سخت مزاحمتوں کے مقابلہ میں برتری حاصل کی ہے اور اسی سے ابو الفضل کے نصیب کا ستارہ چمکا اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسی سے ابو الفضل پر اکبر کی نظر عنایت ہو گئی تھی جو اخیر وقت تک رہی۔ اور برخلاف اس کے بھی نوشتہ ہے کہ جس سے متعصب مسلمان ابو الفضل سے جلنے لگے اور آخر کار جیسا کہ میں نے پچھلے باب میں بیان کیا ہے اسے قتل کر دیا۔

اب اکبر کو اس طرح جو قوت حاصل ہوئی اس سے پہلے اکبر نے عدالتہائے دیوانی و فوجداری کو متعصب حاکم کو نکال نکال کر صاف و پاک کیا عدالتوں کا سب سے بڑا افسر ایک سنی تھا۔ وہ شیعہ کو اور ہی قسم کے اور اسلامی فرقوں کو جنہیں بدعتی کے نام سے یہ لوگ بولا کرتے ہیں بہت ستایا کرتا تھا۔ اور اس نے ابو الفضل کے بہائی خفیضی کو بھی بچھوڑا تھا۔ اسے اکبر نے ظاہر بغزت و حرمت کہ معظمہ کے جانے کے

(۱) میگنا کارنا ایک ہندو ہے جو جہاں بادشاہ انگلستان نے اپنے املا کو ۱۵۷۱ء میں دے سچے اور اس سند کو بھی لکھا کرتے ہیں جو ہنری ثامٹ نے اٹھلستان کے باشندوں کو اپنے جلوس کے ساتھ میں عنایت کے تھے۔ اور اڈورڈ اول نے اسے بھال رکھا تھا۔

نام سے نکال دیا۔ ایک اور بڑا معزز عمدہ دار تھا اور ایسا ہی متعصب تھا اسے بھی اسی طرح روانہ کر دیا۔ اور اب سب لوگوں کے دل میں یہ قاعدہ بیٹھ گیا کہ قانون کے مقابلہ میں مذہبی اختلافات کوئی چیز نہیں ہیں۔ تمام آدمی سنی ہوں یا شیعہ مسلمان ہوں یا ہندو سب کے ساتھ ایک ہی ساسلوک کیا جائیگا۔ غرض کہ عدالت میں اور حکام کے رویہ و مذہب کی کوئی پوچھ کچھ نہیں ہو سکتی تھی۔

اب اس زمانہ سے یہ دونوں بہائی فیضی اور ابوالفضل بادشاہ کے اون تمام تجاویز میں سب سے بڑے مشیر اور صلاح کار قرار پائے جو امور سلطنت کے اصلاح اور رعایا اور ممالک کے اتحاد و اتفاق پیدا کرنے اور بڑھانے کی نسبت ہوا کرتے تھے پھر بادشاہ نے اونہیں فوجی خدمتیں بھی دیدیں کیونکہ اس خدمت کی وجہ سے اون کی عزت و حرمت دربار میں بجزوئی قائم رہ سکتی تھی وہ دونوں اس کے ساتھ علی العموم لڑائیوں میں بھی جایا کرتے تھے۔ اور چونکہ وہ معاملات آراضی و تحصیل و تشخیص مالگزاری کے قواعد میں جدید تجویز نکالا کرتے تھے اسلئے ہمیشہ بادشاہ کے پاس حاضر رہتے تھے تاکہ اس کے تجاویز میں اسے مشورہ دین اور اس کی تائید اور امداد کرتے رہا کریں۔

اسی زمانہ میں اکبر دنیا کے اس تجربہ کے مطابق جو اس کو اس وقت تک ہو چکا تھا اور نیز ان لوگوں کے خیالات کے موافق جن پر کہ وہ حکمرانی کرتا تھا ایک مذہبی آئین و قوانین کا مجموعہ کے بنانے اور اس کے پھیلانے کے لئے تیاری کر رہا تھا جسے وہ اپنی رائے میں اپنی رعایا کے بڑے حصہ کے واسطے مناسب اور مفید

خیال کرتا تھا۔ اس آئین کے جسے وہ دین الہی کہتا تھا بڑی بڑی باتوں میں سے ایک خدا کو ماننا اور اکبر کو خلیفہ اللہ فی الارض تسلیم کرتا تھا۔ اسلامی طریق کے موافق جو دعائیں اسلام ہے وہ اس وجہ سے موقوف کر دی گئی کہ ان کے مقاصد بہت ہی محدود تھے اور عام لوگوں کو اپنے اثر میں شامل نہیں کر سکتے تھے اور ان کے بجائے وہ اخلاقی دعائیں جاری کی گئیں جن کا اثر خاص فریق سے نکل کر تمام لوگوں تک پہنچتا تھا۔ اور وہ پارسی ملک کے اصولوں پر مبنی تھیں۔ اور اسی کے ساتھ جو رسم و دستور مقرر کئے گئے وہ ہندوئی مذہب سے لئے گئے تھے ایک نیا سنہ جو تمام سرکاری دفاتر کی تحریروں میں لکھا جاتا تھا اور بادشاہ اپنے ہوا روں وغیرہ میں بھی اسی سے مدت کا اندازہ کیا کرتا تھا بالکل پارسیوں ہی سے لیا گیا تھا۔ بادشاہ کے ان طریقوں کے برتاؤ سے مسلمان لوگ اس سے کچھ کچھ کہلے کہلے محبت اور اوسپر اعتراضات کرنے لگے تھے اور جو لوگ کہ ان میں بڑے متعصب اور تیز مزاج اور سرکش تھے وہ اس شخص سے بھی کچھ کم عداوت نہیں کرتے تھے جسے وہ ان معاملات میں بادشاہ کا بڑا مشیر اور صلاح کار سمجھتے تھے۔ علاوہ برین ہندو راجاؤں اور سرداروں کو اکبر نے جو فوج کے بڑے بڑے عہدہ اور دربار میں بڑے بڑے درجہ عنایت کر دیے تھے اس بھی ان کو بڑا رشک اور حسد پیدا ہو گیا تھا۔ بہگوانداس۔ مان سنگھ۔ ٹوڈر مل۔ بیر مل سے آدمی جو یاقوت کے لحاظ سے زمانہ کے مستثنیٰ لوگوں میں سے تھے ان کے نزدیک کچھ بھی چیز نہ تھی۔ چونکہ یہ لوگ ہندو تھے اس وجہ سے مسلمان مورخ جب کہیں

ان کا تذکرہ کرتے ہیں تو ان کے مذہب کی تحقیر کئے بغیر اور دوسرے عالم میں جو انکا حال ہونے والا ہے اوس کا ذکر بدون کئے اون کا نام تک نہیں لیتے۔

اکبر کی محققانہ اور متبسانہ طبیعت کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ اویسنے پرتگالیوں کے مذہب کے جو گواہین رہا کرتے تھے کچھ کچھ ایسی باتوں کے سیکھنے کی خواہش ظاہر کی جن کا اوسے سیکھنا آسان تھا۔ اور فیضی کو حکم دیا کہ عہد نامہ جدید (انجیل) کا فارسی زبان میں صحیح صحیح ترجمہ کرے اور ایک جیسواٹ فریتی کے بزرگ پادری روڈولفو کو ایویا کوگو کے پادریوں میں سے نگرہ کو بلوایا۔

جس زمانہ میں یہ پادری بیان آیا تھا اوس وقت عبادت خانہ کے مکان میں مذہبوں کی تحقیقات کے بارہ میں ایک بڑا مشہور و معروف مباحثہ ہوا جس میں مسلمانوں کے بڑے بڑے عالم و فاضل برہمن جین اور بدھ مذہب والے اور وہ ہندو جو صرف اجسام کے ہی قائل ہیں۔ اور رومن کوہنین ماننے اور عیسائی یہودی پارسی یا زرتشتی اپنی اپنی باری سے گفتگو کرتے اور اپنے اپنے دلائل پیش کرتے تھے یہ قصہ ابو الفضل نے اسطرح اپنی کتاب میں لکھا ہے ”ہر ایک شخص بے خوف و خطر اپنے اپنے دعویٰ اور دلائل و براہین پیش کرتا تھا۔ بحث و مباحثہ اور رد و قدح نے بڑا طویل کپڑا اور خوب زور شور سے بحث ہوتی رہی۔ اور ہر ایک فریتی اپنے ہی گھنڈ اور غور میں اپنے مخالفوں کے خیالات کے باطل کرنے میں کوشش کرتا تھا۔ پادری روڈولفو نے جو عیسائی علما میں ذہانت اور فطانت کے لحاظ سے بے نظیر ایک شب کو عبادت خانہ میں

اپنی تشریف آوری سے محفل کو منور فرمایا۔ کتنے ہی عیب چینیوں اور متعصبوں نے
 اوس سے مجادلہ اور مباحثہ کئے جس سے اہل مجلس کو ایک ایسا موقع ملتا تھا کہ وہ
 سر نقین میں اپنا بے رورعایت مضفانہ فیصلہ کر دے۔ ان لوگوں نے وہی
 دعویٰ پیش کئے جو قدیم سے چلے آتے تھے اور اس بات کی مطلق کوشش نہ کی۔
 کہ دلائل سے سچ بات کو دریافت کیا جائے اسلئے اوسکے بیانات کی دہجیان اوڑا گئیں
 اور قریب قریب وہ سب خیالات اور نزامت کے گھڑے مین گر گئے جس سے
 اوتھون نے انجیل کے متناقض روایتوں کو پیش کر دیا۔ مگر پھر بھی وہ اپنے دعویٰ
 کو ثابت نہ کر سکے۔ اس پر نہایت ہی سنجیدگی کے ساتھ صداقت کے کامل ثبوت کیلئے
 پادری نے اوسکے دلائل کا یوں جواب دیا۔

کہ اگر وہ رائے جو یہ لوگ ہماری کتاب کی نسبت رکھتے ہیں۔ اور اپنے قرآن کو خدا
 کا پاک اور سچا کلام مانتے ہیں صحیح ہے تو ایک بہتی آگ سے گرم کیا جائے اور مین انجیل
 کو اپنے ہاتھ مین لیتا ہوں اور یہ عالم اپنے مقدس کتاب کو اپنے ہاتھ مین لین اور پھر
 ہم دونوں کے اندر جو صداقت کے امتحان کی جگہ ہے کہس جائیں جو سچا ہو گا وہ خود بخود ظاہر
 ہو جائیگا۔ اس بات کے سنتے ہی یہ سیاہ دل کم ظرف جہگڑا لوگ بغلیں جھانکنے لگے
 اور سب بخشم آگین الفاظ کہنے کے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ تب تو ان تعصب آمیز
 اور بیہودہ باتوں سے بادشاہ کو جس کے مزاج مین کسی کی طرف داری اور رعایت کی کہی
 ہو ابھی نہ لگی ہے بڑا غصہ آیا۔ اور اوسنے نہایت دانشمندانہ اور محذبانہ طور پر سب

حاضرین کے سامنے یہ تقریر بیان فرمائی

انسان کا ظاہری حال و قال اور صرف اسلام کا کلمہ پڑھ لینا بغیر اسکے کہ اس کو دل سے بھی مانا جاوے کچھ کام کا نہیں رہے۔ میں نے کتنے ہی برہمنوں کو اپنے زور و حکومت کا خوف دکھا کر کہا ہے کہ وہ میرے باپ دادا کا دین و مذہب قبول کر لیں مگر اب جب کہ میرا دل صداقت کی شاعی سے منور ہو گیا ہے میں اس کو جان گیا ہوں کہ غرور کی کالی گٹائیں اور خود رانی کا کھل اگر تمہارے گرد اگر جمع ہو گیا ہے اور دلیل و اثبات کی مشعل کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جاسکتا ہے۔ مگر طریق وہ ہے اچھا اور مفید ہو سکتا ہے جسے ہم اپنی عقل سلیم سے دریافت اور منتخب کریں۔ اپنے عقیدہ کے کلمات کا وظیفہ پڑھنا اور ختنہ کر لینا یا شام و قوت کے خوف سے زمین پر گر پڑنا اور سجدہ کرنا خدا کی نظر میں کچھ فائدہ نہیں بخشتا۔

عبادت زمین پر پڑ جانے اور سجدہ کرنے کا نام نہیں ہے کیونکہ راستبازی کی پیشانی پر پیدا نہیں ہوتی بلکہ سچا کام کرنا چاہیے۔ یہی عبادت ہے۔ اس عیسائی بزرگ نے جو آگ میں جانے سے استہان کر لیا دعویٰ اس بحث میں پیش کیا تھا۔ اس کی نسبت جو چاہے ہم اپنا خیال باندھ لیں۔ مگر ان اس سے یہ نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے کہ جو بحشین عبادت خانہ میں ہو کرتی تھیں اون میں ہر شخص کو کامل آزادی حاصل تھی اور اس سے بڑھ کر اس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ اکبر کا میلان طبیعت کس طرح کا تھا جتنے عقیدہ اس کے ماننے ہوئے تھے اور جس قدر مسائل کا اس کو اعتقاد تھا اون کو

اوسنے عقل کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھ لیا تھا۔ اور ان سب مسائل مسئلہ اور تمام عقاید میں سے اوس نے فقط قادر مطلق اور خلاق عالم کو مان رکھا تھا اور خدا کے خلیفہ کے طور پر اپنے آپ کو ایسے مفید اور شفقت آمیز آئین اور احکام جاری کرنے کا سب سے بڑا محنت ارج سمجھتا تھا کہ جن سے کسی مذہب سے کوئی عداوت نکلی جاوے ملک میں عدالت و انصاف ہو اور جو لوگ کہ اپنے نزدیک کوئی اچھا کام کرنا چاہیں ان کو کامل آزادی دی جائے بشرطیکہ ایسی آزادی سے کسی دوسرے کی جان خطرہ میں نہ پڑتی ہو۔ وہ مسلمانوں کیساتھ نہایت سختی سے پیش آتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اسلام کے ماننے والے جن کا فریق غالب ہو رہا ہے ہمیشہ ایذا دہی اور تعصب کی طرف مائل رہتے ہیں۔ مگر وہ سب کی سنتا تھا اور دیکھتا تھا کہ وہ ہی خراب باتیں تمام مذہبوں میں موجود ہیں۔ کوئی ان سے غالی ہی نہیں ہے اور قادر مطلق کی وسیع و فیاضانہ اوصاف کو جو تمام مخلوقات کے لئے عام اور دور و نزدیک کے لئے یکساں ہیں اہل غرض ملائین اور پینڈون اور اور مذہبی ہادیوں نے اپنے اپنے مطلب کے لئے ان میں پھیر پھار کر لئے ہیں۔ اسلئے اوسنے اپنا مشرب بنایا کہ تمام مخلوق کے خدا کی عبادت میں سجدہ کرنا اور ان ملائین وغیرہ کی ایک نہ ماننا۔

اوسکو لوگوں نے زردشتی بھی بتایا ہے کیونکہ وہ کہتا تھا کہ آفتاب میں قادر مطلق کی قدرت کا نور چمکتا ہے۔ اور اوس میں ایک اعلیٰ قدرت کی علامت نظر آتی ہے اس میں شک نہیں کہ پارسی مذہب کی سادگی کو دیکھ کر وہ اوس پر بہت کچھ گرویدہ

ہو گیا تھا چونکہ اوس کے نزدیک مذہبی ہادی اور ملائے کوئی چیز نہ تھے۔ اور وہ خود
 دنیا میں قادر و مطلق کا ایک خلیفہ تھا اسلئے اوس نے ہر مذہب سے اچھی اچھی باتیں
 لے لی تھیں تاکہ سب آدمیوں کے لئے مذہب ایک ایسی شے ہو جائے کہ اوس سے
 او نہیں مدد ملے اور فائدہ پہونچے۔ نہ یہ کہ اوس سے دوسرے مذہب والوں کو ستایا
 جائے اور ایذا پہونچائی جائے۔ اوس کی تجویز جو تمام مخلوق کے لئے محیطا اور حاوی
 ہو سکتی تھی اوس زمانہ کے لوگوں کے عام عقولوں سے اس قدر باہر تھی جیسے
 کہ اوس کے ملکی معاملات میں بڑے بڑے خیالات اور انکی سمجھ میں نہیں آتے تھے
 اوس کے خیالات کو تمام دنیا میں پہیلا نے کے لئے یہ ضرور تھا کہ اوس کے بعد بھی جو
 کوئی ہوتا وہ بھی ایسا ہی اگر ہوتا۔ مگر یہ بات نہ تو اس وقت ہوئی اور نہ آئندہ کہی ممکن ہے
 اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ اوس کا وہ انتظام جو اوس نے ملکی معاملات کے لئے کیا تھا اوسکی
 موت کے بعد رفتہ رفتہ اوس سے تنگ قدیمی مالی میں جا گھسا جھانسنے کہ اوس نے
 اوس سے نکال کر سنبھالا تھا اور اوس سے پڑھ کر یہ کہ اوس کے مذہبی قواعد و ضوابط جو اس
 ایجاد کئے تھے اوس کے موت کے ساتھ ہی نیست و نابود ہو گئے۔ مسلمانوں کو تو اس
 کی کچھ پروا نہ ہوئی جب دود باد شاہ اوس کے بعد اور گزر گئے تو پھر متعصب اور غیر قوموں
 کی ایذا دہی کا جوش اٹھ کھڑا ہوا۔ اور جو اس بڑے دانشمند بادشاہ نے اچھی
 اچھی باتیں پیدا کی تھیں وہ سب مٹ گئیں اور اس خاندان کی اصلی قوت میں ضعف
 آجانے کے باعث ملک کی یہ حالت ہو گئی کہ ایک اور قوم یہاں حکومت

کرنے کے لئے آئے۔ اور اوس کی عدالت و انصاف کے قوانین اور عام مذہبوں
 کی آزادی کی رسم و آئین کو ہمیشہ کے واسطے بچہ زندہ کرے)
 (اوپر کے بیان میں میں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اکبر اون
 کاموں کے کرنے کی جو کسی کے نزدیک اچھے معلوم ہوتے ہوں وہ ان تک
 عبادت دیتا تھا کہ جہاں تک کسی دوسرے کی جان کو نقصان نہ پہونچتا ہو اوسکے
 اس قاعدہ کی بڑی مثال وہ معاملہ ہے جو اوس نے ہندوؤں کے سستی کی رسم کی نسبت
 برتا ہے۔ یہ بیان کرنا تو یہاں ضرور نہیں ہے کہ انگریزی میں سستی کے لفظ کا ترجمہ
 پاکدامن یا پارسا ہے نہ اس بات کے بتانے کی حاجت ہے کہ سستی اوس عورت کو کہتے
 ہیں جو اپنے شوہر کے نقش کے ساتھ زندہ جل مرے یہ رسم ہندوؤں کی ذمی عورت
 عورتوں میں اس قدر روتے چلاتا تھا کہ گویہ عورت کیسی ہی پاکدامن رہے اور
 عصمت و عفت کے ساتھ زندگی بسر کرے مگر اوس کا سستی نہ ہونا ہی بڑی بدنامی
 کی بات ہو گئی تھی تاہم زندگی تو بڑی عزیز اور پیاری چیز ہے۔ جب بیوہ یہ جانتی کہ
 میں اپنے نفس پر قادر ہوں کسی طرح میری پاکدامنی میں فرق نہ آئیگا اور ایک بدنامی
 کے خیال پر اپنی جان ضائع کرنا نہ چاہیئے تو کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کرتا تھا کہ شوہر کی
 چتا پر چڑھ کر جل مرنے سے نہایت درجہ کی نفرت ظاہر کیا کرتی تھی ایسی حالتوں میں
 اکثر یہ ہوا کرتا تھا کہ پروہت اوسکی آئندہ زندگی کے خطرات کو بیان کر کر کے اوسکو
 دھمکاتے اور ڈراتے یا اوسکو نیک نامی اور اچھے اخلاق کی نصیحتیں کر کر کے اوسکی

ہمت دلاتے اور اوسکو رصنا مندی کی گھاٹ پر لے آتے تھے۔ اور بیوہ کو سستی ہونا پڑتا تھا۔

اکبر کے مزاج میں تو بڑا رحم اور ترس خدا نے دیا تھا اوسے ان کاموں سے سخت نفرت تھی۔ اوس سے جہان تک ہوسکا اس رسم کو اوس نے روکا۔ راجپوتانہ کے راجاؤں سے جو اس رسم کے بجالانے کو نہایت ہی عورت کا کام سمجھتے تھے اور اکبر سے اس قسم کا ربط و ضبط اور میل و جول تھا اوس کی وجہ سے یہ نہوسکا کہ وہ اونکے اوس دستور کو جس کی عورت و تعظیم اون کے یہاں قدیم سے چلی آتی تھی دور ہوتے ہوتے جو ایک مذہبی لوازم اور قواعد کے طور پر ہو گیا تھا اس قدر روک دے کہ جو بیوہ اپنے دل کی خوشی سے برصنا و رغبت سستی ہونا چاہے تو وہ بھی سستی نہ ہو سکے۔ ایسی سخت ممانعت کے جاری کرنے کی پیشتر اوسے یہ ضرور معلوم ہوا کہ کچھ دنوں تک وہ نرم نرم اصول رفہ عامہ کے ان راجاؤں کے محلات کے رہنے والوں کے کان تک پہنچانا پڑے اور پھر اوسکے بعد بالکل ممانعت کر دے لیکن اس وقت بھی اوسنے ایک حکم جاری کر دیا۔ کہ اگر کوئی بیوہ سستی ہونے سے ذرہ بھی ناراضی ظاہر کرے تو ہرگز سستی ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔

اس باب میں اوسنے فقط الفاظ سے ہی کام نہ لیا بلکہ اپنے ہاتھ پاؤں بھی ہلائے۔ ایک مرتبہ وہ اجمیر میں تھا اوسے خبر آئی کہ جسے مل جوا اوس کا بڑا معتبر کارکن اور راجہ بہاری مل والی امیر کا بیٹی تھا جو امرائے بنگالہ کے پاس کسی

کام کو آکبر کی طرف سے جا رہا تھا چوسہ کے مقام پر مہر گیا آکبر اوسے اپنا بڑا عزیز سمجھتا تھا اور راجپوتانہ کے امرا میں سے آکبر کے پاس بھی امیر سرب سے پہلے آکر حاضر ہوا تھا اور اود وقت سے برابر نہایت خیر خواہانہ اوس کی خدمت کیا کرتا تھا اس کا بیاہ اود سے سنگھ رانا سے جو دہپور کی بیٹی سے ہوا تھا جو اپنی مرضی کی سخت پابند تھی۔ جب اوس کے شوہر کے مرنے کی خبر اوسے امبر میں پہونچی تو اوس نے نہایت اصرار سے کہا کہ میں گھر سستی ہونا نہیں چاہتی۔ بادشاہی قوا عد کے بموجب اوسے کامل حق حاصل تھا کہ وہ اپنی عقل سے کام لے سکے۔ لیکن جب اوس نے انکار کیا تو لوگوں نے ایسی دایا بچانی اور اود سے سنگھ اوس کے بیٹے نے جو ان لوگوں کا سر کردہ تھا ایسا شور کیا کہ اب اوسے زبردستی چٹا پر لے چلنے کا ارادہ ہو گیا اس بات کی خبر آکبر کو بھی پہونچ گئی۔ اور اوس نے اس ظلم کے روکنے کی کامل کوشش کی اور عین وقت پر جب کہ چٹا کی لکڑیوں میں آگ دیدی گئی تھی بادشاہی آدمی جن میں ایک حبیل کا چچا بھی تھا موقع پر پہونچ گئے۔ اور اود سے سنگھ کو اونہوں نے پکڑ لیا۔ اور مجمع کو منتشر کر کے رانی کی جان بچا دی۔

فیضی اور ابوالفضل سے علما اور آزادانہ خیالات کے آدمیوں سے آکبر کی صحبت رہا کرتی تھی اسلئے جو لوگ کہ علم کے سچے دوست ہوتے اور اوس کے حصول کا نہیں سچا شوق ہوتا تو وہ اونکی مدد کیا کرتا اور ان پر بڑی عنایت کرتا تھا۔ مگر جو لوگ کہ جہونی شیخی بگھارتے اور بیاکاری کرتے اون سے اوسے سخت نفرت تھی۔ اوسے یہ بات

بہت جلد معلوم ہو گئی تھی کہ اوسکے دربار کے مسلمان عالمون میں یہ دونوں نقص ضرور
پہنچے ہو کر تے ہیں۔ اور جب یہ بات اوسے پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تو وہ اُن سے
نفرت کرنے لگا۔ اور ارادہ کر لیا کہ جس طرح ہو سکے اُن کی جھوٹی شہینچان اُن پر
ظاہر کر دے۔

پروفیسر بلا کمین صاحب لکھتے ہیں کہ کسی شخص میں غرور و گھمنہ کو وہ کبھی رو نہیں
رکھتا تھا۔ اور اگر علم کے سبب کسی شخص غرور کرتا تو اسے سب سے زیادہ نفرت کی
نگاہ سے دیکھتا تھا اسی سبب سے لوگ فریاد کیا کرتے ہیں کہ وہ اہل علم کا دشمن تھا اور
علم کو پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر یہ بات غلط ہے۔

ہندوستان میں ایسا کوئی زمانہ نہیں آیا کہ جس میں اس سے زیادہ کوئی بادشاہ
سچا علم کا دوست پیدا ہوا ہو۔ ہمارے نزدیک تو ہندوستان کی موجودہ حکام کو بھی
اس بات میں اسی کی تقلید کرنا چاہیئے۔ اس کے دربار کے عالمون میں سے
ایک شخص خان اعظم مزارعہ زکو کہ اس کی پیاری دایہ کا بیٹا تھا جسکی تاج
دانی کے مقابلہ میں اس زمانہ کے لحاظ سے کسی دوسرے کا ملنا دشوار تھا۔ اور
ایک نہایت محققانہ طبیعت والا اور بڑے اعلیٰ درجہ کی لیاقتوں سے موصوف تھا
یہ شخص ایک مدت دراز تک تو دین اسلام کا بڑا گڑھا متعقد رہا۔ اور اکبر کے نئے
مذہب پر ہنتا اور فیضی اور ابوالفضل بہشتیان کہتا اور ایسے ایسے اوکے نئے نئے
نام چہاٹ کر رکھتا کہ جن کا وہ اپنے نزدیک اونکو بجا و عویدار سمجھا کرتا تھا۔ مگر اخیر

زمانہ میں اوستہ کمین مکہ معظمہ کے حج کا سفر و پیش آیا۔ مکہ معظمہ کے مشائخ نے اوستہ یہاں تک لوٹا کہ گویا کمال تک نوبت لی جس سے اوستہ کا دل خود بخود مسلمان سے افسردہ ہو گیا۔ اس لئے جب وہ اگرہ کو لوٹ کر آیا تو دین الہی کے معتقدین میں شامل ہو گیا یہ شخص بہت ہی اچھا شاعر تھا۔ اور دانشمندی اور اپنے کلام کی آسانی اور جلد فہم میں آنے کے باعث مشہور و معروف تھا اوستہ کے مقولوں میں ایک کھاوت اب تک مشہور چلی آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ۔

(آدمی کو چاہیئے چار بیدیاں کرے۔ ایک تو اون میں سے فارس کی عورت ہو کہ جو بات چیت اور گفتگو کرنے کے کام میں آوے۔ دوسری خراسانی ہو کہ وہ گھر بار کا کام کیا کرے۔ تیسری ایک ہندو لکائی ہو کہ بال بچوں کی خدمت اور اون کی پرورش میں مدد کرے۔ چوتھی ماوراء النہر (واقع ترکستان) کی ہو کہ باقی تین مذکورہ بالا کے ڈرانے کے لئے اوستہ کے نازیبا نہ ماروئے جایا کریں۔)

ایک اور شخص مرزا عبد الرحیم اوستہ کے تالیق بیہرام خان کا بیٹا بھی اوستہ کے ملازموں میں سے نہایت لائق و قابل جنگ اور اور نہایت فیاض اور کریم النفس سمجھا جاتا تھا اور اس لئے درازمک خانخانان کے معزز عہدہ پر ممتاز درہما تھا جو اس زمانہ میں کمانڈر انچیف کے عہدہ کے مشابہ اور مساوی ہے مگر اوستہ کی لیاقت جیسی میدان جنگ میں مانی جاتی تھی ایسی ہی علوم و فنون میں بھی مسلم تھی اوستہ نے ترک بابر کی کاڑھ میں کاٹھیک ٹھیک نام ابو الفضل کا رکھا ہوا خسر و نام

ترکی زبان سے فارسی بولی میں جو اوس زمانہ میں درباری بولی تھی کر کے اکبر کو دیا
 تھا۔ اسکے سوا اور بھی لکھتے ہی اس کے عہد کے عالم صاحب تصنیف گذرے ہیں
 نظم الدین احمد نے تاریخ طبقات اکبری لکھی ہے حسین اکبر کے عہد کے حالات
 کا بیان کیا ہے تاریخ الفی کے مصنفین ہی اوسی کے وقت میں تھے جنہوں نے
 اسلام کے عہد کے ہزار سال کی تاریخ پوری بیان کی ہے۔ اور اوس سب سے بڑھ کر عبدالقادر
 بدایونی پکا مسلمان بھی اوس کے زمانہ کا نامی گرامی مورخ ہے جس نے تاریخ بدایونی بنائی
 ہے اور کشمیر کی تاریخ کو صحیح کیا ہے اور اوس پر نظر ثانی کی ہے۔

قریب بدایونی بڑا مشہور و معروف شخص گذرا ہے۔ عمر میں اکبر سے دو سال بڑا
 تھا۔ اوس نے اپنے ابتدائی ایام طفولیت سے ہی اپنے زمانہ کی نہایت مشہور و معروف
 اور نیک کردار لوگوں سے طرح طرح کے علوم و فنون حاصل کئے تھے۔ اور تاریخ
 دانی اور علوم موسیقی اور نجوم میں بڑا صاحب کمال تھا اوس کی خوش الحانی کے باعث
 دربار میں نماز پڑھانے کے لئے امامت کا عہدہ اکبر نے دیا تھا۔ اور جمعہ کو نماز پڑھایا
 کرتا تھا۔ چالیس برس تک شیخ مبارک اور اوس کے بیٹوں فیضی اور ابوالفضل کے
 ساتھ وہ دربار شاہی میں رہا۔ مگر ان میں سچی دوستی نہ تھی۔ کیونکہ بدایونی ایک پکا مسلمان
 تھا اور انکو ہمیشہ متبع اور بدعتی خیال کرتا تھا۔ اکبر کے حکم سے اوس نے اہل
 سکرۃ زبان سے راماین کا اور نیز مہارث کے ایک حصہ کا ترجمہ فارسی
 زبان میں کیا ہے۔ اوس کی تاریخ کی کتاب جس کا تاریخ بدایونی کے نام سے ہم نے

اوپر ذکر کیا ہے اور جسے منتخب التواریخ بھی بولا کرتے ہیں اس سبب سے نہایت قدر کے قابل ہے کہ اس میں اکبر کے مذہبی رایوں کا اور نیز اس کے عہد کے اور مشہور و معروف دنیاوی گرامی لوگوں کے حالات کا تذکرہ ہے۔

یہ عالم اگرچہ اکبر کے مرنے سے گیارہ برس پہلے چکا تھا مگر اس کی بڑی کتاب تاریخ مذکور جسے اس نے نہایت احتیاط کے ساتھ چھپ کر لکھا تھا۔ اکبر کے زمانہ میں شائع نہیں ہوئی بلکہ جہانگیر کی سلطنت کا بھی کچھ زمانہ گزر چکا جب جاگر لوگوں میں اس کی شہرت اوڑھی۔ متعصب مسلمان جو اکبر کی نئی اور انوکھی باتوں کو پسند نہیں کرتے تھے اس کو نہایت قدر قیمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس وقت سے جس جس قدر اکبر کی نئی باتیں دنیا سے معدوم ہوتی گئیں اور بتدریج خیالات انسانی کی آزادی میں کمزوری اور مزامتیں پیدا ہونے لگیں اس قدر اس کتاب کی قدر دانی زیادہ ہوتی گئی۔ چونکہ آئین اکبری میں اکبر کے عہد کے بڑے اور چھوٹے سب طرح کے عالموں کا ذکر موجود ہے اسلئے ہمارے لئے یہاں اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ ہم ان لوگوں کے یہاں حالات بیان کریں جنہوں نے اکبر کے زمانہ میں اپنی لیاقت اور محنت اور علم کے جواہرات دکھا کر اس کے عہد کو فخر و مبارکات کے لائق کر دیا ہے لیکن علم و ہنر کی ترقی کے لئے جو اس بادشاہ نے کوششیں کیں اور توجہ مبذول فرمائی تھی البتہ اس کا کچھ ذکر کر دینا اس جگہ دیکھا نظر آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کو اپنے کتب خانہ میں کتابیں جمع کرنے کی طرف بڑی توجہ تھی۔ وہ دور دور کے

ملکوں سے کتابیں منگاتا اور ہندوؤں کے اصلی کتابوں کو جمع کرتا اور فارسی میں اس کے ترجمہ کرایا کرتا تھا۔ اس کتب خانہ کی نسبت آئین الکبریٰ کا مصنف بیان کرتا ہے کہ وہ کئی حصّوں میں منقسم تھا کچھ کتابیں مجلس اسے شاہی کے اندر اور کچھ حرم اس کے باہر رکھتی تھیں۔ پہر ان حصّوں کی اور بھی شقیں تھیں اور کتابوں کی قدر قیمت اور ان کے مصنفین کی دلچسپی کے لحاظ سے ان کی جدا جدا قسمیں قرار دی گئی تھیں۔

نشر کی کتابیں اور نظم کردہ ادب ہندی۔ فارسی۔ یونانی۔ کشمیری۔ عربی زبان کے نسخے سب الگ الگ رکھے گئے تھے۔ اور اسی ترتیب کے لحاظ سے ان کا معائنہ بھی ہوا کرتا تھا۔ تجربہ کار لوگ انہیں روزمرہ محال محال کر لیا کرتے اور بادشاہ کو پڑھ پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اور بادشاہ ایک کتاب کو ابتدا سے انتہا تک پتو جو تمام سنا کرتا تھا۔ جب پڑھنے والا پڑھ چکتا تو صفحہ کی تعداد کے موافق بادشاہ اپنے قلم سے کتاب میں ایک نشان بنا دیا کرتا تھا اور قاری جس قدر صفحہ سنا تا اسی کے انداز سے بادشاہ اس کو اسکوٹریفیان اور روپے انعام میں دیا کرتا تھا۔ نامی گرامی کتابوں میں سے بہت ہی کم کتابیں ایسی نکلیں گی کہ بادشاہی مجلس میں سنائی نہ گئی ہوں۔ سنیں ماضیہ کے تاریخی واقعات علوم و فنون کے عجائب و غرائب و فلسفہ کی دلچسپ باتیں کوئی بھی ایسی نہیں ہیں کہ جن سے ہمارا بادشاہ جس کا سلاطین عادل میں اوّل درجہ ہے ناواقف ہو۔ پھر اس مصنف نے کتابوں کی ایک فہرست لکھی ہے اور اس میں وہ کتابیں بتائی ہیں کہ جنہیں بادشاہ بہت پسند کرتا تھا۔ ان کا اوپر ہم ذکر بھی کر آئے ہیں۔

مین جانتا ہوں کہ مین نے اکبر کے زمانہ کے عالمن کا اور نیز علوم و فنون کا
 بخوبی بیان کر دیا۔ اور جو اثر کہ ان لوگوں سے اس کے عہد پر ہوا ہے وہ میرے بیان
 سے کافی طور پر ظاہر ہوتا ہے جب تک کہ فیضی اور ابوالفضل دونوں عالم بہائی و دندہ
 سے ہوں ان کا اثر بھی سب پر غالب رہا۔ بلکہ ابوالفضل کا اثر تو اس کے مرنے کے بعد
 بھی قائم رہا۔ کیونکہ اس نے جو بادشاہ کو سبق پڑایا تھا وہ ایسا تھا کہ اس سے اس کے
 اتقا کا جلی میلان اور بھی بچتے ہو گیا تھا ان دونوں بہائیوں کے جو پیارے اصول
 تھے وہ ایسے تھے کہ اکبر کی طبعی میلان کے موافق تھے اور نہایت درجہ کے مفید
 اور رفاه عام پر مبنی تھے کسی کی رائے اور خیال سے اس میں عداوت کا نام نہ تھا
 اور عدل و انصاف کے کرنے میں قوم و ملت کی کوئی تفریق نہ تھی۔ ان کے
 اصولوں سے سب کے سب یکساں تھے۔ اس ملک کے باشندوں کی گردن پر
 جو بوجہ لدے ہوئے تھے وہ ان سے ہلکے ہوتے تھے۔ اور مخلوق کی تمام طبقات
 کے مقاصد ملکہ ان اصولوں سے متحد ہو جاتے تھے۔ ان میں خواہ راجپوت
 راجا ہوں جو اپنے قدامت پر بڑا فخر کرتے اور مسلمان حملہ آوروں کو ذات سے ادھیا
 اور میگنا تصور کرتے تھے یا اذبت اور تغل سردار ہوں جو فتح بندی کی بنا پر اس ملک
 پر اپنے ہی ملک کا حق جتاتے اور یہاں کے باشندوں کو غلامی کے قابل
 سمجھتے تھے یا افغان نسل کے لوگ ہوں جنہوں نے یہاں سکونت اختیار کر لی
 تھی اور چار سو برس یہاں اپنی بے سنے اور ملنے جلنے کے باعث یہیں کے باشندے

بن گئے تھے۔ یا یہاں کے اصلی باشندے ہوں جو حکام کی مہربانی کی نظر اور
اچھا برتاؤ دیکھ کر ہمیشہ حکم برداری کے لئے موجود رہتے تھے ان دونوں بہائیوں کے
اصولوں سے ان تمام طبقات کے آدمی ملکر شیر و شکر ہو سکتے اور ایک دوسرے
کے مقاصد کو ایک ہی یقین کر سکتے تھے۔

مگر ایک طبقہ ایسا تھا کہ اوس کا راضی کر لینا غیر ممکن تھا۔ وہ اون مسلمان سرداروں
کا گروہ تھا جنکے خاندان یہاں ہندوستان میں پہلے حکومت کر چکے تھے اور جنکے
دل میں لو لگی ہوئی تھی کہ ہم بھی کسی وقت یہاں کے بادشاہ ہو جائیں گے۔ اور جنگالہ اور
اور بہار اور نیز مغربی ہندوستان کے کتنے ہی حصوں میں ابھی تک برسر حکومت
تھے اور بڑی فوج و سپاہ کے مالک ہو رہے تھے۔ اور اپنے آپ کو اکبر سے بھی
بڑے اعلیٰ درجہ کے اقباب کا مستحق تصور کرتے تھے۔ اور اس بات کو نہیں
سمجھتے تھے کہ جب اونکے باپ دادا دے دنیا میں موجود تھے اسی وقت اکبر ایسے کام
کر رہا تھا کہ جس سے اس ملک میں اوس کی حکومت کی جڑاں استحکام کے ساتھ جمتی جاتی
تھی۔ اس ناواقفی کے باعث وہ لوگ اکبر کے دعادی کو تسلیم نہیں کرتے اور اوس
بمقابلہ پیش آتے تھے چنانچہ اکبر نے اونکے راضی کرنیکی جس طرح کوشش کی اور
اور جسطرح اونکے اوصناع و اطوار نے اکبر کو اونکے اخراج پر مجبور کیا اوس کا ذکر
ہم اپنی کتاب کے پچھلے باب میں بیان کر آئے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔
اب میں اس امکاں میں کرتا ہوں کہ ان رفقاء عامہ کے اصولوں نے جو اکبر کے

فطرتی اور ذاتی تھے اور جنہیں فیضی اور ابوالفضل کی فیض صحبت نے استحکام اور استوار کی
 بخشی تھی اوس نظم حکومت پر کیا کیا اور کسطرح اثر کیا جو اس مصلح مزاج اور اصلاح
 پسند بادشاہ نے جاری کیا تھا اسی باب کے کسی صفحہ میں میں نے اس بادشاہ کا
 خود اپنا بیان نقل کیا ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی حکومت کے زمانہ میں ایک
 مرتبہ برہمنوں کو مسلمان ہونے کے لئے مجبور کیا تھا چونکہ اکبر خود ہی ایسا بیان کرتا ہے
 اس لئے یہ واقعہ تو ضرور ہوا ہوگا۔ مگر کہیں زبردستی مسلمان کرنے کا حال تاریکوں میں
 لکھا نظر نہیں آتا غالباً یہ واقعہ اوس وقت کا ہو گا جب کہ اکبر چھوٹا تھا اور میراج خان
 ملک کے کاروبار کو دیکھتا تھا اور اسی کے ہاتھ میں سارا اختیار تھا کیونکہ جب سے کہ
 اوسے سلطنت کی حکمرانی اپنے ہاتھ میں لی اور میراج خان کو جو مختار کل ہو رہا تھا
 مکہ معظمہ جانے کی اجازت عطا کی تب سے اوسے اپنا یہ قاعدہ مقرر کر لیا تھا کہ ہندو اور
 مسلمان کو بلا امتیاز قومیت سرکاری عہدوں پر برابر مامور کرے اور پھر اس قاعدہ سے
 ماوام الحیات اوسے تجاوز نہ کیا۔ جو وقت اکبر الکیس برس کی عمر کا تھا اور اوسکوسات
 برس تخت نشین ہوئے گزرے تھے اوسے پرانے دستور کو موقوف دیا کہ جس
 فاتح قوم والے مفتوح قوم کے جو راجے اور متعلقین کو قید کر کے غلام بنا لیتے یا
 فروخت کر دیا کرتے تھے دشمن کا کیسا ہی تصور کیوں نہ ہوتا اوسکے عیال و اطفال کو
 اس بادشاہ کے حکم کے بموجب کامل اجازت تھی کہ چاہے تو وہ اپنے خاص گھرنے
 میں رہتے یا اپنے اپنے رشتہ داروں کے پاس جہاں چاہتے وہاں چلے جاتے

تھے۔ کوئی شخص چاہے امیر کبیر ہو یا غریب و فقیر کا درجہ رکھتا ہو غلام کو نہیں بنایا جاتا تھا۔ وہ نیک مزاج بادشاہ کہتا تھا کہ اگر کسی شخص نے کوئی بُرا کام کیا تو اس کی بیچاری بی بی نے کیا قصور کیا ہے اور اگر کسی شخص کے باپ نے بادشاہ سے بغاوت کی ہو تو اس کے بچوں کو ملامت یا بُرا بہلا کہنے کا کیا سبب ہے، لَا تَنْزِرُوا زُرْعَہٗ وَزُرِی اُخْرٰی۔

فقط اسی بات پر اس نے قناعت نہ کی بلکہ اور خرابیوں کی اصلاح کے واسطے بھی بڑے جوش و خروش کے ساتھ اسے ایسے ہی نیک اور عمدہ قوانین جاری کئے جس سے اس کی دوراندیشی اور دور بینی بخوبی ثابت ہوتی ہے اسی کے دوسرے ہی سال شہہ جلوس میں اکبر نے ایک محصول کے موقوف کرنے کا ارادہ کیا مگر پھر اس محصول کی بڑی آمدنی تھی۔ مگر اکبر کے نزدیک اس کی ہندو رعایا کو مذہباً نہایت ناگوار گزرتا تھا۔ دنیا میں کسی ملک کے آدمی اپنی عبادت گاہوں کو اس قدر سفر نہیں کیا کرتے جس قدر ہندوستان میں ہندو جاترا کیا کرتے ہیں۔ ان کے متبرک مقامات اور مقدس مندر ہندوستان کے ہر ایک صوبہ میں موجود ہیں اور ہر مقام کا مندر کسی خاص دیوتا کے نام سے موسوم ہے اور اس کی کوئی مخصوص خاصیت مانی جاتی ہے جو دوسرے دن میں نہیں ہوتی۔ ان جاتروں کے سفر اکثر بڑے لمبے اور نہایت سخت ہوا کرتے ہیں اور جقدر لمبے ہوتے ہیں اسی قدر اون کو اون سے غائب کی امید ہوا کرتی ہے مغلوں سے پہلے یہاں جو افغان نسل کے بادشاہ

تھے اونھوں نے ہندوؤں کی ان جاتراؤں کو اپنی آمدنی کا ایک بہت بڑا اور
 دوامی ذریعہ سمجھ رکھا تھا اور اس سبب سے تمام جاتریوں پر ایک محصول لگا چھوڑا تھا
 اور انکی مقدرت کو تحقیق کر کے یا اون کی دولت مندی کی شہرت کے لحاظ سے ایک
 شخص سے ایک خاص تعداد محصول کی لیا کرتے تھے۔ ابوالفضل لکھتا ہے کہ اس
 محصول سے بڑی آمدنی ہوتی تھی لاکھوں روپیہ ہر سال شاہی خزانہ میں داخل ہوا
 کرتا تھا۔ مگر وہ بڑی بہاری دل شکنی کا باعث تھا۔ ہندوؤں کے نزدیک جاترا کرنا
 ایک مذہبی فرض ہے یا اونکے برہمن گرو اور پردہت کے کہنے سے لازمی خیال
 کیا جاتا ہے اسلئے جب وہ لوگ اپنے جسموں کو نہایت بڑی بڑی تکلیفیں دیتے
 اور اپنی بدیون سے زمین کو ناپ تاپ کر جاترا کرتے اور سیکڑوں میل تک
 چلے جاتے تو کہتے تھے کہ کوئی وجہ نہیں ہے جس سے سرکار بہمن اس کام پر طبعی
 ہی اور ہم سے محصول لیتی ہے۔ اکبر کی ہندو رعایا کے خیالات اس کے قانون تک
 بہت جلد پہنچ گئے۔ مگر جن لوگوں نے کہ ایسی آمدنی کو صرف ایک بڑا سہل الحصول
 ذریعہ خیال رکھا تھا وہ کہنے لگے کہ جاترا کرنا ہندوؤں کا ایک بیہودہ خیال ہے جسے
 وہ چھوڑنا نہیں پسند کرتے اسلئے یہ آمدنی یقینی اور ہمیشہ کے لئے ہے اگر اسے
 موقوف کر دیا جائے تو خزانہ کی آمدنی میں بڑا نقصان ہوگا۔ اکبر نے کہا کہ بیشک
 یہ محصول اونکے بیہودہ خیال پر لگایا گیا ہے اور ممکن ہے کہ کوئی نہ کوئی ہندو جاترا نہ کرے
 اور گھر پر محصول کے دینے سے بچ بھی جائے۔ مگر جبکہ جاترا کرنا ہندوؤں کے

نہ ہی فرایض میں داخل ہے اور ہندو اسے قادر مطلق کی عبادت خیال کرتے ہیں تو پھر یہ تو بہت بڑی بات ہے کہ اس عبادت کی بجائے اور یہی کے وقت جسے وہ خدا کا حکم سمجھتے ہیں ایک ذرہ سے بھی مزاحمت روا رکھی جائے اس لئے اسے اس محصول کو بالکل موقوف کر دیا۔

اسی طرح اکبر نے مجزیہ کی نسبت کیا جو مسلمان بادشاہوں نے غیر مذہب والوں کے ہر ایک آدمی پر جدا جدا لگا رکھا تھا۔ ہندوستان کے افغانی نسل کے بادشاہوں نے جب ہندوستان کو فتح کیا تو ابتدائی زمانہ میں یہ محصول لگایا تھا۔ ایسا محصول کبھی کوئی نہیں لگایا گیا ہے جس سے دینے والوں کو اس سے اسکے برابر سچ گذرا ہو۔ اور اس سے ایسے آزاد ہوئے ہوں اور نہ کبھی نوع البشر کو جبر نقدی کے عمل میں لانے کا ایسا موقع ملا ہے جیسا کہ اس محصول کے وصول کرنے میں ملاتا تھا اگر کوئی شخص قحط اس محصول کی کارروائی کی ہی تاریخ پڑھ لے تو اس سے وہ اسباب معلوم ہو جائیں گے کہ اکبر سے پہلے جو بادشاہ گذرے وہ ہندوستان کے باشندوں کو کیوں اپنا دوست نہ بنا سکے اور اس میں بالکل عاجز رہے۔ تاج فیروز شاہی کا مصنف لکھتا ہے کہ جب دیوان کا عامل آیا یا تحصیلدار جا کر ہندوؤں سے جزیہ طلب کرتا ہے تو وہ دیکر اور ذلیل ہو کر اسے ادا کر دیتے ہیں۔ اور اگر عامل چاہتا ہے کہ اس کے منہ میں تھوکرے تو وہ ہرگز ذرہ بھی چھوٹ اور ناپاکی کا اندیشہ نہیں کرتے اور منہ کھول دیتے ہیں تاکہ عامل اگر چاہے تو اس کے منہ میں تھوکر سکے۔ اس قسم

کی تذلیل اور منہ و دین میں تھوک دینے کا مقصد یہ تھا کہ کافر عایا کی اطاعت کا جو مسلمانوں کی حمایت میں ہے اظہار ہو جائے اور اسلام کے جاہ و جلال میں جو خدا کا سچا دین ہے ترقی ہو اور ادیان باطلہ کی تحقیق و تذلیل سب لوگ جان جائیں مجھے اس امر کی بحث کرنے کی تو یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ان عمدہ داروں کی ایسی کارروائیاں سچے اسلام کی بالکل مخالف ہیں۔ اور نہ یہ کہنا ضرور ہے کہ اگر کسی مذہب کی ناجائز فدا روں اور متعصبوں نے اپنے مذہب کی بجا جوش کا اظہار کیا ہے تو اسے ضرور اس کے بڑے نتائج اور ہٹا پڑے ہیں۔ اور اسلام کو بھی یہ نقصان اور مذہبوں کی طرح سے اونٹنا پڑا ہے بلکہ اس خلاصہ سے یہ بات دکھانا منظور ہے کہ جو بادشاہ عموماً مذہب اور روشن منہ نہیں ہوتے تھے ان کے اعمال اور کارندوں کو مذہب کے نام سے جسکے سچے عقاید کو وہ اپنے اسطرح کے افعال سے بدنام کیا کرتے تھے تو اہم مفتوحہ پر کہاں تک ظلم کرنے اور انہیں کہاں تک ذلیل کرنیکی گنجائش ہوتی تھی۔

اکبر نے صرف اسی بات کو ہی نہیں تار تار لیا کہ اس قسم کے محصول وصول کرنے میں ایسی ایسی خرابیاں پیدا ہو جایا کرتے ہیں بلکہ وہ یہ بھی جان گیا کہ ایسا محصول رعایا پر لگانا ہی بڑا ہے۔ اسے تو کافر کے لفظ سے ہی نفرت تھی وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ کوئی اس بات کا یقین نہیں کر سکتا کہ میں ہی راہ راست پر ہوں۔ وہ جانتا تھا کہ سب مذہبوں میں کوئی نہ کوئی اچھی بات ضرور ہوا کرتی ہے اسلئے اگر کوئی شخص اپنے

دل سے کسی مذہب کو اچھا سمجھ کر اختیار کرے تو اسوجہ سے اس پر محصول لگانا ہی ناجائز ہے اس سبب سے اس نے اپنے فلسفہ جلوس کی ابتدا ہی میں صرف اپنی ہی رائے صائب سے قبل اس سے کہ وہ دونوں نامی گرامی بہائیوں فیضی اور ابوالفضل میں سے کسی کی صحبت سے فیض اٹھائے ایک فرمان جاری کیا۔ اور جزیہ کو یک قلم موقوف کر دیا جسکے بعد ہندوستان میں اس وحدہ لاشریک ازلی اور ابدی کے زور و دین و ایمان کے خیالات میں سب کے سب یکساں عملدرآمد کرنے لگے اور مذہبی امورات کے بحالانے میں کسی کو کچھ خدشہ باقی نہ رہا۔

اکبر نے ہندوؤں کے ساتھ جو جو سلوک کئے وہ ان محصولات کے معاف کر دئے ہی پر محدود نہ تھے جن سے اونکے مذہبی خیالات پر بڑا ہی ناگوار بوجھ پڑتا تھا۔ بلکہ اس نے اس کی کوشش بھی کی تھی کہ مخلوق کے خوش حالی اور عیش و راحت کے حاصل کرنے میں جو جو چہر تین ہین وہ بھی دور ہو جائیں۔ پھر اس نے اس کوشش میں اپنے اقتدار شانہ اور حکومت کو حتی الامکان ہرگز دخل نہ دیا تھا۔ یہ تو میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ سنی کے مقدمہ میں اس نے کیا کیا کیا تھا۔ اسی معاملہ کے قریب قریب بیوگان کے ازدواج ثانی کا معاملہ ہے جسکی طرف اس نے لوگوں کو بڑی ہی رغبت دلائی تھی۔ پھر اسی تحریریں و ترغیب پر ہی قناعت نہ کی تھی۔ بلکہ ایک فرمان جاری کر دیا تھا کہ میواؤں کا کرشادی کر دینا قانوناً جائز ہے۔ اور اسی اصلاحوں کے ساتھ اس نے اون شادیوں کو منع بھی کر دیا جو ایام بلوغ سے پیشتر کی جائیں۔ اگرچہ عقلمند

ہندو اس بات کو بڑا بڑا بتلایا کرتے ہیں مگر یہ رسم نہ صرف اوسے زمانہ میں اس قوم میں نہایت درجہ مروج تھی بلکہ اس وقت بھی برابر چلی آتی ہے۔ اسی طرح سے اوسے قربانی کے واسطے جانوروں کا مارنا بھی منع کر دیا تھا اور ایسی قسموں اور شیطون کی تصدیق کی بھی ممانعت کر دی تھی جن کا امتحان خطرناک چیزوں سے کیا جاتا تھا۔ پھر سچی ہنہیں کہ ہندوؤں ہی کی نسبت اوسے ایسی توجہ ظاہر کی تھی وہ اوس دین ڈالو۔ نیکی اصلاح میں بھی کم توجہ ہنہیں کرتا تھا۔ جن میں کہ وہ خود پیدا ہوا تھا مگر اوس نے اون کی اصلاح کا طریقہ دوسرا رکھا تھا۔ وہ اپنے آپ سے کام کرتا کہ وہ اوسے دیکھ کر سیکھیں اور ہنہیں سمجھاتا اور اونہیں لعنت ملامت کرتا لیکن کبھی کسی کام کرنے کا حکم نہ دیتا اور مجبور نہ کرتا تھا۔

اوسے اونہیں رغبت دلانی کہ نماز روزہ میں حد سے زیادہ مشغول نہ رہا کریں اور حج و زکوٰۃ ضرورت سے زیادہ نہ کریں مگر ان کاموں سے اونہیں منع نہ کیا۔ یہہ کام ایسے ہیں کہ جن میں ہر ایک شخص کا خیال جدا ہوا کرتا ہے۔ کوئی سچے دل سے یہ کام کیا کرتے ہیں اور کوئی جھوٹے ہوتے ہیں مگر اگر بخوبی جانتا تھا کہ ان لوگوں میں جو بڑے عابد زاہد کھائی دیتے ہیں اکثر صرف ظاہر پرست اور ریاکاری کا لباس پہنے ہوا کرتے ہیں۔ وہ یہ بات بھی جانتا تھا کہ انسان کو اپنا وقت ظاہری عبادت میں اور دکھانے کیلئے بڑی لمبی نمازوں اور وظائف میں ضائع کرنے کے بجائے اور بہت سے ایسے کام ہیں کہ جن میں لگانے سے اوسے فائدہ پہونچ سکتا ہے جتنے

کی رسم کی تو مسلمانوں کو کسی طرح ممانعت نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر اکبر نے انہیں اتنا سمجھا دیا کہ یہ رسم اس وقت تک نہ کیا جائے کہ لڑکے کی عمر بارہ برس کی نہ ہو جائے۔ پھر اوسے ہندوؤں کو راضی کرنے کے لئے مسلمانوں کو رعیت دلائی کہ گائے فوج نہ کیا کریں۔ برخلاف اسکے اوسے کہدیا کہ خنزیر کا مارنا اور اوسکے گوشت کا لین دین منع نہیں ہے کتوں کو مسلمان نجس اور ناپاک جانتے ہیں اور ابھی تک بھی پکے مسلمان انہیں ایسا ہی خیال کیا کرتے ہیں۔ اکبر نے کہدیا کہ وہ پاک و صاف ہیں۔ شراب خواری مسلمانوں کے یہاں ممنوع ہے۔ اکبر نے اوسے حد اعتدال تک پینے کے واسطے جائز قرار دیدیا۔

۱۵۹۲ء میں جب کہ اکبر کی سلطنت کا اخیر زمانہ تھا اوسنے ڈاڑھی منڈانے کا دستور نکالا۔ جس سے اوسکے دربار کے متعصب فریق کو سخت رنج پہونچا۔ استرہ کے کامن لانے اور بال منڈانے کے فوائد جو ہندوستان سے گرم ملک میں ہو سکتے ہیں وہ اس قدر برتن ہیں کہ دلیل کے محتاج نہیں لیکن اکبر نے ڈاڑھی منڈانے کے لئے کسی پرزور دستی نہیں کی۔ تاہم اس حکم کی تعمیل اور عدم تعمیل دربار شاہی میں بڑی گہری لگا ہوں سے دیکھی جاتی تھی۔ پکے مسلمانوں کے نزدیک بہت ہی کم چیزیں ایسی بری ہیں جو ڈاڑھی منڈوانے سے زیادہ نفرت انگیز سمجھی جاتی ہوں اوس زمانہ میں بھی اوس سے ایسی ہی نفرت تھی اور اب بھی مسلمان اوسے ایسا ہی برا سمجھے ہیں۔ جب اکبر نے ڈاڑھی منڈوائی لوگوں نے بہت کچھ شکایتیں اور سرگوشیاں

کین اور جیسے چھپے لوگ۔ اوس سے منتفر ہو گئے۔

اکبر کی اور فطرتی میلانوں میں سے اوسکے رشتہ داروں سے بڑی الفت کا کرنا کبھی تذکرہ کے قابل ہے۔ ایک اوس کا رضاعی بہائی تھا جو اوسے صند اور ہٹ کر کر کے آزدہ کیا کرتا تھا جب کبھی اکبر اوس کوئی ضعیف سی ہی سزا دیا کرتا تھا تو لگا کر تھا کہ میرے اور عزیز کے درمیان ایک جو شیر بہا کرتی ہے جسے بن جو بنیں کہ سکاینی اوسے دود کی شرکت کی وجہ سے سزا نہیں دے سکتا ہوں ان الفاظ سے جو مضمون مترشح ہوتا ہے وہ اکبر کے اوس تمام معاملات میں دکھائی دیتا ہے جو اوسے اپنے متعلقین سے پیش آتے تھے۔ اگر کوئی ایسا معاملہ نہ حادث ہوتا جسکی اصلاح غیر ممکن ہوتی یا کسی بے گناہ کے خون سے اوسکے ہاتھ رنگین نہ ہوتے تو باقی تمام امور ات میں وہ اوس سے بہ نرمی و ملاطفت و کث وہ دلی سے پیش آتا اور اوس کو پھر اپنا بنا لیتا تھا۔ وہ اس کو پسند کرتا تھا کہ اوسکی خطائیں معاف کرے اور پہلے کی طرح اپنی حالت پر اوس نہیں برقرار رکھے اور کی طرح اوس پر بے اعتباری نہ کرے۔ اور اگرچہ ان اچھے صفات کے کام میں لانے سے اوسے کبھی کبھی دھوکے بھی ہوتے تھے مگر پھر بھی وہ اخیر کو ایسا ہی کرتا تھا وہ اپنے باپ کا اچھا اور سپوت بیٹا تھا اور اپنے بیٹوں کی الفت اور محبت سے مسرور رہتا اور اپنے بیٹوں پر حد سے زیادہ شفقت اور پیار کرتا تھا۔

اوس کے بیٹوں کے لئے یہ بڑی قیمتی کی بات ہوئی کہ وہ باپ کی دولت و امارت کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اسی سے اوسہیں نقصان اٹھانا پڑے

اوس کا ایک بیٹا شاہزادہ دانیال تھا جو بڑا ہی ہوشیار معلوم ہوتا تھا۔ مگر چونکہ اوس کے چار و نظرف اقسام اقسام کی دلکش اور شہوت انگیز چیزیں موجود تھیں اور اوس کے نگران اور استاد اوس سے نہ روکتے تھے اس لئے اوس سے قبل از وقت گورکامنہ دیکھنا پڑا۔ یہی حال شاہزادہ مراد کا ہوا۔ رہا جہانگیر جو اوس کے بعد بادشاہ ہوا اوس کا مزاج اکثر بالہ تنہین باپ کے بالکل برعکس تھا۔ اکبر کے عہد حکومت کے اخیر زمانہ میں اس بیٹے نے ایسے کام کئے کہ جو اس مغلیہ خاندان کے شانہ و دون کا ایک شیوہ ہو گئے یعنی اوس نے اپنے باپ کے حسین حیات ہی جس کے دوست دلی اور خیر خواہ مصیعی ابو الفضل کو اوس نے قتل کر دیا تھا چاہا کہ خود بادشاہ بن جائے اور ملک کا مالک ہو جائے۔ اس وقت جو اکبر نے صبر و تحمل کیا اور جیسے اپنے نالایق بیٹے سے اچھا سلوک کیا اوس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں پائی جاتی۔

پھر اکبر ظلم و ستم سے نہایت نفرت کرتا اور فرائض منصبی کی بجا آوری کو ایسا ہی ضروری سمجھتا تھا کہ جیسے کوئی اپنے خلاق مطلق کی عبادت کو فرض جانتا ہو۔ اس معاملہ میں وہ چھوٹے بڑے کا کچھ فرق نہ کرتا سب کو یکساں نظر سے دیکھتا۔ اور اسی پر قناعت نہ کرتا تھا کہ اس قسم کے احکام جاری و نافذ کئے جائیں بلکہ وہ اون کی تعمیل اور عملدرآمد کو بھی دیکھتا اور جانتا تھا۔ اور اگر کامیابی نظر نہ آتی تو اوس کی تکمیل بھی کرتا تھا۔ اور اپنی رعایا میں سے ہر ایک قوم پر جو اثر پڑتا اوس پر اچھی طرح سے غور کرتا تھا۔ اسی آدمیوں کی لیاقت کی شناخت میں صرف اپنی ہی رائے پر اطمینان

ہوتا تھا۔ اوسکے عمدہ قیافہ شناس ہونیکو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ ابو الفضل کہتا
 ہے کہ وہ لوگوں کی لیاقت کو ایک نظر میں پہچان جاتا ہے اس بات کو لوگ یہاں تک
 اوسوقت تسلیم کرتے تھے کہ عبدالقادر بدایونی بھی اس بات کو مانتا ہے اور اپنی
 عادت کے بموجب ہندو لکھو بھارت طعن و تشنیع یاد کر کے کہتا ہے کہ اکبر کو مخلوق کے
 باطن کے حالات معلوم کرنے کی قدرت جو گیون سے حاصل ہوئی ہے (جو ہندو
 تشنیا کر نیے والوں اور جادو گردن کا ایک فرقہ ہے) گواکھ بڑانیک مزاج اور رفاه
 عام کے کاموں کی طرف بڑا متوجہ تھا مگر عقاید باطلہ اور توہمات و اہیہ سے خالی نہ تھا
 وہ ایام کی سعادت اور خواست کا معتقد تھا کسی دن کو اچھا اور کبھی بد سمجھتا تھا۔ سطر
 بلا کمین کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد اس نے زردشتی مذہب کے لوگوں کے ملنے جلنے سے
 سیکھا ہوگا۔ اسی مذہب والوں کا ایسا اعتقاد ہوا کرتا ہے۔ اوسکے دربار والے خصوصاً
 وہ لوگ جو چیمپے چیمپے اوسکے مذہب کی انوکھی باتوں کے مخالف تھے کہا کرتے تھے
 کہ اوس کی خوش نصیبی اور رخصتا مندی کے باعث سے اوسکو ہر جگہ فتح ہوا کرتی ہے
 چنانچہ بدایونی لکھتا ہے کہ ”ارشاہ اپنے معمولی خوش نصیبی اور اقبال کے باعث اپنے تمام
 دشمنوں پر غالب رہا کرتا ہے“ حالانکہ یہ بات نہ سچی بلکہ اوسکے فتوحات اور کامیابیوں
 کا سبب یہ تھا کہ وہ اور اوسکے مشیر نہایت غور و خوض سے آئین و قوانین بناتے
 اور جانچ لیتے کہ اوس سے ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔ پھر بادشاہ قوانین کے عمل کرنے
 کی ذرہ ذرہ سبب بات کو دیکھتا اور اوس پر نہایت ہی توجہ کرتا تھا اور یہی وجہ اوس کی

کامیابی کی تھی

اوسے سیر و شکار سے دل بہلانے کا بڑا شوق تھا۔ خصوصاً شکار میں اوس کا جی بہت لگتا تھا۔ مگر جب اوس کا وہ بیٹا پیدا ہوا کہ جو اوس کے بعد تخت و سلطنت کا مالک ہوا ہے تو اوسے جمعہ کے دن شکار کرنا سوقوف کر دیا تھا۔ اگر ہم جہانگیر بادشاہ کے بیان کو تسلیم کر لیں تو اس کی وجہ یہ معلوم ہو سکتی ہے کہ اکبر نے جہانگیر کی پیدائش کے وقت منہ مانی تھی کہ اگر جہانگیر کی ماں اس مشکل سے بصحت و سلامتی نجات پا جائے تو وہ جمعہ کے دن کبھی شکار نہ کہلیگا۔ چنانچہ اوس نے مادم الحیات جمعہ کے روز شکار نہیں کہلیا۔ اس امر کے ثبوت کے لئے توہیت سی شہادتیں موجود ہیں کہ اکبر نہ صرف نغمہ و سرود کے سنے کا ہی بڑا شائق تھا بلکہ اوسے خود بھی گانا بجانا چھاتا تھا۔ وہ

خوارزم کے قدیمی سُرون کو پسند کرتا تھا۔ ابوالفضل لکھتا ہے کہ اوس نے دوسو سے زیادہ سُرخود ایجاد کئے تھے جنہیں جوان اور بوڑھے سُکر نہایت خوش ہوتے تھے۔ پھر اوس کی کتاب میں لکھا ہے کہ بادشاہ کو علم موسیقی میں اتنا بڑا دخل ہے کہ بڑے برے تعلیم یافتہ موسیقی دان بھی اوس کے مقابلہ میں چیخ رہیں۔ ہر روز دربار میں گانے بجانے کی محفل گرم رہا کرتی تھی جس کی کہ شرفی ممالک کے بادشاہ ہر ایک زمانہ میں بڑے شائق اور نہایت مشتاق رہے ہیں۔ اکبر کو خدا تعالیٰ نے ایجاد و اختراع کے واسطے بھی بہت ہی اچھا ذہن عطا کیا تھا۔ انہیں اکبری میں اوس کے اختراعات کا ذکر لکھا ہے کہ کیسی اوس نے ایک گاڑی اولیٰ یک پہیا بند و قون کے صاف کرنے کے لئے

اور ہاتی کی جھول ایسا دکھائی تھی۔ اور اسکے سوا افواج شاہی اور گولنڈازوں کے لباس میں کیسی کیسی اصلا حین عل میں لایا تھا۔

اکبر اپنے کہانے پینے میں نہایت سیداسادہ تھا۔ دن بھر میں صرف ایک ہی وقت کھانا کھاتا تھا۔ گوشت کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اور اکثر ایسا ہوتا کہ مہینوں تک اسے جنین کھانا تھا۔ اوسکو میوہ اور پھل پیلا رہی کا بڑا شوق تھا۔ اور اس کے کاشتکار اور بونے کے طریق بھی اوسنے سیکھ لئے تھے۔ ابو الفضل کہتا ہے کہ وہ فواکہ کو خلاق عالم کی ایک عظیم نعمت سمجھتا تھا۔ اور ایران و ایران سے باغبان اور کاشتکار بلا کر آگرہ اور فتحپور سیکری میں آباد کئے تھے۔ خربوزہ اور انگور وہاں کثرت سے اور نہایت اچھے ہوتے اور تربوز بادام پرست۔ انار وغیرہ ہر جگہ با فراط پائے جاتے تھے۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ کابل۔ قندہار۔ کشمیر۔ بدخشان اور سمرقند تک سے میوہ بکثرت آیا کرتا تھا۔ آئین اکبری میں ان میوؤں کی ایک طویل فہرست لکھی ہوئی ہے ناظرین میں سے جو لوگ کہ ہندوستان کے حالات سے واقف ہیں وہ اوسکو پڑھ کر دلو خوش کر سکتے ہیں۔ یہ بات ایک بڑی توجہ کے قابل ہے کہ ہندوستان میں شیریں میوہ جات میں اوس زمانہ میں بھی کام کو ہی تسلیم کیا ہے اور اوس پہل کو رنگ مرزہ اور خوشبو میں بے نظیر بتلایا ہے اور لکھا ہے کہ بعض ایران و توران کے شکم پرست اوسے خربوزہ اور انگور سے بھی بڑھ کر سمجھتے ہیں۔

کچھ تھوڑا سا حال میں اکبر کے عادات و اطوار کی نسبت بھی لکھتا ہوں اور

بتلاتا ہوں کہ جب وہ اگرہ اور فتحپور سیکری میں ہوتا تھا تو وہ معمولی ایام میں اپنی اوقات
 کس طرح بسر کیا کرتا تھا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ رات کو وہ بہت دیر تک بیدار ہا کرتا تھا
 اور شام سے لیکر صبح کی ابتدا تک برابر رات کو گفتگو اور بحث مباحثہ میں صرف کیا کرتا تھا
 اور ابو الفضل کے قول کے بموجب رات بھر بھی ہوتا رہتا پھر جب صبح ایک ساعت
 دن نکلنے کو باقی رہتی تو منہ بڑبڑ و قوال دربار میں آتے اور بادشاہ کو گانا سناتے تھے
 دن نکلنے ہی بادشاہ اپنے خاص کمرون میں چلا جاتا۔ اور ہاتھ منہ دھو کر اور لباس لکر
 قریب ایک گھنٹہ کے بعد پھر اموچہ ہوتا کہ اہل دربار اگر اس کے سلام سے مشرف ہوں
 پھر دن کا کام شروع ہوتا اور غالباً یہ کام اکثر دوپہر ہونے سے قبل ہی ختم ہو جاتے
 تھے۔ کیونکہ اس وقت اکبر کا دسترخوان چننا جاتا جس کا دن رات میں صرف
 اسی وقت ایک ہی مرتبہ معمول تھا۔ مگر کوئی خاص گھنٹہ مقرر نہ تھا سہ پہر کا وقت اس نے
 اپنے سونے کے واسطے رکھا تھا۔ کہی کہی اکبر صبح کے تڑکے میں سیر و شکار کو
 بھی جایا کرتا اور شام کے اندھیرے میں چوگان بازی جسے اب پولو کہتے ہیں۔
 کیا کرتا تھا۔ اور اسی واسطے اس نے پلاس کی لکڑی کے گیندیں بنوائی تھیں۔ اور ان کے
 وہ اوقات جن میں نہایت گرمی ہو کرتی ہے اس نے اپنے آرام و استراحت
 کے لئے رکھے تھے۔

اکبر نے ابھی کچھ بہت مدت سلطنت نہیں کی تھی بلکہ اس کی حکومت کے آغاز کا
 ہی زمانہ تھا کہ اس نے جان لیا کہ راجپوتانہ کے ہندو راجاؤں کو فقط اپنا دوست

بنالینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ان سے کوئی اس سے بھی بڑھ کر شہہ انشا پیدا کرنا اور
 اوہ نہیں اپنی حکومت کا وابستہ کر لینا بڑا ضروری اور اہم کام ہے۔ یہ ایک تعجب معلوم
 ہوتا ہے کہ راجستان کی بڑی ذات والے راجاؤں کو مسلمانوں کے ایسے میل جول
 سخت دلی نفرت تھی اور ان میں سے اسے اپنے دلوں میں کثرت سے لوگ اپنی ذلت
 و خواری تصور کرتے تھے۔ مگر اکبر اور نئے خیالات پر غالب ہو گیا اور انکی نفرت کو دور کر دیا۔
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکے باپ ہمایوں نے اس کارروائی کا راستہ کچھ پہلے
 ہی کھول دیا تھا۔ کرنل ٹاڈ صاحب اپنی کتاب میں جو ادبوں نے بڑے عالمانہ طرز پر لکھی
 ہے اور نہایت دلچسپ ہے اس کیفیت کو بیان کرتے ہیں کہ جسطرح ہمایوں چوڑ
 کی رانی کرناولی کا طرہ دار ہو گیا تھا۔ اور اس سے اس کی خدمت کرنے کا اقرار کر لیا
 تھا اس خدمت کو اس نے بڑی وفاداری کے ساتھ انجام کو پہنچایا۔ اور ہمیشہ اس سے
 پیار مئی نیک بہن کہتا رہا۔ اور ایسے ہی اس نے راجہ بہاری مل والے امیر پر
 بہگو انداس کو بھی رفیق کر لیا تھا جس کا ذکر کئی جگہ اس کتاب میں اور پراچکا ہے۔
 اکبر نے اسکے بعد اس کی بیٹی سے شادی کی۔ اور جب اس کا راجہاے امیر
 (یعنی جیپور) سے اس طرح رشتہ ہو گیا تو بہگو انداس اور اسکے بھتیجے اور سوتیلے بیٹے
 مان سنگھ کو جو اکبر کے سپہ سالاروں میں سے ایک بڑے درجہ کا سردار تھا
 اکبر اپنا سچا اور پکا دوست شمار کرنے لگا۔ کرنل ٹاڈ صاحب بہگو انداس کا ایک
 اور مقام پر ذکر کر کے کہتے ہیں کہ وہ اکبر کا دوست تھا اور اکبر ایسے لوگوں کو اپنی حکومت

سے وابستہ کرنیکی قدر و قیمت کو پہچانتا تھا۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بہت ہی تھوڑے لوگ ایسے گزرے ہیں جن کو راجپوتانہ کے راجاؤں کی اصلی خواہشوں کو دریافت کرنے کے اکبر سے زیادہ موقع ملے ہوں۔ مگر بہگوانداس کے نام سے لوگوں کو بڑی نفرت ہے کیونکہ یہی پہلا شخص ہے کہ جس نے اہل اسلام سے رشتہ مصاہرت پیدا کیا اور بیٹی دینے کا قاعدہ نکال کر راجپوتوں کی خالص ذات میں بٹا لگایا۔ تعصب تو ہمیشہ ہی سخت ہوا کرتا ہے مگر ذات پات کا تعصب سب تعصبوں سے بڑھ کر ہے۔

راجپوتانہ کے راجاؤں میں راجہ بہگوانداس اور اسکے بیٹے سے بڑے دل و دماغ کے راجے کبھی نہیں پیدا ہوئے۔ اکبر سے جو اونکا بڑا گہرا اتحاد ہو گیا تھا اس بات نے اور سب باتوں کی نسبت اس امر پر بہت زیادہ اثر کیا کہ راجپوت مغلوں کی حکومت کو مان گئے۔ پھر اس اتحاد کو اس وقت اور بھی استحکام ہو گیا جب کہ حسب مذکورہ بالا شانہ سلیم کے راجہ بہگوانداس کی بیٹی سے شادی ہوئی۔ اکبر کی حکومت کا رعب و اب جو اس بہادر قوم پر تھا اس کا حال اس مختصر تحریر سے مترشح ہوتا ہے جسے کرنل ٹاڈ صاحب نے جو راجپوتوں کی تعریف و توصیف کرنے میں راجپوتوں کا جامہ پہننے ہوئے ہیں اور خود راجپوتوں کی بہ نسبت وہ اونکے زیادہ مداح ہیں۔ اکبر کے بیان میں قلمبند کیا ہے۔

ٹاڈ صاحب لکھتے ہیں کہ ”راجپوتوں کی آزادی کو چھین کر انہیں جس لئے سب سے پہلے شہنشاہ شہنشاہ اپنا مطیع اور تابع بنایا وہ مغلیہ سلطنت کا اصلی بانی اکبر بادشاہ تھا

اس مقصد کے حصول میں اس نے اپنے اوصاف جلیلہ سے بڑی زیر دست مدد لی تھی۔ اسے مخلوق کے طبعی میلانوں کے پیچھے نہ مین بڑا ملکہ تھا اور ان باتوں کو خوب جانتا تھا کہ جس سے کسی کا دل کام کرنے کی طرف بہت جلد برانگیختہ ہو جاتا ہے انہیں اوصاف کے باعث اس نے اوس مہی زنجیر کو جس سے اس نے راجپوتوں کو اپنی اطاعت کے پھندے میں جکڑا تھا خوبصورت منہری کر دیا تھا۔ اس سے وہ ان زنجیروں کے عادی ہو گئے۔ اور ان کو ہمیشہ کے لئے اطاعت کی عادت پڑ گئی۔ خصوصاً اوس وقت اس عادت کا بڑا ظہور ہوا کہ جب بادشاہوں نے اپنے قومی جادہ و جلال کے اظہار کے لئے اپنی طاقت کو خرچ کیا۔

یا اس سے بھی بڑے بڑے کاموں اور نفسانی خواہشوں میں اس نے اپنا کام لیا۔ چارے نزدیک کرنل ٹاڈ صاحب اکبر کے اس اصول کو نہ سمجھ سکے جو اس کے تمام کاموں میں سرایت کے ہوئے تھا۔ یعنی وہ ملکوں کو اس لئے فتح کرتا تھا کہ ان میں اتفاق و اتحاد پیدا کر سکے اس واسطے اوسہوں نے اکبر کو ایسا ہی سمجھ کر دیا کہ وہ اپنے پہلے افغان اور پٹان بادشاہوں کو سمجھتا تھا اس کے فتوحات اور شورشائی کے سبب سے اس پر حملہ کیا ہے مگر پھر بھی کرنل ٹاڈ صاحب نے اس بات کو مجبوراً تسلیم کیا ہے کہ جو اکبر نے بلند حوصلگی کے باعث مخلوق کے دلوں پر زخم لگائے تھے آخر کار وہ اس کے اچھا کرنے میں کامیاب ہوا۔ اور اس سبب سے عالم میں اس کی ایسی نیکنامی کی تعریف و توصیف ہو رہی کہ اس کے قوم میں کسی کی دہی کبھی نہ ہوئی تھی۔“

مجھے اس بات کے تو کہنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوئی کہ اگر بادشاہی اور سلطنت کا مقصد اعظم مخلوق کی خوش حالی اور فراغ البالی ہے اور اس مقصد کے حصول میں اتفاق اور اتحاد کا فتوحات کے ذریعہ سے پیدا کرنا پڑتا ہے تو اسوجہ سے کشور کشائی اور ملک گیری ایک جائز کام ہو جاتا ہے۔ اکبر نے راجپوتانہ کو اسلئے نہیں فتح کیا تھا کہ وہ وہاں پر حکومت کرے۔ بلکہ اسلئے فتح کیا تھا کہ تمام راجپوت راجا اپنی اپنی حکومتوں میں ایسے امن چین اور خوشحالی کے ساتھ بیٹھے رہیں کہ

جو دہپور کے راجا اور دے سنگھ کی بیٹی سے جو اس وقت دہان کا راجہ اور تمام راجپوت راجاؤں میں سب سے زبردست تھا اکبر نے اپنے بیٹے سلیم سے بیاہ کیا تھا۔ اس رانی کے پیٹ سے ایک بیٹا پیدا ہوا جو اپنے باپ کے بعد شاہجہان کے نام سے ہندوستان کا بادشاہ ہوا۔ اور راجپوت خون کے سبب سے اسے وہ ترس حاصل ہوا کہ جس کا اس سے پیشتر ہندوستان میں کسی نے کان سے ذکر بھی نہیں سنا تھا۔ اس شادی کی نسبت جس کا ایسا اچھا نتیجہ ہوا۔ کرنل ٹاؤن صامب لکھتے ہیں کہ اکبر نے رشوت دیکر راجا کی بیٹی لی تھی اور چار صوبے اسے دے تھے جس سے ملوٹا (جو دہپور) کی عکداری دو چند ہو گئی تھی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ امیر اور مارواڑ کی اس طرز کو دیکھ کر اور طمع اور حرص نفسانی سے مجبور ہو کر راجستان کے چھوٹے چھوٹے سردار جن کی رعایا بکثرت اور بہادری دہلی کے جاڑ اور خود رائے بادشاہوں کی طرح ہو گئے۔ اور اسی انقلاب کے سبب اکثر کے مراتب اور مدارج میں ترقی ہو گئی۔

سیج ہے جو اس مغلیہ تاریخ نویس نے کہا ہے کہ وہ سب کے سب تحت مغلیہ کے مددگار اور اس کے زیور اور زینت و زیب دینے والے تھے۔

واقعی جس انصاف کے ساتھ اکبر کی پالیسی کا حال راجپوتانہ اور راجپوت سروروں کے ساتھ اس مورخ نے بیان کیا ہے جو راجپوتوں کا بڑا پکا خطرہ ہے اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا نہیں لکھتا ہے اسلئے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

مگر میں بادشاہ کی شادیوں کی نسبت اس قدر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اکبر کی اگرچہ کتنی ہی بی بی بیان تھیں مگر انہ کا ذکر کتابوں میں لکھا ہوا پایا جاتا ہے اس کے پہلی بی بی اس کی چچا ہندال مرزا کی بیٹی تھی۔ اس بی بی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور وہ اکبر کے بعد بھی جیتی رہی اور ۸۴ برس کی عمر میں مری۔ اس کی دوسری بی بی بابر کی نواسی تھی اور اس کے ساتھ شادی ہونے سے پیشتر مرزا نور الدین محمد سے شادی کر چکی تھی۔ یہ بیگم شاعرہ تھی اور اس کا تخلص مخفی تھا۔ اس کی تیسری بی بی راجہ بہاری مل کی بیٹی اور راجہ بہگوانداس کی بہن تھی اس سے اس کے منسلک عہد میں بیاہ کیا تھا۔ اس کی چوتھی بی بی اپنے حسن و جمال میں بڑی مشہور تھی اور عبدالواسع سے پہلے نکاح کر چکی تھی۔ پانچویں بی بی جہانگیر کی ماں حمودا بائی جودہ پور کی رانی تھی۔ اور چونکہ دلی عہد کی ماں تھی اس لئے محرم سرزمین اس کا سب سے بڑا مرتبہ تھا۔ باقی چھٹی ساتویں آٹھویں بی بی بیان سب مسلمان تھیں۔

ملک کے اندرونی انتظامات میں سے اکبر کے قواعد تحصیل مالگزاری کی طرف

بڑی بہاری توجہ تھی۔ اس وقت مالگنداری کا ایک قاعدہ جاری تھا جسے شیر شاہ نے
 جسے اس کے باپ کو شکست دیکر نکال دیا تھا ایجاد کیا تھا اس انتظام کے اصول جن پر اس کی
 بنیاد تھی یہ ہیں کہ اول زمین کی تہیک تہیک پیمائش کی جائے دوسرے ہر بیگہ کی
 مقدار پیداوار کا اوسط دریافت کیا جائے۔ تیسرے یہ کہ اس پیداوار میں سے سرکار کو
 کونسا فی بیگہ حصہ لینا چاہیئے۔ چوتھے یہ کہ اس حصہ کی قیمت روپیوں میں کیا ہوگی اس کو
 تحقیق کیا جائے۔ اکبر نے اس اصول میں کوئی درست اندازی نہیں کی۔ بلکہ اس نے
 چاہا کہ اسے ترقی دیجائے اسلئے اس نے سب جگہ ایک ہی قواعد اور پیمانہ جاری کئے
 اور جو اختلافات کہ اون کے برتاؤ میں اب تک جاری تھے ان سب کو موقوف کر دیا۔
 آئین اکبری میں لکھا ہے کہ جب یہ قابل تعریف قواعد جاری ہو گئے۔ تو اعمال اور
 تحصیل داروں کے دل میں جو جو تذبذب اور شک و شبہ تشکیک جمع کی نسبت رہا کرتے
 تھے وہ دور ہو گئے۔ اور رعایا پر جو اقسام اقسام کے ظلم و ستم ہوتے تھے انہیں اس
 نجات مل گئی۔ اور اسی کے ساتھ شاہی آمدنی میں اضافہ ہو گیا اور سرکار کو بڑا فائدہ
 پہونچا۔ پھر اسی پالیسی کے آلات وہ اختیار کئے جو نہایت عمدہ تھے۔ اور جس قدر
 سلطنت کی قابل الرزاعت آراضی تھی اس کا جدید بندوبست انہیں آلات کی رو سے
 کرایا۔ آئین اکبری میں ہے کہ وہ فی بیگہ دس سیر غلہ حق شاہی کے طور پر رعایا سے
 لیا کرتا تھا لیکن اخیر عہد میں اس غلہ کے بجائے روپیہ لینے کا قاعدہ جاری ہو گیا تھا
 سوائے اسکے ہر ایک ضلع میں اکبر نے گودام بنوا رکھے تھے وہاں سرکاری جانورون

کو گھاس دانہ دیا جاتا اور اوس میں غلہ جمع رہتا کہ کاشت کاروں کو اوس سے غلہ تخم زری کے لئے دیا جائے۔ اور اگر کبھی قحط پڑ جائے تو غریبوں کو کھلایا جائے۔ پھر ان کو دامون کے داروغہ ایسے لوگ مقرر کئے تھے کہ جن کی ایمانداری اور دیانت داری جانچ پڑتال لی جاتی تھی

سلطنت کے ابتدائی عہد میں باعتبار زر خیری اور قوت بازی کے زمین کی تین قسمیں کی گئی تھیں۔ اور ہر ایک قسم کی اراضی کے ایک ایک بیگہ کی پیداوار دریافت کر کے ان تینوں مقدار کو جمع کرتے تھے۔ اوس کا اوسط سرکاری جمع مقرر کی گئی تھی۔ مگر مزاج کو اختیار تھا کہ اگر وہ اس اوسط ناراض ہو تو اپنے کھڑی کھیتی کا کھنکوت کرا لے۔ اور اوس کے مطابق سرکاری جمع ادا کرے اس طرح ادائے مالگذاری کی صحیح مقدار زمین کی حیثیت کے بموجب دریافت کرنے کے لئے زمین کی پانچ قسمیں کی گئی تھیں۔ اور اوس میں حوادث ناگہانی مثلاً غماہی وغیرہ سے جو نقصانات ہوتے تھے اوس کا بھی خیال کیا گیا تھا اس کے سوا اور بھی قواعد باحتیاط تمام زمین کی حیثیت دریافت کرنے کی واسطے بنائے گئے تھے۔ اور ان سب کا مقصد یہ تھا۔

کہ وصول مالگذاری میں نہ تو سرکار کو نقصان رہے اور نہ مزاج اور زمیندار کو تکلیف پہنچے۔ دونوں سرکار اور مزاج کے لئے ایک ہی سادہ قاعدہ جاری ہو جائے۔

جیسا کہ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں جب حکومت کو استقلال ہو گیا تو رفتہ رفتہ ادائے مالگذاری سرکاری کی تعداد مقرر کرنے کے واسطے اچھے اچھے قواعد جاری ہو گئے۔

اس نفعین مقدار کے واسطے پیمائش کے وقت سے پیشتر اکبر کی حکومت کو جو اڑیس برس گزر چکے تھے۔ اس تمام مدت کے نقشبات قیمت پیداوار کی تمام دیہات کے مقادیر سے طلب کئے اور ان کی قیمتیں لیکر اوسط نکالا گیا۔ اور پیداوار کی قیمت نرخ موجودہ کے بموجب معین کی گئی پہلے پہل تو یہ بندوبست سال بسال ہوا کرتا تھا۔ مگر ہر سال کے نئے نرخوں میں بڑی وقت پر لگتی تھی اس لئے دس سال کے واسطے بندوبست کر دیا گیا۔ اور اس کی بنیاد پہلے دس سال کے اوسط پر رکھی گئی۔

اس زراعت اور کاشتکاری کی کامل انتظام کے واسطے اکبر نے اسی کے ساتھ ساتھ مالگذاری وصول کرنے کے لئے ملک کی نئے تقسیم کی اور ملک کے ایسے حصہ کئے کہ جن میں سے ہر ایک سے ایک کروڑ دام جو پچیس ہزار روپیہ کے برابر ہوئی تھی وصول کرتے تھے۔ ان قطعات کے اور جو شخص مالگذاری وصول کرنے کے واسطے مقرر ہوتا تھا اور کروڑی کہا کرتے تھے۔ جب کروڑی دو لاکھ دام وصول کر لیتا تو اس سے حکم تھا کہ زر مجتمعہ کو صدر خزانہ شاہی میں بھیج دے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد یہ ثابت ہوا کہ ملک کی اس نئی تقسیم سے جو صرف محاسبانہ خیالات پر مبنی تھی مالگذاری کے لین دین میں بڑی گڑبڑ پڑ گئی ہے اور جو پورا نے طریق چلے آتے تھے اور جسے ہندو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے اس کے سبب گٹا بڑھ گئے ہیں۔ اس لئے کچھ دنوں کے استمنا کے بعد اس مصنوعی تقسیم کو موقوف کیا۔ اور وہی یہاں کے لوگوں کا پورا نا طریق جاری کر دیا جس کے بموجب زمین اپنی قدرتی زرخیزی وغیرہ کی حیثیت سے اور ملک کے مرد و دیہاتی و سنو

کے بموجب تقسیم تھی۔

ہنسیک کے ذریعہ سے مالگداری وصول کرنے کے باب میں جو ایک قسم کا ظلم ہے اکبر کی رائے بالکل برخلاف تھی۔ اس نے اپنے تحصیلداران مالگداری کو خاص احکام دے رکھے تھے کہ حتی الامکان کاشتکار سے براہ راست معاملہ کیا کریں اور گاون کے مقدموں کو واسطہ نہ بنائیں۔ یہ ایک نئی ایجاد تھی اور گو اس کا منشا نہایت ہی اچھا تھا مگر ہمیشہ اس سے کام نہ چل سکتا تھا۔ ہندوستان میں رسم و رواج کی پابندی کو بڑا دخل ہے۔ رواج یہ چلا آتا تھا کہ گاؤں کے مقدمہ رعب داب کو مانتا جائے جس سے علما یہ ضرور ہوا کہ انہیں تو گاؤں کے مقدمہ کو بھی کاشتکاروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں شریک ہی کر لیا جائے۔

جب بادشاہ نے لوگوں کی آراضی مقبضہ کے حالات کی طرف توجہ کی تو اس نے نہ صرف یہی بات معلوم ہوئی کہ پچھلے بادشاہوں نے آراضی لوگوں کو اچھے لوٹوں کے لئے نہیں دی ہے بلکہ اس کے خود حامل اور کارپرداز بھی رشوت خوار ہیں اور اقسام کے دخل فصل کر رہے ہیں جس زمانہ میں کہ فیضی بادشاہ کے دربار میں دخل ہو گیا اور بادشاہ کے روبرو اس کی کمال عزت و توقیر ہو گئی تو اس سے کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ خرابیاں اور برائیاں اکبر کے دل پر کس گئیں اور جب اس سے یہ معلوم ہوا کہ ان خرابیوں کے بڑے بڑے ایسے لوگ مرکب میں جو اپنے آپ کو منارت ہی مقدس مخلوق میں ظاہر کر رہے ہیں تو اس کے دل پر ایک بول طاری ہو گیا اور اس کو

بعد اوسنے ان لوگوں کو مکہ کو نکالنا شروع کروا۔ اور اوس کے بعد اچھی طرح سے
 سررشتہ میں ان معاملات کی تحقیقات کرائی۔ چار قسم کے لوگ ادسوقت ایسے
 خیال کے مبلتے تھے کہ جن کی سرکار کو مدد کرنا لازم سمجھا جاتا تھا۔ ان میں سے اول
 طبقہ تو ان لوگوں کا تھا کہ جو تحصیل علوم و فنون میں اپنی عمر کو مصروف کرتے تو مگر اونچی
 آمدنی کی کوئی وسائل نہ تھے۔ اسلئے یہ مناسب سمجھا گیا تھا کہ ان لوگوں کو اپنے کھانے
 پینے کے سامان پیدا کرنے کے واسطے تفکرات میں پہنسنے سے بچایا جائے اور
 سرکار ان کے مدد کرے۔ دوسرے درجہ میں وہ لوگ تھے کہ اپنی نفس کشی
 کے لئے ریاضت کرتے اور ہوا و ہوس بشری سے بچنے کے واسطے دنیا داروں
 کی صحبت سے عورت گزین ہو گئے تھے۔ تیسرے اگر وہ غریب اور مساکین کا تھا جو ضعف جسمانی
 کے سبب سے محنت مزدوری کے لائق نہ تھے۔ چوتھے طبقہ میں وہ مغز مشربانہ النسب
 اور خاندانی لوگ تھے جو بے علمی کی وجہ سے اس لائق نہ تھے کہ کسی پیشہ سے کچھ
 پیدا کر کے اپنی بسر اوقات کر سکیں۔

اب ایک تجربہ کار آدمی کو جس کی نسبت یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ وہ اس سررشتہ کے
 اغراض کو صحیح صحیح سمجھتا ہے اس نے اس غرض سے مقرر کیا کہ ان چار دن اقسام
 کے عرضی گزاروں کے حالات کی تحقیقات کیا کرے اس شخص کے عہدہ کا نام
 صدر تھا اور اوس کا درجہ تمام قضات اور عدالت کے حاکموں سے بڑا تھا۔ جب فیضی
 کی رائے کے بموجب تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ سررشتہ کا سررشتہ ہی رشتہ

ستانی اور خرابیوں کا آتش کدہ بنا ہوا ہے۔ اکبر نے اس پر تمام عمدہ داروں کو
صدر سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے قاضی تک کو بھی نکال باہر کیا اور دوسرے
گروہوں کے آدمیوں کو اس سررشتہ میں مقرر کیا اور انکی خدمات کو سخت ضوابط و قواع
سے محدود کر دیا کہ جس سے وہ ایک معین احاطہ سے تجاوز نہ کر سکیں۔

مگر چونکہ بادشاہوں کا قاعدہ ہوا کرتا ہے کہ جو کوئی سرکاری خدمتوں کو اچھی طرح نہ جانتے
اوسکو انعام و اکرام دیا کرتے ہیں۔ اکبر چاہتا تھا کہ جن لوگوں نے اوسکے لئے کارہائے
نمایان کئے ہیں اونکو بڑی بڑی جاگیریں عطا کرے اسلئے اوسنے کچھ زمینیں اون
لوگوں کو کچھ دنوں کے لئے عطا کیں جنہیں وہ کچھ روپیہ دینا چاہتا تھا۔ اوسنے دیکھا
کہ پہلے بادشاہوں میں سے شیر شاہ جو سب سے آخر میں بڑا بادشاہ ہوا ہے اور
جس نے اوسکے باپ ہمایوں کو ہندوستان سے نکال دیا تھا اپنے خاص ہوا
خواہوں کو جن میں اکثر افغان نسل سے تھے بڑے فیاضانہ اور سرفارہ طور پر
جاگیریں دی ہیں۔ اکبر نے اون کی تحقیقات کرائی کہ یہ جاگیریں کس طرح کی گئی ہیں
اور اکثر ایسا ہوا کہ اون سے جاگیریں لے لیکر اپنے خاص رفقا کو عنایت کر دیں۔

اس امر میں اوسے نصف نصف اسی قواعد پر عمل کیا جو اوس سے پیشتر کے بادشاہوں
نے یہاں کر دکھایا تھا۔ بلکہ اوس کو پیشتر کے بادشاہوں سے اس نظریہ پر عمل کرنے
کے لئے زیادہ حق پہنچتا تھا۔ کیونکہ جو آراضی فرمانوں میں بطور جاگیر کے لکھی ہوئی
تھیں بہت ہی کم ایسا ہوتا تھا کہ آراضی مقبوضہ سے اوسکے عدد و مطابق ہوتے ہوں

پھر اسکے سواغیر امین کی عبارت کبھی کبھی ایسی ذومعنین لکھی ہوتی تھی کہ جاگیر دار اوس تمام آراضی کو لے سکتا تھا۔ جسے وہ قاضیوں کو اور صوبہ کے صدر کو کچھ دے دلا کر اپنے قبضہ میں لاسکتا تھا۔ اسلئے بہ نظر انصاف اور بغرض مفاد سرکار و رعایا اوسے کامل حق حاصل تھا کہ تحقیقات کامل کے بعد جو آراضی جاگیر دار کے پاس زیادہ نکلے اوسے واپس لے لے۔ علاوہ برین اوسے یہ بھی معلوم ہوا کہ علما فضلاء نے جن سے اکبر کو ذلی نفرت تھی اور جن کا طبقہ پچھلے تاریخ کے آدمیوں میں سے انجیل کے فریبی فرقہ کے لوگوں سے بہت کچھ مشابہ ہے اوسکے ایام نابالغیت میں اور اون تحقیقاتوں سے پیشتر جو فیضی کی تحریک پر لگی تھیں بازادی تمام بہت کچھ فائدہ اٹھا لیا ہے اسلئے اونکے حقوق کی نسبت اوسے نہایت ہی سختی کے ساتھ تحقیقاتین کراہیں اور جب اونکی خطائیں ثابت ہو گئیں یا اوسے یقین ہو گیا کہ انھوں نے بے ایمانی سے جاگیر میں حاصل کر لی ہیں تو اونہیں اون سے چھین لیا۔ اور اون لوگوں کو سزا دہ کے ملک میں بھجوا دیا تاکہ ان کو کال دیا جہان کی آب و ہوا اوس زمانہ میں نہایت ہی خراب تھی۔ پھر جس زمانہ میں کہ یہ اصلاحیں ہو رہی تھیں اوس نے صدر کے اختیارات بہت کچھ گھٹا دیئے۔ اور جو اختیارات کہ اب تک اوس سر شہ کو حاصل تھے اون کا بڑا حصہ خود اپنے ماتم میں لے لیا۔

ہندوستان کے ملکی معاملات میں اکبر کی اصلاحوں سے جو نتیجہ پیدا ہوا اور جن جن باتوں کے پیدا ہونے کے آثار اوس سے عموماً پائے جاتے تھے اون کی

نسبت ایک بڑا نامی گرامی مورخ اپنی رائے اسطرح بیان کرتا ہے کہ اگرچہ اوس زمانہ کی رعایا کو اذن اصلاحوں سے خوشحالی اور فراغ البالی میں بہت کچھ ترقیان نصیب ہوئیں۔ مگر اذن ترمیموں کے اصول کچھ ایسے نہ تھے کہ جن سے ترقی متواتر جاری رہی اور دیہاتیوں اور مزارعین کے فرقہ کو اوس سے کوئی ایسی امید نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ دوسرے پیشوں کو بھی کرنے لگیں یا اپنے ہی پیشہ میں کوئی کچی لوگ اپنی محنت مزدوری سے کچھ سر بلندی حاصل کر لیں۔ مگر مجھے یہ تصور شرم و حجاب اور نیز مصنف کے نہایت ادب و احترام کے ساتھ اوس کی رائے سے اس باب میں اختلاف ہے یہ تو مان لیا گیا ہے کہ اکثر نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے عیش و راحت اور خوشحالی میں ترقی دی تھی۔ اور ملک آسودہ و مرفہ الحال ہو گیا تھا۔ اب رہا یہ کہ الغنیمت صاحب کہتا ہے ہوئے طریق کو اسے کیون نہ اختیار کیا اوس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ ایسا کرتا تو وہ اصول برباد ہو جاتے کہ جو اوس زمانہ کے ہندو رعایا کے ابقا کے لئے نہایت ہی اہم اور ضروری تھی اکثر نے جس وقت چاہا تھا کہ گاؤں کے مقدم اور چودہریوں کو چھوڑ کر براہ راست کاشت کاروں سے کارروائی کیجائے تو اس وقت وہ اس خطرناک موقع کے قریب پہنچ گیا تھا۔ لیکن اسے جلد اس بات کو دریافت کر لیا کہ دیہات کے دستور اور رسم و رواج کی پابندی کرنے سے جو ملک کا ایک قانون سا ہو گیا ہے بڑی ہوشیاری و دوراندیشی اور نہایت احتیاط سے کارروائی ہو سکتی ہے اسلئے اس نے اپنے حکم کو منسوخ کر دیا۔

اکبر کا مالگنداری و خزانہ اور سکہ کے معاملات میں بڑا مشیر اور صلاح کار راجہ ٹوڈرمل تھا۔ جس کا کہ میں پیشتر گذشتہ باب میں ذکر کر چکا ہوں۔ یہ شخص بہت بڑا لائق تھا۔ اور اوس کی دیانتداری اوس کے معاملات سے معلوم ہو گئی تھی۔ اور اگرچہ ایک مسلمان بادشاہ کے دربار کا ملازم تھا۔ مگر پکا ہندو تھا اور اپنے مذہب کے تمام دستورات کو اچھی طرح سے پڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ جب وہ اکبر کے ساتھ پنجاب کو گیا تھا تو کہیں جلدی میں چلتے وقت اپنی پرستش کے دیوتاؤں کا لیجانا بھول گیا۔ چونکہ اس کا قاعدہ تھا کہ اپنی معمولی روزانہ پوجا کے بدون کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ اس لئے اوسنے کئی روز تک نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا جس سے آخر کار مشکل سے بادشاہ نے خود اسے منایا پسلا یا اور شفی کر کے اس کے رنج کو رفع کیا۔

اب فوج کا حال سنئے۔ اکبر کے فوج کا بڑا حصہ سواروں کی فوج تھی اور لڑائی کی صف آرائی میں ہاتی بھی بڑی بہاری چیز سمجھی جاتی تھی۔ یہ قاعدہ سا ہو گیا تھا کہ لڑائی کے وقت ہاتھیوں کے ہونے سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ بادشاہ بھی اس وقت خود بذات خاص موجود ہے۔ اور اتنا تو مغزوری خیال ہوتا تھا کہ اگر لڑائی کے وقت ہاتی نہ ہوتے تو مخلوق جان لیتی تھی کہ بادشاہ ہی میدان جنگ میں نہیں ہے۔ پچھلے باب میں میں نے ایک قصہ بیان کیا ہے جس میں کہ اکبر کے ایک بڑے غوفناک دشمن کو اسی مشہور و معروف اور مانے ہوئے خیال کے سبب غلطی ہوئی تھی اور اکبر کو اس سے فائدہ چھوٹی تھا۔

اکبر کی سلطنت کا وہ حصہ جو کہ ہستان بندہ سیاحل کے شمال میں تھا بارہ صوبوں میں منقسم تھا۔ اور ہر ایک حصہ پر ایک صوبہ دار حکومت کرتا تھا جو اپنے کاروبار کی نسبت براہ راست بادشاہ کے ماتحت ہوتا تھا۔ وہ اس وقت تک بجال رہ سکتا تھا جب تک کہ اس کا چال چلن چہار ہرے اور اوس پر یہ لازم تھا کہ اپنے آقا کے احکام کی تعمیل ہر ایک معاملہ میں بخوبی کرتا رہے اس کی ماتحتی میں چند فوجی افسر ملقب بہ لقب فوجدار رہا کرتے تھے۔ ان لوگوں کی خدمات اوس طرح کی ہوتی تھیں کہ جیسے کسی پولس کے افسر اور فوج کے کمانڈر کے ہوا کرتی ہیں۔ اور ان کا یہ کام تھا کہ اپنے اپنے اضلاع مفوضہ میں امن و امان قائم رکھیں۔ اور فوجی آدمیوں کی اپنے ضلعوں میں نگرانی کرتے رہیں۔ اور جو باقاعدہ فوج وہاں رہتی ہے ان کی کمان کیا کریں اور اگر فتنہ و فساد کہیں پیدا ہو تو اس سے فرو کرتے رہا کریں۔

معاملات و مقدمات رعایا کے فیصلہ کے واسطے اکبر کے افسروں کے لئے بھی وہی آئین و قوانین معین تھے جو افغان بادشاہوں کے وقت سے چلے آتے تھے۔ ان قوانین کی بنیاد قرآن شریف پر تھی۔ مگر اکثر مثالیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ آیات قرآنیہ کے مصرعی معانی سے جن کی صورت بدلی ہوئی تھی علاوہ برین جہان کہیں کہ اس قانون میں سختی ہوتی تھی تو اس سے خود بادشاہ کی یا اوس کے مشیروں کی ہدایت کے بموجب بدل دیا جاتا تھا۔ ان ہدایتوں میں بڑی بات یہ ہوتی تھی کہ محالاً کائنات فیہ عدالت و انصاف اور ترمیم کے ساتھ کیا جائے۔ بڑے بڑے عہد داروں

کو حکم تھا کہ حتی الامکان موت کی سزا کسی کو نہ دیا کریں۔ ایک مرتبہ گجرات کے صوبہ دار کو جو دارالسلطنت سے بہت دور پر تھا شاہی فرمان میں یہ تاکید کی گئی تھی کہ اگر خطرناک بجاوت کے سوا اور کوئی معاملہ ہو تو اسے اس وقت تک کہ دربار شاہی سے منظوری حاصل ہو جائے کسی حالت میں قتل و قصاص کا اختیار نہیں ہے۔

اب رہا وہ چھتہ کہ پستان بند بیاچل کے جنوب یا دکن میں مالک محروسہ شاہی کا واقع تھا اس کی ابتدا میں تین صوبہ تھے۔ لیکن جب یہ تین اور صوبی اور اضلاع فتح ہو گئے تھے تو ان کی تعداد چھ ہو گئی تھی۔ اکبر کی وفات کے بعد ان سب صوبوں کا ایک ہی سردار صوبہ دار کے نام سے معین تھا جسے بعد میں نظام کا لقب عطا کیا گیا تھا۔ اسکے ساتھ جو اس کا تخت ہوا کرتا تھا ایک اور عہدہ دار دیوان کے لقب سے مقرر ہوتا تھا جس کا کام یہ تھا کہ وہ خزانہ اور روپیہ کے حساب و کتاب کا انتظام کیا کرے اکبر برہمپور کی شان و شوکت و جاہ و جلال کا بادشاہ تھا۔ اگرچہ وہ عادات و اطوار میں سیدنا سادہ اور فخر و مبالغہات کا کچھ شایق نہ تھا مگر بڑا بڑا عظمیٰ کے اول درجہ کے دیسارے کی طرح وہ اس بات کو بخوبی جانتا تھا کہ مالک مشرقی کے لوگوں پر حکومت کرنے کے لئے نمایاں اور چمک بھمک بھی ایک جز اعظم اور نہایت ہی اہم چیز ہے۔ اور یہ ہمدردی ہے کہ رعایا کو قدرت و جبروت کا خاص نمونہ دکھا دینے کے لئے آنکھوں کو اس شخص کے گرد چمک وک اور جاہ و جلال دکھایا جائے جس کی نظر کا اشارہ قضا و قدر کی شان دکھاتا ہے اور جسے وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں

قادر مطلق کے اوصاف جلیقہ مجسم ہو کر اوس کی شکل میں اون کے سامنے آئے ہیں
یہ بات جو ہم کہتے ہیں نقطہ خیال اور تو ہم ہی نہیں ہے بلکہ اس وقت تک بھی ہندوستان
کے لوگ اپنے کاموں میں جو نالیش کیا کرتے ہیں اون سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے
کہ اوس کے دماغ میں یہ خیالات کیسے بیٹھے ہوئے ہیں جو شخص صاحب مقدرت
اور ذی اختیار ہو اور مخلوق میں اوس کو بڑا اقتدار اور حکومت مل گئی ہو تو وہ اوسے
ان داتا اور ظل اللہ اور خلیفۃ اللہ تک سمجھتے ہیں۔ اوس کے حکم کجاٹے ہیں کہ اون کی
لئے وہ ہی طالع کا اقبال وادبار ہے اور اوس سے خوشحالی اور راحت میسر آتی ہے
اوس سے پریشانی اون کو سناٹی ہے۔ اون کو تمنا ہوتی ہے کہ میلہ اور تہوار دن کے دن
یہ شخص جو تمام سپید و سیاہ کا مالک ہے اپنے لوازم شاہانہ اور سطوت ملوکانہ کو دکھائی
اور بڑی دھوم دھام اور جاہ و جلال کے ساتھ جس سے جلوہ شاہی ظاہر ہوتا ہو شکل کر
اون کی نظر کے سامنے آئے۔ اور اکبر بھی اس بات کو بخوبی سمجھتا تھا اور اوس کے
مطابق عمل کیا کرتا تھا۔

آئین اکبری کا مصنف ہی اوس کے میلون اور تہواروں کے تعجب انگیز جاہ و جلال
اور شان شوکت کا حال ہمیں نہیں سنا تا ہے بلکہ اور بھی ہندوستانی مورخ بیان
کرتے ہیں کہ اوس کے پانچ ہزار ہراتی اور بارہ ہزار سواری کے گھوڑے تھے اوس کے
لشکر گاہ کے سامان میں خیمہ ڈیرے نہایت عالیشان اور مکلف نخلی و طلسمی وغیرہ
بیش بہا کپڑوں اور نہایت بڑے رنگ و رنگ کے بنائے جاتے تھے۔ ان ڈیروں

مین دربار کے لئے بڑے بڑے دیوانخانہ کہانے کے واسطے اچھے اچھے
 کمرے اور تفریح طبع کے کاموں کے لئے برآمدے اور آرام و استراحت کی خانہ
 حجرے ہوتے تھے۔ سورج بیاں کرتے ہیں کہ خاص خاص تہواروں کے دن بادشاہ
 خود اگر ایک نہایت شاندار خیمہ مین جلوہ افروز ہوتا اور اس کے وسط مین بیٹھتا۔ یہ
 خیمہ چاروں طرف سے کہلا ہوتا تھا اور اس کے بیچ مین نہایت ہی ملائم اور نرم چیزوں کا
 بنا ہوا قالین بچیا یا جاتا اور اس قدر لمبا چوڑا ہوتا کہ کم از کم ایک ایک یعنی ۴۰۰ ۴۰۰ مربع گز
 زمین اس سے گزرتی تھی۔ میان اراکین اور امراء کے سلطنت حاضر ہوتے اور
 بادشاہ کے سلام سے مشرف حاصل کرتے تھے۔ یہ لوگ بھی خیموں مین ہی قیام
 پذیر ہوتے تھے جو بادشاہ کے خیمہ سے صرف درجہ مین کم ہوتے تھے جب سب
 لوگ اکٹھے ہو جاتے تو ان کے سامنے بادشاہ کے تلنے کی رسم عمل مین آتی بادشاہ قسم
 قسم کے اشیاء سے ملتا اور وہ چیزیں خواہشمندوں کو تقسیم کر دی جاتی تھیں۔ بادشاہ
 کے عمر کے سالوں کی بقدر تعداد ہوتی اور سید قدر بہتر بکری اور پرندے اور جانوروں
 کے کھانے والوں کو دیدے جاتے اور کسی قدر چھوٹے چھوٹے جانور چھوڑ بھی
 دے جاتے تھے بادشاہ خدا اپنے ہاتھ سے بھی بادام اور اور چھوٹے چھوٹے
 بیوہ اپنے درباریوں کو تقسیم کیا کرتا تھا۔

جب کبھی کوئی بڑے تھوار کا دن ہوتا تو اگر خدا کر تھت پر رونق افروز ہوتا
 جو اس وقت الماس و ہیروں سے چمکتا ہوتا۔ اور اس کے چاروں طرف بڑے سے

بڑے اراکین سلطنت اپنے شاندار لباس پہننے ہوئے موجود ہوتے تھے پھر
 اوس کے سامنے سے جلوس وغیرہ کا سامان گذرتا۔ ہائی آتے جبکہ سارا وسیعہ
 پر لعل و جواہرات کی مصعقتیان لگی ہوئیں گھوڑے بڑے مزین اور خوبصورت
 زمینوں سے سجے ہوئے گینڈے شیر ہینگ۔ چیتے۔ شکاری یوز شکاری کتے
 بانجرہ۔ اور سب سے پیچھے خوشنالباسوں سے آراستہ و پیارستہ گھوڑوں کے سوار گذرا
 کرتے تھے یہ کوئی ایک خیالی پلاؤ نہیں ہے بلکہ سترہ ماگسن و مسٹر رو و مسٹر ٹری
 نے اکبر کے بعد جو اوس کا بیٹا بادشاہ ہوا تھا اوس کے زمانہ میں ایسا ہی خود اپنی
 آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔ اور ان بڑے نامی گرامی سیاحوں نے اس تماشے
 کے جاوہلال کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ رنگ رنگ کی تعزیروں میں بیان کیا ہے
 بیچہ دھوم دھام صفیر بڑی بڑی تقریبوں کے ایام میں ہوا کرتے تھے معمولی
 دنوں میں اکبر بالکل سیدھا سادہ رہتا کوئی بناوٹ نہ کرتا سنجیدگی اوس کے بیان سے
 دکھائی دیتی۔ اور ہمیشہ ایسی باتیں کرتا جس میں ریا اور بناوٹ کو کچھ دخل نہ ہوتا تھا اور
 جو اوس کے لئے ہوئے کاموں سے اب تک نمایاں ہو رہی ہیں اوس کے کام کیا تھے
 یہی تھے کہ سلطنت کے مختلف حصے ملکر ایک ہو جائیں جنہیں مسلمان فاتحوں نے
 چار سو برس سے جدا جدا کر رکھا تھا اور اس چار سو برس کے بعد بھی اوس کا انتظام
 کچھ نہ ہوا تھا اور وہ حصہ ملا کر ایک نہ کئے گئے تھے۔ ان چار سو برس میں افغان
 بادشاہوں نے قرآن کے اصولوں کو آیات کے متعصبانہ اور خلاف مفہوم معانی لگا کر

ایسا توڑ پھوڑ کیا تھا کہ اوس سے یہاں کے ہندو باشندوں کی لوٹ کھسوٹ جائز کر رکھی تھی۔ ان میں سے سلطان فیروز شاہ جو اکبر سے پیشتر بڑا مہذب بادشاہ گذرا ہے اور ایک انگریز مورخ بھی اوسے انسانیت اور سخاوت و نیک مزاجی کے اوصاف سے موصوف بتایا ہے اوس ایذا دہی اور ستانے کا خود اقرار کرتا ہے کہ جس سے وہ اسلام نہ قبول کرنے والوں کے ساتھ پیش آیا کرتا تھا۔ ان قواعد کو جب تک بموجب کسی کے اعتقادات کی وجہ سے اوسے ایذا پہونچائی جاتی تھی اور اکبر کی تخت نشینی کے وقت اون سے کوئی مزاحمت نہ رہی تھی اکبر نے خود ہی موقوف کر دیا۔ اکبر کا بڑا مقصد یہ تھا کہ سلسلہ اتحاد ایسا پیدا کرے کہ جس سے تمام ہندوستان ملکر ایک ہو جاوے۔ یہ تو وہ پہلے ہی جان گیا تھا کہ تمام لوگوں کا ایک ہی مذہب میں آجانا غیر ممکن ہے اس لئے یہ اتحاد بجز اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ اوس کے مقاصد ملکر ایک ہو جائیں اس مقصد کے پورا کرنے کے واسطے یہ ضرور تھا کہ پہلے ملک کو فتح کر لے۔ دوسرے یہ لازم تھا کہ جس قدر مذاہب اور اعتقادات ہیں۔ اور جس قدر قادر مطلق کی عبادت اور پرستش کے طریق میں ادن سب کو عزت و حرمت کی نگاہ سے دیکھے اس تجویز پر عمل کرنے کے لئے اوسے مسلمانوں کے دستورات کو کیا بلکہ یہ قدر بدل دیا۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے حکم لے بجائے جس کے پردہ میں صدام ظلم و ستم ایجاد کر لئے گئے ہیں اوسے لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ فی الارض کا کلمہ جاری کیا اور اس تبدیلی پر وہ دلیل یہ لایا کہ

جناب پیغمبر علیہ السلام توحید اور خدا کی وحدانیت بت پرستوں کے سامنے بیان کرنے اور سکھانے کے لئے آئے تھے اور ان لوگوں کو بشارت دینے کے لئے محمد مصباح خدا کے پیغمبر اور اس کے رسول بنائے گئے تھے۔ مگر وہ قوانین جو اس پیغمبر نے ایجاد کئے ہیں اور قرآن میں ان کو مدون کیا ہے اور ان کا مطلب کچھ ایسا لگایا جاتا ہے کہ توحید پرزدانی کی تعلیم مخلوق کو بزرگ شمشیر سکھائی جائے۔

مگر اکبر کی رائے میں اس غلط معانی لگا کر عمل کرنے سے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ہندوستان میں تو یقیناً مسلمانوں کو ناکام مہیا ہی ہوئی۔ اور اس ناکامیابی کی دلیل مسلمانوں کے اوس سے پیشتر کے چار سو برس کی تاریخ تھی۔ اوس کی عمر کا ابھی اکیسواں ہی سال شروع ہوا تھا کہ اوس نے جان لیا کہ ایسے اصولوں پر حکمرانی کرنے سے یقیناً حکومت بغیر دوسروں پر منتقل ہوئے بیچ نہیں سکتی میں کہاں تک اوس کے مقصد کو بار بار بیان کروں۔ اوس کا مقصد تو یہ تھا کہ سب کو اکٹھا کرے اور ان کے جبکہ گروں کو دور کر کے ان کو باہم ایک دوسرے سے وابستہ کر دے اور ایسے اصول جاری کرے کہ جس سے اوس کے تمام رعایا کے مقاصد ملکہ مستی اور ایک دوسرے سے وابستہ ہو جائیں۔ مگر اس قاعدہ اور اصول کی بنیاد اوس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی تھی جب تک کہ مسلمانوں کے مذہب متذکرہ بالا میں کچھ تبدل و تغیر نہ کیا جاتا۔ محمد صلعم کے احکام کے لوگوں نے معافی اور اور لگائے تھے اور ان کو اپنی جگہ پر کام میں نہیں لایا جاتا تھا۔ جس کا نتیجہ پھر اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ اتفاقاً اور عداوت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو۔ اس لئے وہ اپنے زمانہ میں اور اپنے ایام حکومت کیلئے خود پیغمبر کا قائم مقام

تھا۔ اوس قادی مطلق و عدلہ لائبریری کے احکام ترجمہ آمیز اور فیاضانہ کے اظہار کا جو
 اپنے کندھوں پر بوجہ لیا۔

اوسنے کہا کہ جب تک میں واسطہ ہوں اسوقت تک وہ مسلمانوں کا مذہب جو اس
 وقت غالب ہو رہا ہے تلوار کا مذہب نہ ہونا چاہیے بلکہ برخلاف اس کے وہ تمام مملکت
 ہند میں آفت رسیدوں کے زخمی دلوں پر مرہم لگانے والا بنے۔ اور تنصیب اور ایذا دہی
 کے نام تک کو محو کرے اور مخلوق کے اعتقادات میں پوری پوری آزادی عنایت کرے
 اور کسی مذہب سے اسے عداوت و دشمنی نہ ہو۔ جب اس تغیر و تبدل کا حال سب
 لوگوں کو معلوم ہو گیا تو اکبر نے ہندوستان کے باشندوں اور یہاں کے راجاؤں
 سے کہا کہ میری اطاعت کرو میں تمہاری حفاظت اور حمایت کروں گا۔ اور کسی طرح تم کو ایذا
 نہ دوں گا۔ اور کہا کہ اسی اصلاح میں میری مدد کرو کہ جو میں اپنی کسی خاص مطلب کے لئے نہیں
 بلکہ ان کروڑوں آدمیوں کے مقاصد کے واسطے کرتا ہوں جو چار سو برس سے بیرونی
 حملوں اور اندرونی خانہ جنگیوں سے پریشان اور نالائاں ہو رہے ہیں اور اگر ان سے
 فرصت ملتی ہے تو تعصب مذہبی کی مصیبت میں مبتلا رہا کرتے ہیں۔

اکبر نے یہ بات ایسے لوگوں سے نہ کہی تھی کہ جو بات کو نہ سمجھتے ہوں اور ہندو نفسیت
 کے باعث کسی کی بات کو نہ مانتے ہوں۔ اسلئے ایک شخص چتوڑ والے کے سوا جواب
 اوسے پور کے نام سے مشہور ہے ہندوستان کے نہایت ذہربست اور شاندار
 اقطاع کے باشندے اور راجپوت راجے سب اوس کی تجویز میں اوسکے مشرک

ہو گئے اور اون میں سے جیمپور اور جودھپور کے راجاؤں نے جو نہایت زبردست اور صاحب قدرت تھے اوسے اپنے اپنے اچھے اچھے سوسا سپاہی اور ایسے ہندو مشیر دئے جو اوسکے نہایت معتبر سرداروں میں سے ہو گئے تھے جو بڑی مزامحت اوسکو پیش آئی وہ انھیں لوگوں کی طرف سے تھے جو اوسکے خود درباری تھے یا پہلے افغان حملہ آوروں کی اودا دین سے ابھی تک بنگالہ اور اڑیسہ اور مغربی ہند میں موجود تھے لیکن اوسے اپنی عمدہ تجویز کی تکمیل کیلئے یہ بھی ضرور تھا کہ انھیں بھی وہ اپنے اصل قدرت میں لے آئے۔ اوسنے اول اول چاہا کہ وہ اونہیں اپنی طرف سے حاکم بنائے اور وہ اوسکی اطاعت کریں۔ اس بات کو اودھنوں نے تسلیم تو کیا مگر صرف اس لئے کہ موقع ملے ہی اوس سے بغاوت کریں۔ اسواسطے اکبر کو اب کوئی ذریعہ کچھ پور کشائی اور ملک گیری کے اپنی تجویز کے پورا کرنے کا نہ ہوا۔ اسلئے اوسنے ملک کو فتح کیا۔ جبکہ بعد اوسنے جو غیر کے لئے ایسے قواعد قوانین جاری کئے کہ جس سے مذہبی عداوت نیست و نابود ہو گئی اور تمام رعایا کیلئے اچھے اور یکساں قوانین جاری ہو گئے۔ اور عدل و انصاف تمام رعایا پر پایا کے لئے ہونے لگا۔

اس طرح پرا دسے ہندوستان کے مسلمان حملہ آوروں میں سے پہلے پہل مفتوحہ ملک کو باہم پیوستہ کر دیا۔ اور جہاننگ کہ اوس نے ملک کو فتح کر لیا تھا اودن سے مل کر ایک متحدہ سلطنت قائم کر دی۔ صرف جنوبی ہند کا وہ حصہ جو فتح نہیں ہوا اتنا باقی رہ گیا۔ باقی سب ملک ہند ایک ہو گیا۔ اکبر کے یہ یہ اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ ہیں کہ جہنمیں ہم لوگ

آج دیکھ کر تعجب اور حیرت پیش کرتے ہیں اور ہم میں سے جن لوگوں نے اوسکے کاموں پر غور کیا ہے اور اوسکے میلان طبع کو دریافت کر لیا ہے اور اوسکے منشا کے تہ کو پہنچ گئے ہیں تو ان پر اوس کے ارادوں کی صفائی اور نیک نیتی اظہار من الشمس ہو رہی ہے۔ اور جانتے ہیں کہ اوس کا یہ کہی ارادہ نہ تھا کہ مخلوق خدا خدا کی طرح اوس سے مانے اور خلاق علی الاطلاق کی طرح اوس کی پرستش و عبادت کرے جیسا کہ اوس کے درباری متعصب دوسے بنام کیا کرتے تھے۔ نہیں بلکہ وہ تو کہتا تھا کہ نبی عربی جس مذہب کا پیغمبر ہو کر آیا ہے میں تو اوس مذہب کے بڑی بڑی حق باتوں کو سکھاتا ہوں اور مہربانی و نوازش کے اصول کو پھیلاتا ہوں اور کسی مذہب سے دشمنی نہ کرنے اور بلا امتیاز مذہب و ملت تمام مخلوق خدا کو یکساں نظر سے دیکھنے اور اوسکے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آنے کے اصول کو جاری کرتا ہوں۔ واقعی اوسکے آئین و قوانین کا مجموعہ ایک ملک کے بادشاہ اور کسی سلطنت کے بانی مسانی ہونے کی حیثیت سے نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا اور بہت ہی عمدہ ہے۔

اوس کا مسلک خذْ مَا صَفَا وَ دَعْ مَا كَدَّرَ کے اصول پر مبنی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ہر ایک مذہب میں کوئی نہ کوئی اچھی بات ہوا کرتی ہے۔ اوسکے دیکھا کہ ہندو بڑے کنبہ پرور اور اپنے خاندان والوں کے بڑے خیرگیان ہوتے ہیں اور انھیں اور لوگوں کو اپنے مذہب میں لانے اور بند کر نیکی ہوس نہیں ہے اسلئے اوسنے جان لیا کہ اویکا مذہب پڑا نرم اور شیرین ہے اور سب کا بھلا چاہتا اور خیر خواہ خلاق ہونے

کا عمل کرتا ہے۔ اسی قسم کی سادگی اوس نے زردشتی اور پارسیوں کے مذہب میں بھی ملاحظہ کی اور یہی حالت اوس نے نصرانی اور عیسوی دین میں بھی پائی۔ غرض کہ ہر ایک مذہب میں اوس نے کوئی نہ کوئی بھلائی اور عذبات کو موجود پایا خوبی ہو اگر کسی جسے اوس کے مزاج میں عمل اور برباری بہت درجہ کی سماگمی۔ اور ایسی عادت پڑ گئی کہ جب تک اوسے اصلاح کی اُمید ہوتی تو کسی کے سزا دینے سے کبھی خوش نہ ہوتا اور ہمیشہ معافی اور ترجمہ کو دو عبت رکھتا اور ہر ایک کام میں اوسکی مزاج کی خوبی سے خطا کا رون کیلئے بھی مترشح ہوتا کہ ”جہاد پر ایب نہ کرنا“۔

اس طرح کا اکبر تھا جسے منغل یہ سلطنت کو یہاں قائم کیا اور ایسے اوسکے اصول تھے کہ جن سے اوسکے قائم کرنیکی اوسے طاقت اور قدرت حاصل ہوئی۔ یہ اصول ایسے تھے کہ اگر اوسکے برابر پیروی کیجاتی تو یہ سلطنت قائم رہتی اور اوس میں ہرگز جنبش نہیں آتی۔ اور ایسے تھے کہ اوس کی تقلید کرنے والے اور اوس پر غلبہ آمد کرنے سے وہ مغربی لوگ جو اوسکے بعد یہاں آئے انجائیکے حکومت اور عنان سلطنت ہاتھ میں رکھنے کے قابل نہ رہے۔ یہاں تک کہ میں نے اکبر اور اوس کی کامیابیوں کا بیان اسطرح چپہ کیا ہے کہ گویا میں اوسے اپنے زمانہ کے بادشاہوں سے مقابل کر رہا ہوں۔ باوجود اسکے کہ اوس کا زمانہ دو برس پہلے گزر چکا ہے۔ مگر اکبر اس لائق ہے کہ وہ اس زمانہ کے بادشاہوں سے بھی مشابہ اور مقابل کیا جاسکتا ہے اوسکے ہم عصر یورپ کے بادشاہ کو اپنے اپنے ملکوں میں نہایت ہی نامی گرامی گذرے ہیں ملکہ الیزبتہ انگلستان میں اور ہنری چھام فرانس میں اوسکے وقت میں بادشاہ تھے مگر وہ ان کے مقابلہ میں بھی ہرگز کم نہیں ہے

اوس کی تعریف اوبن کامون پر موقوف اور منحصر ہے جو اوسکے کئے ہوئے اوسکے پیچھے برقرار اوقایم رہے یہ بات ہرگز کوئی خیال میں بھی نہیں لاسکتا کہ اگر اوس کجاہیز جھانگیر بادشاہ ہمایون کے قدموں پر قدم رکھتا تو اوبن جدا جدا ملکوں کو جو اوسے میراث میں ملے تھے یا اوسے فتح کئے تھے ملا کر مستند المفسد کرتا اور اپنے سے راضی کر لیتا۔ اوس کی تن مزاجی اور متعصبانہ طبیعت سے یہ کام اوسکے لئے غیر ممکن اور دشوار نظر آتا ہے۔ مگر اکبر نے حکومت کی بنیاد ایسی گھری اور مضبوط جمائی تھی کہ اوس کی جوامراج میں اپنے باپ کے بالکل برخلاف تھا اوس سلطنت کو قائم اور برقرار رکھ سکا۔ جو اوسکے باپ کے آئین و قوانین نے ملا کر مستند کر دئے تھے۔ جب ہم اوسکے کاموں کا خیال کرتے ہیں اور اوسکے زمانہ پر نظر ڈالتے ہیں اور اوسکے اصولوں کو دیکھتے ہیں جو اوسے اپنے مقاصد کی تکمیل اور انجام دینے کے لئے قائم کئے تھے تو ہم اکبر کو ایسا نامی گرامی اور قدر کے لائق سمجھتے ہیں کہ جسے پروردگار عالم نے مخلوق کی تکلیفوں کے وقت اسلئے بھیجا تھا کہ دنیا میں وہ امن چین اور تحمل و بردباری کے قوانین جاری کرے جن پر خلق اللہ کی خوشحالی اور مرض البالی منحصر اور موقوف ہے۔

بالحسنہ

غلطی نظر الکبریٰ

ناظرین پڑھنے سے پیشتر ان غلطیوں کو کتاب میں درست کر لین +

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶	۸	اپنے پر پوتے	اپنے پر پوتے	۱۴۲	۱۱	بلکہ اس وجہ سے	
۶	۱۵	پورا طرز	پورا نا طرز			اکاکیر کی ملک کی	
۷	۱۱	فراز سے	فراز اوست			کا انتظام دوسری	
۱۰	۸	کیا	کیسا			طرز کا متناجس	
"	۱۳	باز اوست	بازادی			جزئی کی ضرورت	
۱۴	۷	یہی	یہی			نہر ہی تھی	
"	۱۲	ہوے	ہوئے	۱۴۶	۸	دریا تیرت	دریا تیرن
"	۱۶	جیہی کی	جیہی کہ	۱۵۰	۳	بھی	یہی
۳۳	۱۳	لودی خان	لودی خاندان	۱۵۱	۱۶	چل کمر ہوا	چل کمر ہوا
۷۹	۱۵	راجاے اسر	راجاے اسر	۱۵۸	۱۱	کم تو جیہی	کم تو جیہی
۸۳	۱۴	نولند و اعترض	نولند و اعترض	۱۶۸	۲	اور بروز	روز بروز
۱۰۴	۹	اوس بیان	اوس کے بعد بیان	"	۱۱	اصول کے ساتھ	اصول کے ساتھ
۱۳۲	۸	حصار دار	حصار دار	"	۱۶	ہو گئی کہ تمام	ہو گئی کہ تمام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۹	۲	کی صداقت	کی طرح صداقت	۲۳۳	۸	اونہین	اور نہین
"	۳	نزدبیدن	نزدب ہے	۲۲	۵	وہ جو حصہ	وہ حصہ تو
"	۴	اوس نہ دوسرا	اوس سے دوسرا	۲۳۲	۸	مشرف	شرف
۱۷۰	۶	جالباتما	جالباتما	۲۳۳	۴	بتایا ہے	بتاتا ہے
"	۸	فیضی جو	فیضی نے جو	"	۱۵	حکم لے جایا	حکم کی بجائے
۱۷۱	۶	کو نہ صرف	کو صرف	۲۳۸	۱۶	اور بندو	اور ہندو
۱۸۱	۱۶	کہ اجنتے	کہ جنتے	۲۳۹	۳	پایا غوبی	پایا اور اسی طرح
۱۸۰	۶	گھر ہے	گھر ہے	"	"	اوس کو یقین ہو گیا	"
۱۹۰	۹	ایسا ہی اگر ہوتا	ایسا ہی ہوتا	"	"	کہ ہر ایک مذہب	"
۱۹۲	۷	دور	اور	"	"	میں کوئی نہ کوئی	"
۲۰۱	۱۵	نقصور	نقصور	"	"	خوبی۔	"
۲۰۴	۹	آزاد	آزادہ	۲۲۹	۶	کیلے بھی	کے لئے یہی
"	۱۳	عالم یا تحصیلدار	عالم یا تحصیلدار	"	۱۰	کرتے	کرتے
۲۱۸	۶	میں ایسے ان	میں اسن	"	۱۲	ہمک کہ میں	ہمک میں۔
"	"	کہ	-	"	"		
۲۲۲	۱-	اویا	اوپر	"	"		

